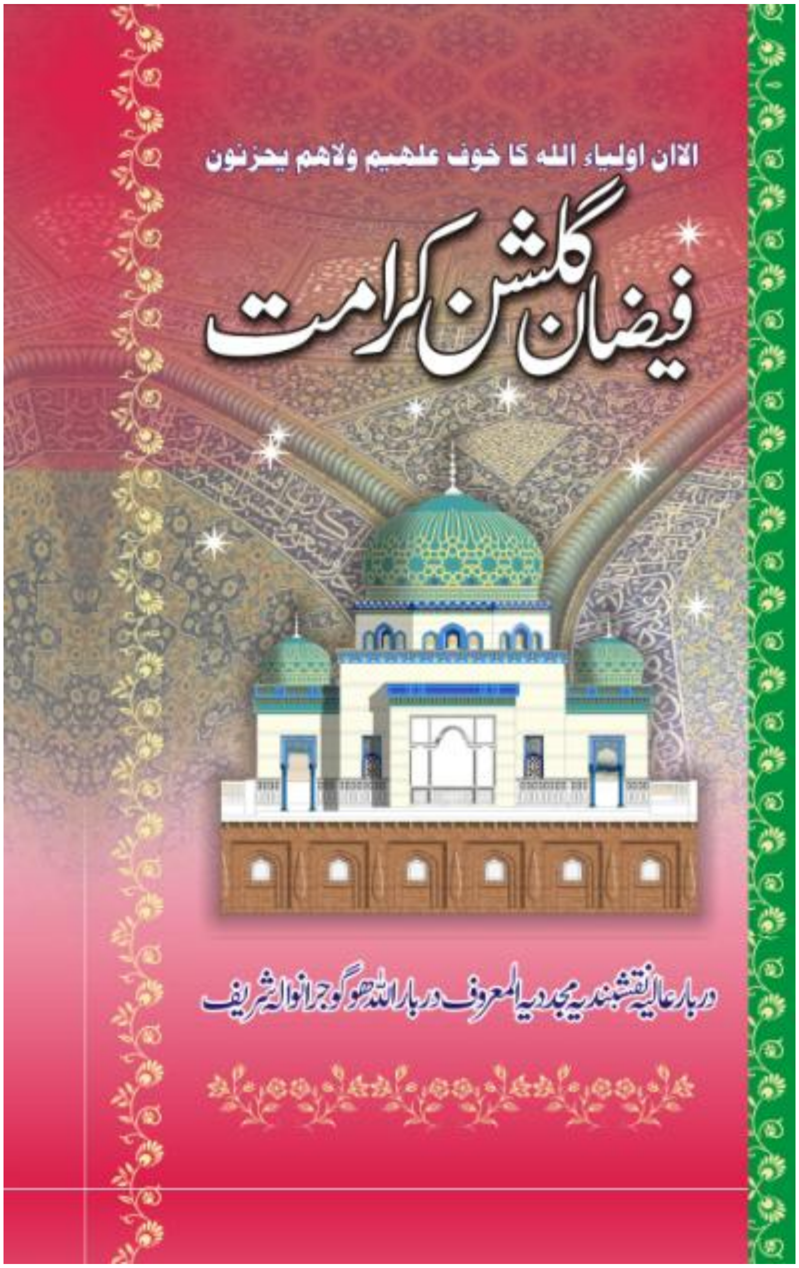
الاان اولیاء الله کا خوف علهیم ولاهم یحزنون
فیضان گلشن کرامت
دربار عالیہ نقشبندیہ مجددیہ المعروف دربار اللہ ھو گوجرانوالہ شریف

ہدیہ تشکر

اللہ تعالیٰ کا بے حد شکر ہے جس نے اس بندہ ناچیز کو اس کار خیر کی توفیق مرحمت فرمائی کہ اولیاء وفقرا اور مشائخ کی غلامی کو اپنے لئے باعث سعادت دارین سمجھے۔ 2002ء میں جب جامع مسجد ابراہیمی سنہری گل روڈ میں خطابت کی ڈیوٹی لگی تو اس دوران ایک نورانی چہرے تصوف کے رنگ میں مست جوان سے ملاقات ہوئی۔ دربار عالیہ پر حاضری کا شرف نصیب ہوا۔ نظام خانقاہی کو قریب سے دیکھا۔ خصوصاً طریقہ ذکر اور محافل سے دل بڑا خوش ہوا۔ جی میں آیا کہ اس طریق کار اور حالات بزرگان کو قلمبند کیا جائے تو یہ ایک سعادت ہو گی۔ چنانچہ اس کا ذکر حضرت خواجہ نوید حسین اور محترم خواجہ مشتاق حسین صاحب سے کیا تو انھوں نے اس پر رضامندی کا اظہار کیا۔ بندہ نے توفیق ایزدی کے ساتھ اس کام کا آغاز کیا۔ مقصد یہ تھا کہ حضرت خواجہ کرامت حسین اور حضرت خواجہ منیر حسین رحمۃ اللہ علیہما کے حالات زندگی، معمولات اور ارشادات کو آنے والی نسل کے سپرد کر دیا جائے تا کہ یہ سرمایہ محفوظ ہو جائے۔ یہ تحریک مجھے میرے عزیز توصیف احمد صاحب نے دی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو توفیق اور طاقت دی ہے انہیں اس مقصد کیلئے استعمال کریں۔ بندہ نے یہ کام شروع کر دیا۔ اس سے قبل اس پر کوئی باقاعدہ کام نہ ہوا تھا۔ اسلئے بڑی مشکل کا سامنا کرنا پڑا۔ لیکن خواجہ نوید حسین صاحب مدظلہ العالی اور خواجہ مشتاق حسین صاحب نے ہر مشکل میں ساتھ دینے کا وعدہ فرمایا اور اس کو بطریق احسن نبھایا بھی۔ بندہ نے کوشش کی کہ حضرت خواجہ صاحب کے احوال و آثار کیلئے تواریخ کے سلسلہ میں پاسپورٹ، شناختی کارڈ اور صاحبزادہ مشتاق حسین صاحب سے درست معلومات اکٹھی کرے۔ حالات زندگی معلوم کرنے کے لئے صوفی محمد یونس خادم دربار شریف صاحب اور صوفی عمر حیات صاحب سے مسلسل رابطہ رکھا۔ مختلف خلفاء کے پاس خود جا کر ان سے خواجہ صاحب کے حالات زندگی معلوم کئے جن میں حضرت صوفی محمد طارق صاحب، حضرت صوفی مظفر صاحب، حضرت

صوفی محمد حنیف صاحب ،حضرت صوفی محمد انور مدنی اور حضرت صوفی دل محمد صاحب قابل ذکر ہیں ان سے بذاتِ خود ملاقات کی ،وقت لیا اور خلفاء سے پوچھا یا تحریر لی۔
ارشادات وفرمودات کے سلسلہ میں سابقہ ڈائری جات اور ٹیپ ریکارڈر سے بھی مدد لی۔
خاندانی حالات معلوم کرنے کیلئے منڈی بہاؤالدین (رائیکہ شریف) تک بھی جانا ہوا۔بندہ ان تمام حضرات کا تہہ دل سے شکر یہ ادا کرتا ہے کہ ان مذکورہ احباب نے وسعت قلب،صداقت وحقانیت اور ذمہ داری کا اظہار کرتے ہوئے وقت دیا۔اس ضمن میں عزیزم محمد شفیق کی کوششیں بھی لائق صد تحسین ہیں جس نے مسودہ کمپوز کرنے میں مدد کی۔بعد میں پروف ریڈنگ اور دیگر معاملات کی یہ سعادت حضرت صوفی محمد بوٹا صاحب اور انکے خاندان کے حصّہ میں آئی اس وفا کیش خاندان نے محبت اور غلامی کا حق ادا کر دیا۔بندہ اس پورے خاندان کیلئے بھی دُعا گو ہے۔حضرت صوفی محمد اقبال صاحب پی ٹی آئی اور ان کے صاحبزادے نے پروف ریڈنگ میں اہم کردار ادا کیا اللہ انھیں بھی جزائے خیر دے۔حضرت پروفیسر صوفی محمد جعفر سلیم صاحب کا بھی شکر گزار ہوں کہ انھوں نے قیمتی مشوروں سے نوازا۔
محمد محسن ،عزیزم تصور حسین ،توصیف احمد اور محمد اصغر (دوبئی) کا بھی شکر گزار ہوں جنہوں نے ہر لحاظ سے اس کارِ خیر میں تعاون کیا۔پروفیسر ڈاکٹر محمد شریف چوہدری کی حوصلہ افزائی کا انتہائی ممنون ہوں۔اللہ تعالیٰ ان تمام حضرات کو درجہ بدرجہ اجر کثیر عطا فرمائے۔آخر میں اگر ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی صاحب کا ذکر نہ کیا جائے تو انتہائی بخل ہوگا جنہوں نے بنظرِ غائر اس مسودہ کو پڑھا اور بندہ کی حوصلہ افزائی فرمائی۔اللہ تعالیٰ ان کے زورِ قلم اور میں اور اضافہ فرمائے۔احادیث کی تخریج اور تیکنیکی مشورہ جات میں مولانا محمد ارشد مسعود چشتی صاحب نے تعاون فرمایا ہے۔ان کا بھی تہہ دل سے شکر گزار ہوں۔

آمین

ابوالمحسن پروفیسر ابرار حسین ساقی
گورنمنٹ کالج ،گوجرانوالہ

تقریظ

سجادہ نشین دربار عالیہ نقشبندیہ گوجرانوالہ شریف

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم وعلی آلہ واصحابہ اجمعین

انسان کی پیدائش کا مقصد اللہ تعالی وحدہ لاشریک کی معرفت اور عبادت ہے چونکہ ہرانسان اللہ تعالی کے ارشادات اور احکامات سے براہ راست آگاہ نہیں ہوسکتا اس لئے اللہ تعالی نے انسانیت کو ہدایت اور مقصد حیات سے آگاہ کرنے کے لئے انبیاء کرام مبعوث فرمائے، نبی آخرالزماں حضرت محمد ﷺ پر سلسلہ نبوت و رسالت ختم ہوگیا تو ان کا وظیفہ رشد وہدایت اولیاء کرام نے انجام دیا۔

سلاسل اولیاء کا ہم پراحسان ہے کہ انہوں نے ہمیں اللہ تعالی اور اس کے حبیب مکرم ﷺ کے احکام اور ارشادات سے آگاہ کیا۔ انہوں نے ہمیں احکام کی تعلیم دی اور ان احکام کو اپنے اوپر نافذ کرنے اور ان پر عمل پیرا ہونے کا طریقہ سکھایا۔

اس لئے ضروری ہے کہ انہوں نے جس طرح اپنی زندگی اللہ اور اس کے حبیب ﷺ کی اطاعت میں گزاری اسی طرح ان کے ارشادات اور ان کی تعلیمات کو بھی محفوظ کیا جائے، ان کے الفاظ براہ راست دل پر اثر انداز ہوتے ہیں اور دل ودماغ کو اپیل کرتے ہیں۔

اسی طرح سلسلہ عالیہ نقشبندیہ نے بھی لوگوں کی رشد وہدایت کے لئے نمایاں کردار ادا کیا۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ، خواجہ فقیر محمد چوراہی رحمتہ اللہ علیہ، خواجہ حافظ عبدالکریم رحمتہ اللہ علیہ، خواجہ نواب الدین رحمتہ اللہ علیہ، خواجہ محمد معصوم رحمتہ اللہ علیہ، خواجہ صوفی کرامت حسین رحمتہ اللہ علیہ اور خواجہ منیر حسین رحمتہ اللہ علیہ نے سلسلہ عالیہ کی ترویج و اشاعت میں بھرپور ادا کیا۔

میرے والد گرامی حضرت خواجہ منیر حسین رحمتہ اللہ علیہ اور میرے دادا حضور حضرت خواجہ صوفی کرامت حسین رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے مرشد کی ہدایت کے مطابق اس سلسلے کی ترویج و اشاعت کی۔ فقیر بھی ان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے پوری تندہی سے خدمت کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔

فقیر علامہ پروفیسر ابرار حسین ساقی صاحب کو دلی مبارکباد پیش کرتا ہے کہ انہوں نے بڑی محبت، جانفشانی اور ذوق و لگن سے بزرگان کے حالات آنے والی نسل کے لئے محفوظ کئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں دین و دنیا کی نعمتیں عطاء فرمائے۔ نیز ڈاکٹر محمد شریف چوہدری صاحب اور توصیف احمد عامر صاحب کے لئے بھی دعا گو ہے۔

فقیر نوید حسین

تقریظ

پروفیسر ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی

انسان کا ماضی جس قدر درخشاں ہوگا اُسی قدر اس کا تذکرہ بھی زیادہ ہوگا کہ حافظا جلے پن کو زیادہ یاد رکھتا ہے۔یہی وہ رویہ ہے جو سابقہ ادوار کو محفوظ رکھنے کی ترغیب دیتا ہے، واقعات ہوں یا افراد،اقوال ہوں یا اعمال، ہر انسان ان میں سے اپنے ذوق کے مطابق انتخاب کرتا ہے بزرگان دین کے حالات سوانح بھی اسی ذوق کے حوالے سے محفوظ کئے جاتے ہیں، یہ بھی یاد رہے کہ یہ مشغلہ صرف پسند وناپسند پر دلالت نہیں کرتا اس میں فلاح انسانیت کا مجموعی عنصر بھی شامل ہے۔کسی ناموروجود کی زندگی صرف اُس کیلئے ہی یادداشت کا سرمایہ نہیں ہوتی جو اسے قلمبند کر رہا ہوتا ہے بلکہ یہ وہ کارخیر ہے جس کی مہک ہزاروں انسانوں کے قلوب واذہان کو معطر کرتی ہے، یہی سبب ہے کہ سوانح حیات کے حوالے سے ہر دور میں کام ہوا، کبھی رواں دواں زندگی کے لمحات شمار کئے گئے تو کبھی ادا ہونے والے جملے صفحۂ قرطاس کی زینت بنے۔حکایات، روایات ہی محفوظ نہیں ہوئی،اقوال واعمال کو بھی زادِ سفر کے طور پر سنبھال کر رکھا گیا۔کہیں سوانح کی ترتیب وتالیف مقصودِ نظر بنی تو کہی ملفوظات کا حرف حرف انتخاب ہوا،عقیدت ومحبت نے اسی راہ کے مسافر کو ہر دور میں تحریک دی۔عقیدت مندوں نے لمحہ لمحہ یاد رکھا۔

پروفیسر ابرار حسین ساقی کی محبت بھی محرک بنی کہ ساقی صاحب شیوخ طریقت کی تسبیح روز و شب کا دانہ دانہ شمار کرنے لگے، ہر مصنف اور ہر مؤلف اپنی بساط کے مطابق ریزہ کاری کرتا ہے،ساقی صاحب استاد ہیں، نقل افکار کا ہنر انہیں آتا ہے اور پھر انتخاب کلمات کا سلیقہ بھی رکھتے ہیں اور پروفیسر ہونے کے ناطے انہیں حدود ووقت کی پاسداری کا بھی خیال رہتا ہے، اس لئے انہوں نے اختصار کیساتھ ان واقعات کو تحریر کیا ہے جو ممدوح کی شخصیت کو آشکار بھی کرتے ہیں اور قارئین کیلئے ہدایت کا سامان بھی بنتے ہیں۔ایک استاد کا کمال یہ ہوتا ہے کہ

وہ اپنے استخراجات کو دلائل کے حصار میں رکھے اور ان کیلئے براہین و اسناد کو مضبوط پناہ مہیا کرے۔ پروفیسر صاحب نے بھی فیضان گلشن کرامت میں ایسا ہی انداز اپنایا ہے، ان کا مقصد خواجہ کرامت حسین رحمۃ اللہ علیہ کی سیرت کے درخشاں پہلو تلاش کرنا تھے لیکن انہوں نے اپنی تحریر کو بنیادی مباحث سے منسلک کیا۔ تقریبا چودہ ابواب پر مشتمل تحریر کے پہلے سات ابواب ایسے مباحث سے ترتیب پائے ہیں جن کی ہر اس قاری کو ضرورت ہے جو تصوف اور صوفیاء کے بارے میں کچھ جاننا چاہتا ہے اس طرح یہ کتاب صرف خواجہ صوفی کرامت حسین رحمۃ اللہ علیہ کے معتقدین و متوسلین کی ہی ضرورت نہیں بلکہ ہر صاحب نسبت کیلئے راہنما بن گئی ہے۔

پہلے باب میں:

اولیاء، صوفیاء وفقراء کی روشن زندگیوں کی اہمیت اور فضائل پر مشتمل ہے۔ اس باب کا فن یہ ہے کہ فضائل کو قرآن مجید اور احادیث رسول اکرم ﷺ کی روشنی میں ترتیب دیا گیا ہے، اس سے فضائل کو الہامی سند اور نبوی پناہ حاصل ہوئی ہے۔

دوسرے باب میں:

تصوف کے حوالے سے ہے۔ تصوف کا لغوی اشتقاق، معنوی مفہوم اور اصطلاح کی ساخت پر عمدہ گفتگو کی گئی ہے۔ اور قرآن و حدیث کے حوالوں اور اشارات سے اس کا استناد ثابت کیا گیا ہے، اس سے ان مشکوک ذہنوں کو جلا حاصل ہوگی جو تصوف کو کسی خارجی نسبت سے جاننے کی کوشش کرتے ہیں اور اس پر غیریت کا الزام لگاتے ہیں۔

تیسرے باب میں:

تصوف کے ارتقاء کو موضوع گفتگو بنایا گیا ہے کہ یہ چشمہ صافی کن کن ادوار سے گزرا ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کے دور سے عصر حاضر تک اس کی روش کیسی رہی ہے۔ یہ باب قدرے تفصیل کا متقاضی تھا کہ اسی روداد میں معاندین تصوف کے اعتراضات پوشیدہ ہیں

چوتھے باب میں:

تصوف سے متعلق اعمال کا تذکرہ ہے، مجاہدہ نفس اور ذکر الٰہی تصوف کے بنیادی عناصر ہیں، ان پر گفتگو میں اور خصوصیت سے ذکر کے حوالے سے بہت سی معلومات قارئین کا استقبال کریں گی اور 'ذکر' جو تصوف کی روح پر عمل پیرا ہونے کی تحریک ملے گی یہ باب کتاب کا اساسی باب ہے۔

پانچویں باب میں:

حدیث جبرئیل علیہ السلام کے حوالے سے احسان کا ذکر ہے کہ اسی سے تصوف کے تمام شعبوں میں روح دین کی ترسیخ ہوتی ہے ''حسن عمل'' تصوف کا مقصود ہے ترک عمل نہیں۔ اس پر جس قدر توجہ دی جائے کم ہے کہ یار لوگوں نے تصوف کو عمل سے فرار سے تعبیر کر رکھا ہے حالانکہ یہ عمل کی راسخیت کے ساتھ عمل کے دوام کا بھی پیغام تھا، غیر مستحسن رویوں کے حامل تصوف کے دعوے داروں نے تصوف پر معاندانہ یلغار کو تحریک دی ہے، ضرورت ہے کہ تصوف کا حسن ہر خاص و عام پر واضح کیا جائے۔

چھٹے باب میں:

تصوف کے نظریات میں سے ایک نظریہ موضوع بحث بنایا گیا ہے ''فنا و بقا'' ہر صوفی کے سامنے دو ایسے کلمات ہیں جن کی تعبیر تلاش کرنا اس کا مذہب ہے مگر بدقسمتی سے یہ نظریاتی مباحث، بے خبروں کے ہتھے چڑھ گئے ہیں جس سے تصوف کے رخ زیبا پر بڑے داغ لگے ہیں۔ پروفیسر صاحب نے ان مباحث کو عام فہم زبان میں سلجھانے کی حتیٰ المقدور کوشش کی ہے اگرچہ ان کے تقاضے مزید کچھ کہنے کا مطالبہ کرتے ہیں۔

ساتویں باب میں:

تصوف کا معرکۃ الاراء مبحث سامنے آیا ہے، کرامت کیا ہے؟ کرامت کی حدود کیا ہیں؟ کرامت کی نوعیت اور حیثیت کیا ہے؟ کیا یہ صرف خوارق عادات ہیں یا یہ ایک رویہ

ہے ۔بد قسمتی سے کرامت کے نام پر بڑے فریب دیئے گئے ہیں کرامت کی نہ تو کوئی سند ہوتی ہے اور نہ کوئی ثبوت یہ ایک وجود سے دوسرے وجود کی جانب لڑھکتی رہتی ہیں ۔اور ہر حکایت کنندہ اختیار رکھتا ہے کہ اس میں من پسند اضافہ کر دے اس طرح کرامت کا ایک چمنستان آباد ہو گیا ہے ۔خوشی ہے کہ پروفیسر صاحب نے اس پر گفتگو میں راست روی کا خاص اہتمام کیا ہے اور شریعت کی بنیادی حیثیت پر زور دیا ہے، میں سمجھتا ہوں کہ کرامت شماری نے تصوف کے چشمہ صافی میں بہت سی گدلاہٹ پیدا کر دی ہے،اس لئے اس پر ہر صوفی اور ہر صاحب طریقت کو خصوصی توجہ دینی چاہیے ۔کرامت اظہار کی چیز نہیں یہ تو وہ منزلت ہے جو کسی صاحب دل کو عطا ہو جاتی ہے ۔یہ بہر حال معجزہ نہیں ہے کہ اس کا اظہار ضروری ہو بلکہ اس کا اخفاء ہی بہتر ہے ۔یہ سات ابواب کتاب کا علمی مقام متعین کرنے میں اہم ہیں ۔یقیناً ان سے مزید بہتری کی صورت پیدا ہو سکتی تھی ،مگر چونکہ پروفیسر صاحب کا مقصود اپنے مرکز عقیدت کا ذکر کرنا تھا اور ان کی توجہ بھی اسی پر تھی اس لئے یہ مختصر تمہید بھی غنیمت ہے اور میں اسی روش کا خیر مقدم کرتا ہوں ۔

کتاب میں ایک علیحدہ باب بھی اسی نوعیت کا ہے **''تصوف پر اُٹھنے والے سوالات کے جوابات''** یہ موضوع بھی عصر حاضر کے تناظر میں بڑی اہمیت کا حامل ہے ۔آج کا انسان تصوف کے بارے میں غلط فہمیوں کا شکار ہے احباب نظر کو ان کا ازالہ کرنے کی کوشش کرنی چاہئے ۔مناظرانہ انداز گفتگو سے نہیں مصلحانہ انداز سے تاکہ غبار چھٹ جائے ۔اگر کہیں مخالفت کے سوتے پھوٹتے بھی رہیں تو تحمل درکار رہے ۔کہ انسانی فکر سب سے بحث تفاوت ہے ۔اور ''فکر ہر کس'' کو اپنی ہمت کا محصور رہنا ہی پڑتا ہے ،بہر حال یہ باب مختصر ہے مگر مفید ہے ،کہ عصر حاضر کے سلگتے ہوئے سوالات کا جواب ہے ۔کتاب کے باقی سات ابواب تالیف کا اصل موضوع ہیں ۔چار ابواب حضرت خواجہ کرامت حسین رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی، آثار، تعلیمات و فرمودات کے حوالے سے لکھے گئے ہیں ،ان میں آپؒ کے سوانح حیات بھی ہیں اور ایک مرید خاص کی حیثیت سے برتر ہونے کا بیان بھی ہے ۔کس طرح

ایک طالب مطلوب تک پہنچا۔ایک راہی ملک وفا، وفا کیشیوں کا اہتمام کرتا ہے اور کس طرح ایک مرید منصب مرشد تک پہنچتا ہے۔یہ حکایت دلپذیر ایک طالب صادق کے قلم سے ہے جس میں مسلسل گرویدگی بھی ہے اور پر کیف وادطلبی بھی ہے۔فرمودات کے حوالے سے نہایت عمدہ، لائق اخذ اور قابل اتباع ارشادات نقل کئے گئے ہیں۔حقیت میں یہی وہ جواہر پارے ہیں جن کی چمک ہر دل مردہ کو جلا بخشتی ہے۔مثلاً آپ فرماتے ہیں۔

(۱) ہر حال میں شریعت کے پابند رہو۔

(۲) نصیحت فرماتے کہ جتنا وقت کسی کے شکوہ میں گزارتے ہو اس وقت میں نبی اکرم ﷺ پر دورد شریف پڑھا کرو۔

(۳) تصوف ادب، ادب اور ادب۔

(۴) استقامت کرامت سے اعلیٰ درجہ رکھتی ہے۔

(۵) بیمار عشق کی دولت اور علاج صرف اور صرف دیدار حبیب ہے۔

(۶) فقر عشق مصطفیٰ ﷺ کے آئینہ میں جھانکنا ہے۔

(۷) علماء و مشائخ کی اصلاح میں ہی معاشرہ کی اصلاح ہے۔

(۸) یہ سلسلہ فیض جب خواجہ منیر حسینؒ تک آیا تو دو آتشہ ہو چکا تھا۔حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ نے ترویج سلسلہ کے لئے بہت سفر کئے۔ربط باہم کا بہت اہتمام کیا۔کتاب کا بارہواں باب آپ کے حالات و آثار پر مشتمل ہے۔زندگی بھر کی تگ و دو کو بڑے مربوط انداز سے پیش کیا گیا ہے اور آخر میں ارشادات کا زریں ورق ہے۔فرماتے ہیں:

☆ خدا کے نبی ﷺ کے عشق میں گم ہو جاؤ منزلیں خود تمہیں تلاش کریں گی۔

☆ شریعت کی پابندی کرو، طریقت و معرفت خود حاصل ہو جائے گی۔

☆ کرامت سے استقامت افضل ہے اسوۂ حسنہ کا عملی نمونہ بن کر مجسمہ کرامت بن جاؤ۔

☆ ہر حال میں ذکر الٰہی سے زبان کو تر رکھو۔

☆ درود پاک سے افضل کوئی وظیفہ نہیں اس کو کثرت کے ساتھ پڑھنا چاہیے۔

☆ شادیاں سنت رسول ﷺ کے مطابق کرو گے تو ہمیشہ خوشحال رہو گے۔

کتاب کا آخری باب موجودہ مسند نشین حضرت خواجہ نوید حسین مدظلہ العالی کے حوالے سے لکھا گیا ہے۔ آپ کی علمی سرگرمیوں کا تذکرہ ہے تبلیغی دوروں کی تفصیل ہے اور متبعین تک فیض رسانی کا ذکر ہے، یہ حقیقت ہے کہ موجودہ سجادہ نشین کی وجاہت شخصی اور میلان علمی نے اس سلسلے کی توسیع میں اہم کردار انجام دیا ہے۔ اب تو یہ سلسلہ وطن عزیز کی سرحدوں سے بہت باہر تک معروف سلسلہ تصوف ہے۔ حضرت خواجہ صاحب میں اتباع شریعت کا ذوق انکے مجددی ہونے کی سند ہے۔ شریعت کی پاسداری ہی تصوف کی روح ہے اور بحمد اللہ خواجہ صاحب کے ہاں یہ روح بڑی توانا ہے۔ میری دعا ہے کہ یہ سلسلہ رشد اسی استقامت کے ساتھ جاری رہے۔ میں پروفیسر صاحب کو اس تحریر پر مبارک باد پیش کرتا ہوں اور دعا گو ہوں کہ راستی کا یہ سفر مسلسل جاری رہے آمین۔

پروفیسر ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی
صدر مرکز تحقیق فیصل آباد

مقدمہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

فلاح وسعادت ہی انسانیت کا مطمع نظر اور مقصد اصلی ہے۔رب ذوالجلال نے انسانیت کی ہدایت کیلئے انتظام فرمایا،اور کوئی لمحہ بھی ایسا خالی نہ چھوڑا جس میں ہدایت انسانیت کا اہتمام نہ فرمایا ہو، بلکہ اگر یوں کہیں تو نا مناسب نہ ہوگا تخلیق انسانیت کے وقت بھی ہدایت کا پہلو مدنظر رکھا۔انسان اول ابوالبشر حضرت سیدنا آدم علیہ السلام کو ہدایت کا پیامبر ہی بنا کر بھیجا، یہ سلسلہ رشد وہدایت تدریجاً اور ضرورتاً انبیاء کرام کے ذریعے سے چلتا رہا۔یہاں تک کہ جدالانبیاء خلیل اللہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ذبیح اللہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کا زریں دور آ گیا۔چنانچہ ان پیکرانِ قدسیہ نے بھی اسی ہدایت کے تحت اپنی حیات گزاری۔ حکم خداوندی کے تحت اس کا گھر بیت اللہ خانہ کعبہ تیار فرمایا اور اسکی از سر نو آبادی کیلئے آپ نے دعائیں فرمائیں ان میں سے ایک دعا:

"رَبَّنَا وَابْعَثْ فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِکَ وَیُعَلِّمُهُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَةَ وَیُزَکِّیْهِمْ ؕ اِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ" (البقرہ:۱۲۹)

باپ بیٹا دونوں کو یہاں پہنچ کر یہ احساس ہوا کہ امتوں کی فلاح وسعادت میں فقط علمی سرمایہ اور دانش وبصیرت کی روشنی اس وقت تک کام نہیں دیتی جب تک علم ودانش کیساتھ عملی تربیت کا مکمل نظام نہ ہو۔اس لیے فرمایا وَیُزَکِّیْهِمْ یعنی رسالت کے مقاصد عظیمہ وجلیلہ میں سے ایک مقصد یہ بھی تھا کہ وہ امت کے اخلاق رذیلہ ختم کر کے ان میں اخلاق فاضلہ پیدا کرے۔اور انہیں اعمال سیئہ سے نکال کر اعمال حسنہ کا مالک بنائے۔قبولیت دعا کے وقت دانا وحکیم رب نے فرمایا ہاں بلکہ ایسا رسول بھیج دیا ہے جو انہیں پاک صاف کرے گا ان کا تزکیہ کرے گا چنانچہ نگاہ رسالت مآب ﷺ نے ایسا تزکیہ فرمایا کہ جن قلوب پر نگاہ

مصطفیٰ ﷺ پڑتی گئی نسلوں تک انہیں پاک کرتی گئی، دوروبزدیک سے آنے والے کیمیا بنتے گئے، دلوں کا ایسا تزکیہ فرمایا کہ وہ دوبارہ نجس وشرک کی غلاظتوں میں نہ گئے۔ نور ہدایت ﷺ کی کرنیں جگمگائیں، جہاں جہاں بھی پڑیں تاریک قلوب کو منور ومعطر فرماتی گئیں صدہا سال کی پرانی دشمنیاں کشت وخون کیے بغیر سے کبھی سمجھوتہ نہ کرتی تھی انہیں ایک نگاہ نے ایساموم کردیا کہ نہ صرف بھائی بھائی بنادیا بلکہ دنیائے انسانیت کو اخوت وہمدردی کے تمام گر بھی سکھادیئے۔ یہ سلسلہ رشد وہدایت ظاہراً تو رسالت مآب ﷺ کے حین حیات تک رواں دواں رہا اوران کے بعد یہی سلسلہ آپ ﷺ کے تعلیم یافتہ صحابہ کرام اور خلفائے راشدین کے پاکیزہ اخلاق وکردار کی صورت میں پھیلتا رہا، نبی کریم ﷺ کا ہر غلام اپنے آقاومولا ﷺ کی چلتی پھرتی اور زندہ تصویر ثابت ہوا۔ کیونکہ ان کا پیغام اپنے آقاومولا علیہ السلام کے پیغام کے مطابق تھا، اور وہ تعلیم وتربیت کے علاوہ تزکیہ نفس بھی فرماتے رہے۔ انہی ایام میں ایک خداپرست اوراپنی والدہ کی خدمت میں مست مشہور تابعی حضرت خواجہ اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے آقاومولا نبی کریم ﷺ کے عشق میں مستغرق تھے وہ آپکی تعلیمات کا جامع تھے کیونکہ وہ فیضِ نبوت کے پرداختہ تھے اور نگاہ نبوت سے فیضیاب تھے۔ امت کی فوز وفلاح کیلئے تشریف لائے۔ یہ بات بھی حقیقت ہے کہ امت محمدیہ (علی صاحبہا افضل الصلوٰت والتسلیمات) وہ بہترین امت ہے جو قوموں کی ہدایت کیلئے ظاہر ہوئی۔ یہ ممکن نہیں کہ اس کا دامن عزت وموعظت کے اُن آبدار موتیوں سے خالی ہو۔ اس میں جہاں ظاہری علوم کے تاجدار صنعت وحرفت کے ماہرین اور سیاست وجہاں بانی کے شناور پیدا ہوئے، وہیں علم باطن کے رمز شناس، قلب وروح کے معالج، حکمت ومعرفت کے امام، ربانی اسرار وحقائق کے امین اور خلق کا رشتہ خالق سے مربوط کرنے والے عارفین واصلین بھی پیدا ہوئے۔ ان کی حیات کا لمحہ لمحہ اپنے اندر بے پناہ کشش رکھتا ہے۔ ان کی حکمرانی بحر وبر پر نظر آتی ہے۔ وہ بے سروسامان ہوتے ہوئے بھی چند لمحات میں کسی کو تاج شاہی سے سرفراز کردیتے ہیں، اقلیم دل کی فرماں روائی ان کے ہاتھوں میں ہوتی ہے۔

بڑے بڑے جبارو مغرورین بھی ان کے آستانے پر لرزتے کانپتے ہوئے حاضر ہوتے ہیں اور یہ اعتراف کرتے ہیں کہ اصل حکومت آپ کی ہے، ان کی حیات مستعار کا سب سے عجیب اور انوکھا پہلو یہ ہے کہ آخرت کی رعنائیاں، جنت کی بہاریں، عقبیٰ کی مسرتیں اور حسن حقیقی کے دیدار کی لذتیں، ان کے قلب ونگاہ میں صرف تصور وتخیل کی صورت میں پنہاں نہیں ہوتیں بلکہ مشاہدہ اور چشم دید مناظر وواقعات کے نا قابل شکست یقین محکم کی شکل میں عیاں ہوتی ہیں، ظاہری نگاہوں کو ظلمت شب کا پردہ چاک ہونے کے بعد خورشید عالم تاب کے ضیا بار ہونے کا جو یقین ہوسکتا ہے اس سے زیادہ ان کا محرمان راز اور عارفان ذات کو اس دلفریب دنیا کے زوال اور اس عالم جاوداں کے قرار وثبات کا یقین ہوتا ہے۔ وہ اس جہان باقی کی آبادکاری کیلئے اس طرح منہمک نظر آتے ہیں جیسے ظاہر شناس انسان اس دنیائے فانی کی آبادکاری کے لئے ہر لمحہ بے قرار نظر آتا ہے۔ اور اس یقین سے ہر آن بے تاب نظر آتا ہے کہ اگر میں نے غفلت کی تو اپنے ہمسروں سے بہت پیچھے رہ جاؤں گا تھوڑی سی غفلت ہوئی تو میرا متوقع نفع خسارے ہی میں تبدیل ہوجائے گا ذرا سی لاپرواہی ہوئی تو آسائش حیات مکدر ہوجائے گی فکر ونظر کی تھوڑی سی خطا سے حکومت وقیادت کی باگ ڈور ہاتھ سے چھن جائے گی۔ سعی پیہم اور جہد مسلسل میں معمولی کوتاہی نے راہ پائی تو ہمیشہ کی پستی اور اپنے ہم نشینوں کے سائے ذلت خواری کا مزہ چکھنا پڑے گا۔ یہ دنیائے ظاہر کے وہ تیقنات ہیں جن کے بل بوتے پر اس کی ساری چہل پہل کا وجود ہے، اور اسکی ساری بہاریں قائم ہیں، ان تیقنات سے سارے عقلائے روزگار کا وجود سرشار ہے اور وہ ان سے انحراف کو جنون، بے عقلی، کوتاہ بینی ونا عاقبت اندیشی کے سوا دوسرا کوئی نام دینے کو تیار ہی نہیں۔

یہ وہ طرز فکر ہے جس سے آخرت کو ماننے والے اکثر افراد عالم بھی بچ نہیں سکتے۔ فرق صرف یہ ہے کہ ان میں جن کو نور آخرت اور دانش یزدانی وبرھانی کا حصہ حاصل ہے وہ اپنی تگ ودو میں فکر آخرت کو ساتھ رکھتے ہیں اور ان میں سے جنہیں کچھ زیادہ حصہ ملا ہے وہ

ان ساری کوششوں کو دین حق کی سر بلندی کے ارادے سے اس طرح وقف کر دیتے ہیں جیسے مطلوب حقیقی کا حکم بلند رکھنے کی تمام ذمہ داریاں ان کے کندھوں پر ڈالی گئی ہیں ۔

مسبب الاسباب کو کارساز حقیقی جانتے اور اس کی رضا کو اصل مقصود بناتے ہوئے اسباب کا سہارا لینا اور وسائل و ذرائع کو عمل میں لانا ہی وہ درمیانی راہ ہے جس پر اکثر اہل دین کاربند ہوئے اور عام حالات میں انبیائے کرام نے بھی ۔۔۔۔ محض اُمت کی آسانی اور اس کیلئے اتباع واقتدا کی سہولت کی خاطر اسی راہ کو اپنایا ۔ اگر چہ وہ (انبیائے کرام علیہم السلام) سبھی حضرات کلیتاً ترک دنیا اور تجرد کی راہ اپنانے پر بلا شبہ قادر تھے اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے اسے عملاً اپنا کر بھی دکھایا ، مگر انبیائے کرام علیہم السلام اور سید الانبیاء حضرت محمد ﷺ سے ہر لمحہ اکتساب قوت وفیض کرنے والے متبعین میں ایسے بلند حوصلہ اور عالی ظرف افراد بھی پیدا ہوئے جنہوں نے صرف مسبب الاسباب ہی سے کام لیا اور صرف اس ہی کی ذات کو اپنا مقصود بنایا ان کے سامنے صرف آخرت ہی آخرت ہے انہیں یقین ہے کہ دنیاوی علائق و روابط اور لذت و آسائش میں منہمک ہوئے تو ہماری ابدی زندگی ویران ہو جائے گی ۔ وہ زندگی (**یوم کان مقدارہ خمسین الف سنة**) جس کا ایک دن یہاں کے پچاس ہزار سالوں کے برابر ہو گا سو سالہ زندگی کی رعنائیوں ،لذتوں اور آسائشوں میں پھنس کر اس حیات دائمی کو بے رونق و بے کیف بنانا یقیناً بے عقلی اور جنون ہے ۔ فکر آخرت نے انہیں ایسا بے قرار بنا رکھا ہے کہ انہیں یہاں کے فانی ایوان وقصور بھاتے ہیں نہ سیم وزر کی کھنک انہیں فریفتہ کرتی ہے نہ عیش وتنعم کے ہزارہا ہزار میل میں پھیلے ہوئے مظاہر انہیں اپنی طرف مائل کرتے ہیں در اصل وہ ان ایوانوں سے زیادہ پرشکوہ اور پر کیف ایوان وقصور دیکھ چکے ہیں جن پر کبھی گردش ایام اثر انداز نہیں ہوتی ۔ جن کی آسائشوں میں کسی رنج وغم اور خوف وخطر کی آمیزش نہیں ہوتی ۔ بلکہ انہی عارفان حق اور عشاقان ذات کی ہمتیں تو شوق بہشت اور خوف نار سے بھی بالاتر ہیں ۔ ان کیلئے جمال حقیقی اور حسن ازل کے دیدار کے سوا کوئی اور لامحدود اور لافانی کیف وسرور بھی سکون بخش

نہیں۔وہ جمال یار کی تابانیوں کوچھوڑکر جنت لینے کوبھی تیارنہیں تو اس فانی دنیا میں الجھنا کیا جانیں؟ بلاشبہ ان (حضرات) کے واقعات وحالات میں ہمارے لیے درس عبرت ہے، ان کے اسرار وافکار میں ہمارے لیے سامان بصیرت اوران کے حقائق معارف ہمارے لیے گنجینہ حکمت ہیں۔اگر ہم ان کے قدم بہ قدم نہیں چل سکتے تو اپنی نیتوں اوراپنے معاملات کی دنیا تو سنوار سکتے ہیں۔مولائے کریم کی ناراضگی مول لیکر اپنے نفس کی خوشنودی کے سودوں سے تو باز رہ سکتے ہیں آخرت کا خسارہ سہہ کر دنیا کا نفع کماناتو چھوڑ سکتے ہیں حلال وحرام کی تمیز،آخرت کے سودوزیاں اوررب قدیر کے غضب ورضا سے بے نیاز ہوکر محض دنیائے دنی کی خوشنما لذت وآسائش سرمایہ فانی کے نفع وضرراور خواہش نفس کی رضامندی وناراضگی میں سرگردانی کاوطیرہ تو ترک کرسکتے ہیں یاکم ازکم اس دنیا کی دھن میں عقبیٰ کی ویرانی نہ ہو،لذت نفس کی فراہمی میں احکام مولا سے روگردانی نہ ہوکیونکہ مومن اگرصرف آخرت کانہیں بنتا توصرف دنیا کابن کربھی نہیں رہ سکتا۔ہاں کافر کیلئے ہرراہ بہت کشادہ ہےاس کی جنت یہی اورسب کچھ یہی دنیاہے۔مومن اگران عارفین وکاملین کےقدم بہ قدم چلنے کی بھی فکرنہ کرے توکم ازکم وہ راہ اپنائے جودونوں کے درمیان ہے۔یہ راہ اگرچہ خاصان خدا کے جادہ بلند سے کم تر ہوگامگران نادانوں کی ڈگر سے بہرحال برترو بہترضرورہوگا۔دعوت حق کا پیغام عام کرنے اورراہ ہدایت کی طرف بلانے کافریضہ انبیاء ومرسلین علیہم السلام نے اپنے اپنے اوقات میں بدرجہ تمام وکمال انجام دیا۔خاتم المرسلین فخر کائناتﷺ کی حیات مبارکہ تو پوری کی پوری وعظ ونصیحت اور رشد وہدایت کا پیکر تھی۔آپﷺ کی ظاہری حین حیات کے بعد یہ ذمہ داری آپ کی امت مرحومہ کے سپرد ان الفاظ میں ہوئی۔

"كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ " (آل عمران:۱۱۰)

اس آیت میں اللہ رب العزت نے خیرامت کا تاج فضیلت وتکریم امت مسلمہ کے سرپر

رکھنے کے لیے حکم دیا۔نیز

"وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ "   (آل عمران:۱۰۴)

بھی اسی امت کا طرہ امتیاز رہا۔بقائے دین کیلئے نصیحت و تبلیغ اور ارشاد و ہدایت کا یہ کام جتنا اہم ہے اتنا ہی مشکل اور حساس ہے۔یہ ہر ایرے غیرے کا کام نہیں اس منصب جلیلہ کیلئے ایسے افراد کی ضرورت ہے جو کردار کی پختگی ،نیت کی پاکیزگی اور ظاہر و باطن کی یکجائی لئے ہوئے ہوں ۔ان کے قول و فعل سے یکسانیت کی خوشبو آتی ہو اور ان کی ذات مظہر سیرت و کردار نبوی ﷺ ہو وہ روحانی تربیت کا پیکر حسین ہوں ۔فقر و غناء انکا اوڑھنا بچھونا ،توکل و قناعت ان کے ساتھی ہوں اور وہ اپنی ذات کو دین حق کی تبلیغ کیلئے وقف کرنے کا حوصلہ بھی رکھتے ہوں ۔اولیاء کرام و مشائخ اسلاف کبار مثلاً حضرت شیخ اسماعیل ،حضرت علی ابن عثمان المعروف داتا گنج بخش ہجویری، حضرت سخی سرور، خواجہ خواجگان خواجہ معین الدین چشتی، حضرت خواجہ بہاوالدین زکریا ملتانی، حضرت عثمان مروندی عرف لعل شہباز قلندر، حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی مشائخ نقشبند، حافظ عبدالکریم ،خواجہ خواجگان خواجہ زریں زربخت صوفی نواب الدین ،قیوم پنجم خواجہ محمد معصوم ،خواجہ صوفی کرامت حسین اور خواجہ صوفی منیر حسین رحمتہ اللہ علیہم اجمعین قرون حاضرہ (چودہویں صدی ہجری) میں آسمان معرفت اور افق ولایت پر درخشندہ ستارے بن کر چمکے یہ نجوم ہدایت جن جن علاقوں میں نمودار ہوئے ،انہوں نے دنیا کی ظاہری دھرتی کو جو روشن کیا وہ بھی کچھ کم نہیں ۔لیکن ان کے نور ہدایت نے عوام الناس کو جہاں شوق سجدہ عطا کیا وہاں ان کے سینوں میں عشق مصطفیٰ ﷺ کی شمعیں بھی روشن کیں ۔آنکھوں کو لذت دید اور ذوق تماشا بھی عطا کیا ۔آسمان معرفت اور ولایت و ہدایت کی دنیا میں جو عظیم اور خوش نصیب رسول اللہ ﷺ کے غلامان اور امت رسول ﷺ کے عظیم پیشواؤں نیز روحانیت کے عظیم تاجداروں میں جو نام چہرہ کے جھرمٹ ہیں ان میں سلطان الاولیاء ،غوث زماں قطب دوراں الحاج حضرت خواجہ خواجگان حضرت

خواجہ صوفی کرامت حسین رحمتہ اللہ علیہ کا اسم گرامی بھی ہے۔
ان کے شب وروز انسانیت کو ہدایت کی طرف لانے ظلمت کی تاریکیوں میں ڈگمگاتے ہوئے لاکھوں انسانوں کیلئے ہادی اعظم کا مظہر ثابت ہوئے آپ نے اپنے اخلاق وکردار اوراقوال وافعال سے ہزارہا گمشتگان راہ کو طالب مولا بنا کر ایسے چراغ روشن فرمائے جن کی روشنی تا ابد رہے گی اور جن کی تعلیمات سے سینے نسل درنسل روشن رہیں گے۔آنے والے صفحات میں اسی مرد کامل اور درویش تصوف وولایت کی حیات مبارکہ کا ذکر خیر ہوگا۔

مؤلف:

پروفیسر ابرار حسین ساقی

گورنمنٹ کالج گوجرانوالہ

فضائل اولیاء وفقراء

تخلیق آدم سے لیکر آج تک ہر دور میں نسل انسانی دو گروہوں میں بٹی ہوئی نظر آتی ہے ان میں سے ایک گروہ اللہ کے دوستوں اور ان کے متبعین یعنی ''اولیاء الرحمان'' پر مشتمل رہا ہے جبکہ دوسرا گروہ شیطان اور اس کے متبعین یعنی ''اولیاء الشیطان'' پر مبنی رہا قرآن حکیم میں اللہ رب العزت نے جہاں انسانوں کو گروہ شیاطین سے بچنے کیلئے ان کے قصے بھی سنائے اور ان کے مختلف اوصاف کا تذکرہ بھی کیا، وہی اللہ رب العزت نے اپنے دوستوں یعنی ''اولیاء الرحمان'' کی خوبیاں، فضیلتیں اور اوصاف بھی گنوائے۔ اسی غرض سے کہ انسانیت خیر اور شر کے محسوساتی فرق کو سمجھ بھی سکے اور خیر کی پیروی کیلئے اس کو شناخت کرنے کا ایک پیمانہ بھی اس کی نظروں کے سامنے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے دوستوں کو جہاں معیار خیر بنایا وہیں اپنے ان محبوبوں کی اتباع اور محبت کو بھی ضروری قرار دیا اور اسی لئے اپنے دوستوں کے اوصاف اور فضیلتیں بھی گنوائیں تاکہ ہم نہ صرف انہیں پہچان سکیں بلکہ ان کی اتباع اور محبت کے ذریعے خود بھی محبوبان خدا کی پیروی کے قابل ہو سکیں۔ ذیل میں ایسی آیات اور احادیث مع ترجمہ درج کی جارہی ہیں جن میں انہی نفوس ہائے قدسیہ کی خصوصیات اور فضائل کو اللہ واحد اور اس کے محبوب حقیقی نے بیان کیا ہے۔

فضائل اولیاء قرآن مجید کی روشنی میں

(۱) اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ (یونس:۶۲)

سنو! بیشک اولیاء اللہ کو نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہونگے۔

(۲) اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ o صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ (الفاتحہ:۷)

چلا ہم کو سیدھے راستے پر۔ راستہ ان کا جن پر تو نے انعام فرمایا۔

(۳) فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّھَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِکَ رَفِیْقًا ذٰلِکَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰہِ وَکَفٰی بِاللّٰہِ عَلِیْمًا o (النسآء۶۹،۷۰)

تو وہ ان لوگوں کے ساتھ ہونگے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا یعنی انبیاء اورصدیقین اور شہداء اورصالحین اور کیا ہی اچھے ہیں یہ ساتھی۔ یہ (محض) فضل ہے اللہ تعالیٰ کا اور کافی ہے اللہ تعالیٰ جاننے والا۔

(۴) اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْھِمْ سُلْطٰنٌ (بنی اسرائیل:۶۵)

بے شک جو میرے بندے ہیں ان پر تیرا غلبہ نہیں ہوسکتا۔

(۵) وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا وَاِنَّ اللّٰہَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ o (العنکبوت:۶۹)

اور جو بلند ہمت اور مضبوط ارادہ رکھتے ہیں ہمیں راضی کرنے کیلئے ہم ضرور دکھادیتے ہیں انہیں اپنے راستے اور بلا شبہ اللہ تعالیٰ محسنین کے ساتھ ہے۔

(۶) **یحبھم ویحبونہ اذلۃ علی المومنین اعزۃ علی الکفرین**

(المائدہ:۵۷)

محبت کرتا ہے اللہ ان سے اور وہ محبت کرتے ہیں اس سے جو نرم ہیں ایمانداروں کیلئے، بہت سخت ہونگے کافروں کے لئے

(۷) رجال صدقوا ما عاھدوا اللہ علیہ (الاحزاب:۲۳)

ایمان والوں میں سے ایسے جوانمرد ہیں جنہوں نے سچا کر دکھایا وعدہ جو اللہ تعالیٰ سے انہوں نے کیا

(۸) اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْھِمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّۃِ الَّتِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ٥ نَحْنُ اَوْلِیٰٓؤُکُمْ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَۃِ ۚ وَلَکُمْ فِیْھَا مَا تَشْتَھِیْٓ اَنْفُسُکُمْ وَلَکُمْ فِیْھَا مَا تَدَّعُوْنَ ٥ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِیْمٍ ٥ (حٰم السجدہ:۳۰،۳۱،۳۲)

بیشک وہ (سعادت مند) جنہوں نے کہا ہمارا پروردگار اللہ تعالیٰ پھر وہ اس قول پر پختگی سے قائم رہے۔ اترتے ہیں فرشتے اُن پر (اور انہیں کہتے ہیں) کہ نہ ڈرو اور نہ غم کھاؤ تمہیں بشارت ہو۔

جنت کی جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا ہم تمہارے دوست ہیں دنیوی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی اور تمہارے لئے اس میں ہر وہ شے ہے جو تمہارا جی چاہے اور تمہارے لئے اس میں ہر وہ چیز ہے جو تم مانگو گے۔ یہ میزبانی ہے بہت بخشنے والا ہمیشہ رحم فرمانے والے کی طرف سے۔

احادیث کی روشنی میں

صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے

(۱) **قال قال رسول اللہ ﷺ ان اللہ تبارک و تعالیٰ قال من عادیٰ لی ولیا فقد ا ذنتہ بالحرب وما تقرب الی عبدی و ما یزال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتی احببتہ فاذا احببتہ کنت سمعہ الذی یسمع بہ وبصرہ الذی یبصربہ ویدہ التی یبطش بھا و رجلہ التی یمشی بھا وان سالنی لا عطینہ ولئن استعاذ نی لا عیذ نہ وما ترددّت عن شئی انا فاعلہ ترددی عن نفس المومن یکرہ الموت وانا اکرہ مساء تہ۔**

(باب الرقائق فی الصحیح البخاری ص: 963 ج 2:)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے، جو میرے ولی سے عداوت کرے میں اس سے اعلان جنگ کرتا ہوں ،اور جن اعمال کے ذریعے بندہ میرا تقرب چاہتا ہے،ان میں سب سے زیادہ میرے قریب وہ عبادتیں محبوب ہیں جو میں نے اس پر فرض کی اور ہمیشہ میرا بندہ نوافل کے ذریعے میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے ۔یہاں تک کہ میں اسے اپنا محبوب بنالیتا ہوں ،اور جب میں اسے محبوب بنالیتا ہوں تو اس کے کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اسکی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اوراس کے ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے،اس کے پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے اور اگر وہ مجھ سے سوال کرتا ہے تو میں ضرور دیتا ہوں ۔اوراگر وہ پناہ مانگتا ہے تو میں پناہ بخشتا ہوں ۔..................الخ

صحیح مسلم میں ابو ہریرہ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا۔

(۲) **قال رسول اللہ ﷺ رب اشعث مد فوع بالابواب لہ واللہ لو أقسم علی اللہ لابرہ** (کتاب الجنۃ وصفۃ نعیمھا حدیث نمبر 119)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بہت سے پراگندہ، غبار آلود دروازوں پر دھکے دیئے جانے والے جنہیں کوئی حیثیت نہ دی جائے ایسے ہیں کہ اگر اللہ پر اعتماد کر کے کسی بات کی قسم کھالیں تو اللہ ان کی قسم کو ضرور سچ کر دے۔

دوسری روایت: حضرت انس رضی اللہ عنہ ترمذی میں **کم من اشعث اغبر تمرین لا یوبہ لہ لو اقسم علیٰ اللہ لابرہ** ۔ (کتاب المناقب) ترمذی ص:225، ج:2)

صحیحین میں حضرت ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے۔

(۳) **عن ابی سعیدالخدری رضی اللہ عنہ قال قد جآء رجل فقال یا رسول اللہ ای الناس افضل؟ قال مومن یجا ھد بنفسہ ومالہ فی سبیل اللہ تعالیٰ، وقال ثم من؟ قال ثم رجل فی روایۃ یتقی اللہ ویدع الناس من شرہ** (صحیح بخاری: باب فضل الجہاد (والرباط)

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ایک شخص حضور ﷺ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ لوگوں میں افضل شخص کون ہے؟، آپ ﷺ نے فرمایا افضل وہ ہے جو اپنے مال اور جان سے اللہ کی راہ میں جہاد کرے۔اس نے عرض کیا پھر کون؟ فرمایا پھر وہ جو کسی گھاٹی میں سب سے الگ ہو کر جا بیٹھے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ اللہ سے ڈرے اور قوموں کو اپنے شر سے بچائے

صحیح بخاری میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے

(۴) **عن ابن عمر رضی اللہ عنھما، قال اخذ رسول اللہ ﷺ بمنکبیی وقال کن فی الدنیا کانک غریب او عابر سبیل اذا امسیت فلا تنتظر الصباح...واذا اصبحت فلا تنتظر المسآء۔**

(**صحیح بخاری** باب کن فی الدنیا کانك غریب)

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے میرے شانے کو پکڑ کر فرمایا دنیا میں پردیسی (اجنبی) راہ گیر کی طرح رہو۔ اور حضرت ابن عمر فرماتے ہیں کہ جب تم شام کرو تو صبح کا انتظار نہ کرو۔
اور جب صبح کرو تو شام کا انتظار نہ کرو اور تندرستی میں بیماری کیلئے اور زندگی میں موت کیلئے سامان تیار کرو۔

جامع الترمذی میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

(۵) قال رسول الله ﷺ یدخل الفقراء الجنة قبل الاغنیآء بخمس مائة عام (نصف یوم). (جامع الترمذی باب ماجآء ان فقراء المهاجرین)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ فقراء جنت میں مالداروں سے پانچ سو سال قبل داخل ہونگے۔ (یعنی ½ دن)

بخاری مسلم میں حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

(۶) عن النبی ﷺ قال قمت علی باب الجنة فکان عامة من دخلها المساکین واصحاب الجد محبوسون غیر ان اصحاب النار قد امربهم الی النار. وقمت علی باب النار فاذا عامة من دخلها النسآء.

(بخاری باب صفة الجنة و النار)

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں جنت کے دروازوں پر کھڑا ہوا تو میں نے دیکھا کہ اس میں داخل ہونے والوں میں زیادہ تعداد مساکین کی ہے اور سب مالداروں کو روک رکھا گیا ہے سوائے ان لوگوں کے جو دوزخ کے قابل تھے انہیں دوزخ میں لیجانے کا حکم ہوگیا ہے اور میں دوزخ کے دروزے پر کھڑا ہوا تو میں نے دیکھا کہ اس میں داخل ہونے والوں میں زیادہ عورتیں ہیں۔

بخاری ومسلم میں سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ تعالیٰ سے مروی ہے:

(۷) قال مر رجل بالنبی ﷺ فقال لرجل جالس عنده ماڑایک فی هذا؟ فقال رجل من اشراف الناس هذا والله حری ان خطب ان ینکح وان شفع لیشفع فسکت رسول الله ﷺ ثم مر رجل آخر فقال له رسول الله ﷺ هذا رجل من فقراء المسلمین هذا حری ان خطب ان لا ینکح وان شفع ان لا یشفع وان قال ان لا یسمع لقوله، فقال رسول الله ﷺ هذا خیر من مل الارض مثل هذا۔ (صحیح البخاری باب فضل الفقر)

انہوں نے کہا ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس سے گزرا،تو آپ ﷺ نے اپنے قریب بیٹھے ہوئے آدمی سے پوچھا کہ اس شخص کے بارے میں تیری کیا رائے ہے؟،اس نے کہا کہ یہ معزز لوگوں میں سے ہے،اور بخدا یہ اس لائق ہے کہ کسی کو پیغام نکاح بھیجے تو فوراً نکاح کردیا جاتا ہے کسی کی سفارش کرے تو قبول کرلی جاتی ہے،رسول اللہ ﷺ یہ سن کر خاموش رہے اس کے بعد ایک اور شخص وہاں سے گزرا تو آپ ﷺ نے پوچھا کہ اس کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟،تو اس نے کہا کہ یہ غریب فقراء مسلمین میں سے ہے اور یہ ایسا ہے کہ کہیں پیغام نکاح بھیجے تو قبول نہ کیا جائے سفارش کرے تو شنوائی نہ ہو اور اگر گفتگو کرے تو کوئی کان نہ دھرے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا نہ صرف یہ کہ اس پہلے شخص سے بہتر ہے بلکہ اس جیسے لوگوں سے بھری ہوئی پوری دنیا سے بہتر ہے

صحیحین میں ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا

(۸) ان النبی ﷺ قال انما مثل الجلیس الصالح والجلیس السوء کحا مل المسک ونافخ الکیر فحامل المسک اما ان یحذیک واما ان تبتاع منه واما ان تجد منه ریحاطیبة ونافخ الکیر اما ان یحرق ثیابک واما ان تجلمنه ریحامنه ریحاً خبیثة۔ (مسلم کتاب الادب)

نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں اچھے ہمنشین کی مثال مشک رکھنے والے کی طرح ہے اور برے ہمنشین کی مثال بھٹی چلانے والے (لوہار) کی طرح ہے، مشک والا یا خود تجھے کچھ اس سے دیگا یا تو خود اس سے خریدے گا ورنہ خوشبو سے ہی فائدہ اُٹھائے گا اور بھٹی والا یا تو تیرے کپڑے جلا دے گا یا بدبو سے پریشان کرے گا

جامع الترمذی میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ

(۹) قال سمعت رسول الله ﷺ يقول قال الله عزوجل المتحابون في جلالي لهم منابر من نور يغبطهم النبيون والشهداء۔

(جامع الترمذی: باب ماجآء فی الحب)

انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ سے فرماتے سنا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو لوگ میرے لیے باہم محبت رکھتے ہیں ان کیلئے قیامت کے دن نور کے منبر ہونگے ان کے درجہ مقام پر انبیا اور شہدا بھی رشک کریں گے۔

اور امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ موطا میں معاذ بن جبل سے روایت کرتے ہیں:

(۱۰) يقول الله تبارك وتعالىٰ وجبت محبتي للمتحابين في والمتجالسين في والمتزاورين في والمتباذلين في۔

(موطا امام مالک صفحہ 827)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ان کیلئے میری محبت واجب ہوگئی جو میرے لئے باہم محبت کرتے ہیں اور میرے لئے باہم مجلس کرتے ہیں اور میرے لئے ایک دوسرے کی زیارت کرتے ہیں اور میرے لئے باہم خرچ کرتے ہیں۔

بخاری و مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ سے روایت ہے۔انہوں نے فرمایا

(۱۱) عن النبی ﷺ قال سبعة یظلهم الله فی ظله یوم لا ظل الا ظله امام عادل ، وشاب نشاء فی عبادة الله تعالیٰ ورجل قلبه معلق بالمسجد و رجلان تحابا فی الله عزوجل اجتمعا علیه وتفرقا علیه و رجل دعته امراۃ ذات منصب و جمال فقال انی اخاف الله تعالیٰ ورجل تصدق بصدقة فا خفا ها حتی لا تعلم شماله ما تنفق یمینه ورجل ذکر الله خالیاً فضا ضت عیناه ۔ (بخاری: باب الصدقہ بالیمین)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ سات ایسے اشخاص ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ اس روز اپنے سائے میں جگہ عنایت فرمائے گا جس روز اس کے سائے کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا۔

۱۔ عادل بادشاہ

۲۔ وہ شخص جس نے اپنی تمام عمر اللہ کی عبادت میں گذاری ہو

۳۔ وہ شخص جس کا دل مسجد سے وابستہ ہو

۴۔ وہ دو شخص جو اللہ کیلئے آپس میں محبت رکھتے ہوں، خدا کیلئے ہی ملیں اور خدا کیلئے ہی جدا ہوں

۵۔ وہ شخص جسے کوئی منصب و جمال والی عورت بلائے تو وہ یہ کہے کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں

۶۔ وہ شخص جو خیرات کر کے اس طرح چھپائے اور وہ یہ کہے کہ اس کے دائیں ہاتھ کی نیکی کو بایاں ہاتھ بھی نہ جانے

۷۔ جو اللہ تعالیٰ کو تنہائی میں یاد کرے اور اس کی آنکھیں اشک بار ہو جائیں

﴿صحاح ستہ کے علاوہ احادیث﴾

حضرت انس رضی اللہ تعالٰی سے مروی ہے:

(۱۲) ان النبی ﷺ قال بدلاء امتی اربعون رجلاً اثنان وعشرون بالشام و ثمانیة عشر بالعراق ،کلما مات منهم واحد بدل الله مکانه اخر فاذا جآ ء الامر قبضوا کلهم فعند ذلک تقوم الساعة۔

(الکامل لابن عدی ج: 6،ص 378)

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا میری امت کے چالیس ابدال ہیں ان میں بائیس شام میں ہیں اوراٹھارہ عراق میں جب ان میں سے کوئی وفات پاتا ہے تو اللہ تعالٰی اس کی جگہ دوسرے کوقائم مقام کردیتا ہے جب قیامت قریب آ ئیگی تو سب اُٹھا لیئے جائیں گے۔

سیدنا ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی سے روایت ہے کہ:

(۱۳) قال رسول الله ﷺ ان الله تبارک و تعالیٰ فی الارض ثلث مائةِ رجل قلوبهم علی قلب آدم علیه السلام ،وله اربعون قلوبهم علی قلب موسیٰ علیه السلام، وله سبعة قلوبهم علی قلب ابراهیم علیه السلام ،وله خمسة قلوبهم علی قلب جبریل علیه السلام ،وله ثلاثة قلوبهم علی قلب میکائیل علیه السلام، وله واحد قلبه علی قلب اسرافیل علیه السلام، کلمامات الواحد ابدل الله مکانه من الثلاثة وکلمامات من الثلاثة ابدل الله مکانه من الخمسة وکلمامات من الخمسة ابدل الله مکانه من الاربعین وکلمامات من الاربعین ابدل الله مکانه من ثلاث مائة وکلمامات من ثلاث مائة ابدل الله مکانه

من مائة بهم يدفع البلاء عن هذه الامة۔

(مرقاۃ المفاتیح ج: 11 ص 409) (ابن عساکر ج:1، 302,303)

فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ اللہ تعالیٰ کے تین سو بندے روئے زمین پر ایسے ہیں، ان کے دل آدم علیہ السلام کے دل کی طرح کے ہیں اور چالیس ایسے اشخاص ہیں ان کے دل ابراہیم علیہ السلام کے قلب کی مانند ہیں اور پانچ ایسے ہیں کے ان کے دل جبرائیل علیہ السلام کے دل کی مانند ہیں اور تین ایسے ہیں کہ ان کے دل میکائیل علیہ السلام کے قلب کی مانند ہیں اور ایک مرد خدا ان میں سے ایسا ہے کہ جس کا دل اسرافیل علیہ السلام کے قلب کی مانند ہے۔ جب ان میں سے کوئی ایک فوت ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ تین میں سے ایک کو مقرر فرماتا ہے اور اگر تین میں سے کوئی ایک فوت ہو جائے تو اللہ تعالیٰ پانچ میں سے ایک کو مقرر فرماتا ہے اور اگر پانچ میں سے کوئی ایک فوت ہو جائے تو اللہ تعالیٰ سات میں سے کسی ایک کو مقرر فرماتا ہے اور ان ساتوں میں سے کوئی ایک فوت ہو جائے تو اللہ تعالیٰ ان چالیس میں سے ایک کو مقرر فرماتا ہے اور اگر چالیس حضرات میں سے کوئی ایک فوت ہو جائے تو اللہ تعالیٰ تین سو میں سے کسی ایک کو مقرر فرماتا ہے اور اگر ان تین سو میں سے کوئی ایک فوت ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اس کی جگہ عام لوگوں میں کسی کو مقرر فرماتا ہے اللہ تعالیٰ ان افراد کی برکت سے امت کی بلائیں اور مصائب دور فرماتا ہے۔

بعض روایات میں عزرائیل علیہ السلام کا ذکر آیا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کا ذکر نہیں ہوا بلکہ ان کی جگہ ابراہیم علیہ السلام کا ذکر ہے، اور اسی طرح ابراہیم علیہ السلام کی جگہ جبرائیل علیہ السلام کا، جبرائیل علیہ السلام کی جگہ میکائیل علیہ السلام کا میکائیل علیہ السلام کی جگہ اسرافیل علیہ السلام کا اور بعض دفعہ اسرافیل علیہ السلام کی جگہ عزرائیل علیہ السلام کا ذکر آیا ہے حدیث مذکورہ میں رسول اللہ ﷺ نے جس ایک بندے کا ذکر کیا ہے اس سے قطب کی ذات مراد ہے اور وہ غوث ہوتے ہیں ان کا مقام و مرتبہ دائرہ کے نقطہ کی حیثیت رکھتا ہے تمام عالم کا نظم و نسق ان سے متعلق ہوتا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث۔

(۱۴) الابدال یکونون بالشام وھم اربعون رجلاً۔ کلمامات رجل ابدل اللہ مکانہ رجلاً ، یُسقیٰ بھم الغیث۔ وینتصر بھم علی الاعداء، ویصرف عن اھل الشام بھم العذاب۔ (مسند احمد: ج؛ 1؛ص 112)

حضرت علی المرتضیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ ابدال شام میں ہوتے ہیں۔ یہ کل چالیس آدمی ہوتے ہیں، جب بھی ان میں سے کسی ایک کا انتقال ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسکی جگہ بدل کر کسی دوسرے کو مقرر فرمادیتے ہیں۔ (اسی وجہ سے انہیں ابدال کہا جاتا ہے) ان کی دعا کی برکت سے بارش برستی ہے۔ ان ہی کی برکت سے دشمنوں پر فتح نصیب ہوتی ہے اور اہل شام سے ان ہی کی برکت سے عذاب کو ٹال دیا جاتا ہے۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

(۱۵) أن للّٰہ عباداً یقال لھم الابدال لم یبلغو امابلغو ا بکثرۃ الصوم والصلوۃ ،والخشع وحسن الحلیۃ ولکن بلغوا صدق الورع و حسن النیۃ وسلامۃ الصدور والرحمۃ لجمیع المسلمین اصطفاھم اللہ لعلمہ واستخلصھم لنفسہ وھم اربعون رجلاًعلی مثل قلب ابراھیم علیہ السلام لایموتُ الرجلُ منھم حتی یکون اللہ قد انشأ من یخلفہ واعلم انھم یسبون شئیاًولا یلعنونہ ولا یؤذون من تحتھم ولا یحتقرونہ ولا یحسدون من فوقھم ،اطیب الناس خیراً والینھم عریکۃ واسخاھم نفساً لاتدرکھم الخیل المجراۃ ،ولا الریاح العواصف فیما بینھم وبین ربھم، انما قلوبھم تصعد فی السقوف العلٰی ارتیا حا الی اللہ تعالیٰ فی استباق الخیرات (اولیک حزب اللہ الا ان حزب اللہ ھم المفلحون)

(اتحاف السادۃ المتقین بشرح احیاء علوم الدین ج: 10 ص321)

وہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے کچھ بندے ہیں جنہیں ابدال کہتے ہیں ۔وہ حضرات اپنے اس مرتبے پر روزہ ،نماز،خشوع عاجزی کی کثرت اور حسن حلیہ کی وجہ سے نہیں پہنچے بلکہ اپنے ورع وتقوی کی سچائی ،نیت کی بہتری سینے کی سلامتی اور تمام مسلمانوں سے مہر و ہمدردی کی وجہ سے انہیں یہ مقام ملا ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے علم کیلئے انہیں منتخب کرلیا ،اور اپنی ذات پاک کیلئے خاص کرلیا ہے وہ چالیس حضرات ہیں ان کے قلب حضرت ابراھیم علیہ السلام کے قلب کی طرح ہیں ان میں سے کوئی اس وقت تک فوت نہیں ہوتا مگر اللہ تعالیٰ اس کی جانشینی کیلئے کسی کو پروان دے چکا ہوتا ہے ۔

یہ جان لو! وہ کسی چیز کو نہ گالی سے یاد کرتے ہیں اور نہ اس پر لعنت کرتے ہیں اور نہ برا بھلا کہتے ہیں، نہ اپنے ماتحتوں کو ایذاء دیتے ہیں نہ انہیں حقیر سمجھتے ہیں، نہ اپنے اوپر والوں سے حسد کرتے ہیں بھلائی میں سب سے بہتر ہیں طبیعت میں سب سے نرم ،مزاج کے اعتبار سے سب سے سخی ہیں ،ان کے دل کی خوشنودی کیلئے اور اس کی جانب اشتیاق کے باعث نیکیوں میں مسابقت میں اونچی اونچی چھتوں کو زیر کردیتے ہیں یہی اللہ کا گروہ ہے ۔باخبر رہو کہ اللہ کا گروہ ہی فلاح وکامیابی پانے والا ہے ۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا

(۱۶) قال رسول اللہ ﷺ ان لِلّٰہ خواص یسکنھم الرضیع من الجنان کانوا اعقل الناس قال قلنا یا رسول اللہ ﷺ ! فکیف کانوا اعقل النا س ؟ قال کانت ھمتھم المسابقۃ الی ربھم عزوجل والمسارعۃ الیٰ ما یرضیۃ، وزھدوافی فضول الدنیا ورياستھا و نعیمھا فھانت علیھم فصبر و اقلیلا واستراحوا طویلاً (حلیۃ الاولیاء ج: 1ص 17)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ خاص بندے ہیں، جنہیں وہ جنتوں میں بلند مقام پر رکھے گا اور وہ لوگ سب سے زیادہ عقلمند ہیں؟ فرمایا ان کی تمام سعی و ہمت اللہ کی

طرف مسابقت اور اسے خوش کرنے والے کام میں تیزی وسرعت ہوتی ہے دنیا اس کی فضولیات، ان کی ریاست وعیش سے انہیں بالکل بے رغبتی ہے ۔جس کے باعث دنیا انکے نزدیک حقیر ٹھہری تو انہوں نے اس دنیا میں مختصر عرصہ صبر کیا مگر اس کے بعد طویل نعمت سے سرفراز ہوئے۔

امام حسین بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔

(۱۷) اکثروا معرفة الفقراء واتخذ واعنهم الایادی فان لهم دولة قالوا یارسول الله، وما دولتهم؟ قال اذاکان یوم القیامة قیل لهم انظر وامن اطعمکم کسرة اوکساکم ثوباً فخذوا بیده ثم امضوابه الی الجنة۔

(اتحاف السادق المتقین ج: 11 ص 546)

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

فقراء کی پہچان رکھواوران کے ہاں سے نعمت حاصل کرو۔کیونکہ ان کے پاس دولت ہے۔انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ان کی دولت کیا ہے؟ فرمایا جب قیامت کا دن ہوگا تو ان سے کہا جائیگا تلاش کرو کس نے تمہیں کھانا کھلایا یا پانی پلایا یا تمہیں لباس پہنایا ان کا ہاتھ پکڑ کر انہیں جنت میں لے جاؤ۔

ترمذی میں حضرت شداد بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ حدیث حسن مروی ہے کہ:

(۱۸) عن النبی ﷺ انه قال الکیس من دان نفسه و عمل لما بعد الموت والعاجز من اتبع نفسه هوا ها وتمنی علی الله تعالیٰ۔

(الترمذی کتاب صفة القیامة حدیث نمبر 2464)

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ عقل مند آدمی وہ ہے جو اپنے نفس کا محاسبہ کرے اور موت کے بعد کیلئے عمل کرے اور عاجز و ناسمجھ وہ ہے جو اپنے نفس کو خواہشات کی پیروی میں لگا دے، اور اللہ تعالیٰ سے بہت سی تمنائیں لگائے رکھے۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے کہ:

(۱۹) الصدقة افضل قال جهد المُقل

(سنن ابوداؤد، کتاب الذکوۃ حدیث نمبر 1677)

افضل ترین صدقہ وہ ہے جو تنگدست اپنی مشقت سے کرے موصوف حضرت خواجہ کرامت حسین رحمتہ اللہ علیہ یقیناً انہی نفوس قدسیہ میں سے ایک ہیں جن کی زندگی ذکر الٰہی کی صدائیں بلند کرنے میں گذری، جن کا اوڑھنا بچھونا صرف ''اللہ ہو'' تھا فقر و مستی جن کا شعار تھا اور استغناء و توکل جن کا لباس تھا۔ جن کا ہر ہر لمحہ یادِ الٰہی اور سنت مصطفیٰ ﷺ کا سبق دینے میں بسر ہوا۔ سفر میں دوران محافل دس دس بارہ بارہ میل کا سفر پیدل فرماتے وہ بھی جون کی تپتی جھلستی ہوئی گرم لو میں جب کہ ان کا مقصد صرف سنگیوں کی تربیت، یادِ الٰہی اور ذکر الٰہی کی اشاعت تھا۔ خدمت خلق، فلاح انسانیت اور بہبود انسانیت جن کا سب سے اہم مقصد تھا۔

؎ خدا رحمت کند این طینت پاک را

انہی پاک باز نفوس کا تذکرہ کرنا، حالات جمع کرنا اور تاریخ لکھنا نہ صرف ایک سعادت ہے بلکہ میں سمجھتا ہوں کہ ایک بڑی عبادت بھی ہے۔

؎ گر قبول افتد زہے عز و شرف

﴿بیعت﴾

اللہ رب العزت مختلف عہو داور معاہدات کے پورا کرنے کے متعلق احکامات مختلف انداز میں جاری فرماتا ہے اور مسلمانوں کو اس کی پابندی کی اہمیت وضرورت بیان فرماتا ہے۔

وَاَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا عٰهَدْتُّمْ وَلَا تَنْقُضُوا الْاَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيْدِهَا وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللّٰهَ عَلَيْكُمْ كَفِيْلًا ؕ (النحل:91)

اور پورا کرو اللہ کا عہد جب تم عہد کر چکے ہو اور قسموں کو ان کے استحکام کے بعد نہ توڑو، درآں حالانکہ تم اللہ کو گواہ بنا چکے ہو۔

وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ ۚ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا (بنی اسرائیل:34)

اوراپنے عہد کو پورا کیا کرو، بیشک عہد کے بارے میں پوچھا جائے گا۔

قرآن حمید کی ان واضح آیات کی روشنی میں حضور رحمت دو عالم ﷺ بیعت لیا کرتے تھے۔ اور بیعت کا یہ طریقہ کسی ایک ہی طرز کے ساتھ مخصوص نہیں تھا، کبھی آپ تنہا مردوں سے بیعت لیتے کبھی لوگوں کی ایک جماعت سے کبھی عورتوں سے اور کبھی آپؐ نابالغ بچوں سے بھی بیعت لیتے تھے۔

احادیث کی روشنی میں:

صحیح بخاری میں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ

قال : بایعونی علی ان لا تشر کوا باالله شیئًا ولا تسر قوا ولا تزنوا ولا تقتلوا اولا دکم ولا تاتوا ببهتان یفترینه بین ایدیکم وارجلکم وان لا تعصوا فی معروف فمن وفیٰ منکم فاجره علی الله ومن اصاب من ذلک شیئا فعوقب فی الدنیا فهو کفارة له ومن اصاب من ذلک شیئا ثم ستره

اللہ فھو الی اللہ ان شاء عفاعنہ وان شاء عاقبہ فبا یعناہ علی ذلک

(بخاری۔کتاب الایمان ج ا صفحہ ۷)

ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا لوگو! میرے ہاتھ پر بیعت کرو اس بات کی کہ اللہ تعالٰی کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرو گے۔چوری نہیں کرو گے زنا نہیں کرو گے،اپنی اولاد کو قتل نہیں کرو گے، اپنے بھائی کے ہاتھ پاؤں کے بارے میں کسی پر بہتان نہیں باندھو گے ۔نیکی کی باتوں میں میری نافرمانی نہیں کرو گے۔سو تم میں سے جو آدمی اس عہد کو پورا کرے گا اسکا اجر اللہ کے ہاں ہے ۔اور جو کوئی شخص ان گناہوں میں سے کسی گناہ میں ملوث ہو گیا اور دنیا ہی میں اسے اسکی (شرعی) سزا مل گئی تو وہ سزا اس کی آخرت کیلئے کفارہ بن جائے گی ۔اور جس سے یہ گناہ سرزد ہوئے پھر اللہ تعالٰی نے اس کی پردہ پوشی کر دی تو یہ معاملہ اللہ کے سپرد ہے۔وہ چاہے تو اسے معاف کر دے اور چاہے تو اسے سزا دے۔پھر ہم لوگوں نے ان باتوں پر حضور ﷺ سے بیعت کی۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہی ایک اور روایت ہے۔

قال کنا عند رسول اللہ ﷺ فقال ھل فیکم غریب؟یعنی من اھل الکتاب فقلنا یا رسول اللہ لا فامر بغلق الباب فقال ارفعوا ایدیکم وقولوا لا الہ الا اللہ ثم قال الحمد للہ اللھم انک بعثتنی بھذہ الکلمۃ وامرتنی بھاو وعدتنی علیھا الجنۃ وانک لا تخلف المیعاد ثم قال رسول اللہ ﷺ الا ابشروافان اللہ قد غفرلکم

(الترغیب والترہیب ج 2:514)

راوی نے بتلایا کہ ایک دن ہم لوگ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے کہ آپ نے دریافت فرمایا تم لوگوں میں اس وقت کوئی غیر آدمی (اہل کتاب) تو نہیں ہے؟ ہم نے عرض کیا نہیں یا رسول اللہ ﷺ تب آپ نے دروازہ بند کرنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ اپنے ہاتھ

بلند کرو اور کہو لا الہ الا اللہ (ہم نے ہاتھ اُٹھائے اور کہا لا الہ الا اللہ) پھر آپ نے ارشاد فرمایا الحمد اللہ! اے میرے اللہ تو نے انہی کلمات کے ساتھ مجھے مبعوث فرمایا اسی کا مجھے حکم دیا اور اسی کلمے کے پڑھنے پر مجھ سے جنت کا وعدہ فرمایا ہے اور تو وعدہ خلافی نہیں کرتا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا اے لوگو! خوش ہو جاؤ اللہ تعالیٰ نے تمہیں بخش دیا ہے۔

طبرانی، ابونعیم، حاکم اور بیہقی نے حضرت بشیر بن الخصاصیۃ سے روایت نقل کی کہ وہ فرماتے ہیں کہ:

اتیت رسول الله ﷺ لا بایعه فقلت علام تبا یعنی یارسول الله ﷺ؟ فمد رسول الله یده اطیقی فقال تشهدان لااله الاالله وحده لاشریک له وان محمدًا عبده و رسوله وتصلی الصلوات الخمس لوقتها وتؤدی الزکوة المفروضة و تصوم رمضان و تحج البیت وتجاهد فی سبیل الله قلت یا رسول الله کلا نطیق الا باثنین فلا اطیقها اَماالزکوة والله ما لی الا عشر ذودهن و حمو لهن واما الجهاد فانی رجل جبان ویزعمون ان من ولی فقد یغضب جبان من الله فقبض رسول الله یده ثم حرکها ثم قال یا بشیر لا صدقة ولا جهاد فبم اذاء دخل الجنة؟ قلت یا رسول الله اُبْسُطْ یدیک وبسط یده فبایعته علیهن ه (مسند احمد ۱:۳۲)

حضرت بشیر بن خصاصیہ سے روایت ہے کہ میں ایک مرتبہ حضور نبی کریم ﷺ کے دست مبارک پر بیعت کرنے کے ارادہ سے گیا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ کس بات پر بیعت لیتے ہیں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اس بات پر کہ گواہی دے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ یکتا اور تنہاء ہے، اور محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں، پانچ وقت کی نماز وقت پر ادا کرو گے، فرض زکوٰۃ ادا کرتے رہا کرو گے، رمضان کے روزے رکھو گے، اللہ کے راستے میں جہاد کرو گے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہر بات کو پورا کرنے کی میرے

اندر طاقت ہے البتہ دو کام مجھ سے نہیں ہو سکتے ایک تو زکوٰۃ کی ادائیگی کیونکہ میرے پاس کل 10 اونٹ ہیں انہیں کے دودھ پر میرے اہل وعیال کا گذارہ ہے اور انہیں سے باربرداری کا کام لیتا ہوں اور دوسرے جہاد کہ میں بزدل آدمی ہوں اور سنا ہے کہ جو میدان جہاد سے فرار کا راستہ اختیار کرئے گا اللہ تعالیٰ کا اس پر غضب نازل ہوتا ہے۔ مجھے اندیشہ ہے کہ جہاد کے موقع پر کہیں جان کے ڈر سے بھاگ نہ جاؤں اسطرح میں عذاب الٰہی میں گرفتار ہو جاؤں گا۔ یہ سن کر آپ ﷺ نے اپنا دست مبارک کھینچ لیا اور اپنے ہاتھ کو حرکت دیتے ہوئے ارشاد فرمایا بشیر! جب زکوٰۃ نہیں، جہاد نہیں تو کس بنیاد پر تو جنت میں داخل ہو گا؟ یہ دیکھ کر میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! دست مبارک دراز فرمایئے میں بیعت کروں گا۔ آپ ﷺ نے دست مبارک دراز فرمایا اور میں نے ان تمام باتوں پر آپ ﷺ سے بیعت کی۔

حضرت جریر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ:

قال قلت یا رسول اللہ ﷺ اشترط علی فانت اعلم باالشرط، قال ابایعک ان تعبدالله وحده لا تشرک به شیئاً و تقیم الصلوۃ وتوتی الزکوٰۃ و تنصح المسلم و تبرء من الشرک

(السنن النسائی باب البیعۃ علی النصح)

میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ میرے اوپر شرائط عائد فرمائیں کیونکہ آپ ﷺ (بیعت وایمان کے شرائط کا علم) مجھ سے زیادہ رکھتے ہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا میں تجھ سے اس بات پر بیعت لیتا ہوں کہ تو صرف اللہ وحدہ کی عبادت کرے گا اور اسکے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائے گا، نماز قائم کرے گا، زکوٰۃ ادا کرے گا اور ہر مسلمان کی خیر خواہی کرے گا۔

حضرت امیمہ بنت رقیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

قالت اتیت رسول اللہ ﷺ فی نسوۃ یبایعنہ فقلن نبا یعک یارسول اللہ ﷺ علی ان لانشرک باللہ شیئا ولا نسرق ولا نزنی ولا نقتل اولادنا ولا ناتی ببھتان نفتریہ من بین ایلینا وارجلنا ولا نعصیک فی معروف۔فقال رسول اللہ ﷺ فیما استطعتن فقلن اللہ و رسولہ ارحم بنا من انفسنا ھلم نبا یعک یا رسول اللہ فقال انی لا اصافحُ النسآء انما اقول لمائۃ امرءۃ اقول لا مراۃ واحدۃ (الترمذی کتاب السیر 249)

حضرت امیمہ بنت رقیہ رضی اللہ عنہا نے بتلایا کہ میں بہت سی عورتوں کے ہمراہ حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں بیعت ہونے کیلئے حاضر ہوئی عورتوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ ہم آپؐ کے دست مبارک پر بیعت کرتے ہیں کہ اللہ کے سوا کسی کو شریک نہیں کریں گی ، چوری نہیں کریں گی ، زنا نہیں کریں گی ، اپنی اولاد کو قتل نہیں کریں گی ، کسی پر بہتان نہیں باندھیں گی ، نیک باتوں کے حکم میں آپ ﷺ کی نافرمانی نہیں کریں گی ، حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ! یہ کہو کہ جتنا ہو سکے گا یا جتنے کی طاقت ہو گی ہم نے کہا کہ ہم سے زیادہ اللہ اور اس کا رسول ہم پر رحم کرنے والے ہیں دست مبارک بڑھایئے یا رسول اللہ ﷺ کہ ہم بیعت کریں ۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں عورتوں سے ہاتھ نہیں ملاتا ۔ جو بات سو عورتوں سے کہتا ہوں وہی بات ایک عورت کیلئے ہے ۔ بیعت کے مسنون ہونے پر بحث کرتے ہوئے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اپنی کتاب القول الجمیل میں **"ان الذین یبا یعونک انما یبا یعون اللہ یداللہ فوق ایدیھم"** کی تفسیر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں

استفاض عن رسول اللہ ﷺ ان الناس کانوا یبایعونہ تارۃ علی الھجرۃ والجھاد و تارۃ علی اقامۃ ارکان الاسلام و تارۃ علی الثبات والقرار فی معرکۃ الکفار و تارۃ علی التمسک بالسنۃ والاجتناب عن البدعۃ والحرص علی الطاعات کما صح انہ ﷺ بایع نسوۃ من الانصاران لا ینخن

وروىٰ ابن ما جة انه بايع ناساً من فقراء المهاجرين علىٰ مابه ان لا يسئل الناس شيئا فكان احدهم يسقط سوطة فينزل من فرسه فياخذه ولا يسئال احد و مما لاشک فيه والا شبهة انه اثبت عن رسول اللهﷺفعل على سبيل العبادة والا هتمام بشانه فانه لاينزل عن كونه سنة فى اللين ٥

اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے حبیب مکرمﷺ بے شک جولوگ آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں وہ اللہ کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں (کیونکہ) اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے۔

اور احادیث مشہورہ سے ثابت ہے کہ نبی کریمﷺ لوگوں سے بیعت لیتے کبھی ہجرت اور جہاد اور ارکان اسلام کے قائم کرنے پر (یعنی صوم صلوۃ، حج، زکوۃ) اور کبھی معرکہ حق و باطل کے وقت ثبات و قرار پر کبھی سنت سے تمسک کرنے اور بدعت سے بچنے پر اور عبادات پر حریص ہونے پر اور صحیح حدیث میں ہے کہ آنحضرتﷺ نے انصاری عورتوں سے نوحہ نہ کرنے پر بھی بیعت لی۔ اور ابن ماجہ میں روایت ہے کہ آپﷺ نے غریب اور محتاج مہاجرین سے اس بات پر بیعت لی کہ وہ کسی سے سوال نہیں کریں گے چنانچہ سوال کرنے میں بعض حضرات صحابہ کا یہ حال تھا کہ اگر ان کا کوڑا بھی گر جاتا تو سواری سے اتر کر وہ کوڑا اٹھا لیتے مگر کسی سے سوال نہ کرتے۔ اور اس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے کہ جو فعل نبی کریمﷺ سے بطریق عبادت و اہتمام نہ کہ طریق عادت ثابت ہو وہ سنت نبویﷺ سے کم درجے کا نہیں ہو سکتا۔ المختصر۔ حضرات صوفیاء کرام سے جو طریقہ بیعت رائج ہے یہ آپﷺ کی سنت متواترہ کے طور پر جاری ہے۔ سورۃ فتح میں جہاد کیلئے بیعت لی گئی اور اس آیت کے مطابق صاف ظاہر ہے کہ یہ بیعت تزکیہ نفس کیلئے تھی۔ تا کہ برے اخلاق سے بچا جائے۔

معالم التنزیل میں علامہ بغوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ آقا علیہ الصلوۃ السلام نے مردوں سے بھی صفا کی پہاڑی پر بیعت لی اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو فرمایا اب عورتوں سے بیعت لو تو پہاڑی سے نیچے اتر کر بیعت لو۔

(1) بیعت صرف جہاد کیلئے یا خلافت کیلئے ہی نہیں بلکہ اخلاق رذیلہ کی تبدیلی کیلئے بھی ہوتی ہے جو مجاہدہ نفس اور تزکیہ نفس کے زمرہ میں آتی ہے۔

(2) حضور نبی کریم ﷺ سے بیعت کو خاص نہیں کیا گیا بلکہ عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ کو بھی بھیجا۔لہٰذا مشائخ طریقت بھی اس بیعت کے مجاز ہیں جس طرح حضور نبی کریم ﷺ نے اجازت فرمائی تھی۔

(3) یہ عمل تواتر سے ثابت ہے۔جس طرح تصوف تواتر سے ثابت ہے بیعت بھی تواتر سے ثابت ہے بیعت لینا سنت مصطفی ﷺ ہے اس لئے متواتر یہ سلسلہ چلا آرہا ہے۔حضور نبی کریم ﷺ نے کبھی ارکان اسلام کی پابندی پر کبھی شریعت پر عمل کرنے اور کبھی گناہوں کے چھوڑنے پر بیعت لی (جیسا کہ حدیث میں مذکور ہے۔توبہ و تزکیہ نفس کیلئے بیعت کی سنت قائم کرنے کیلئے علماء ربانین ومشائخ طریقت صحابہ کرام سے لیکر آج تک چلی آرہی ہے حضرت سلمان فارسیؓ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے طریقت کی بیعت کی،حضرت امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علی کرم اللہ وجھہ سے طریقت کی بیعت کی۔شیخ کامل کی نظر معیت اور محبت کے بغیر اخلاص ویقین پیدا نہیں ہوسکتا۔اسی لئے شیخ کی ضرورت ہوتی ہے۔اس روشن حقیقت کو کون جھٹلا سکتا ہے۔بلکہ یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ کامل شیخ کے بغیر تزکیہ نفس ہو ہی نہیں سکتا۔طریقت کا مقصد صرف بیعت تک محدود نہیں بلکہ عمل کی اصلاح اور بہتری کیلئے بیعت کی جاتی ہے اگر بیعت کے بعد بھی انسان میں تبدیلی نہ آئے تو بیعت بے مقصد ہوجاتی ہے

شیخ کامل (مرشد) کی ضرورت:

امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔سالک کے منزل مقصود تک پہنچنے کیلئے طلب صادق اور درد وشوق سب سے پہلی شرط ہے۔درد وطلب کی یہ محافظت شیخ کامل کے ملنے تک ہے۔اس کے بعد اپنی تمام مرادیں شیخ کے سپرد کردینی چاہیے اور اسکی خدمت

میں "مردہ بدست غسال" کی طرح ہو جانا چاہئے اپنی تمام خواہشات کو ترک کر کے شیخ کامل کی رضا کے تابع کر دینا چاہئے۔ شیخ کی رضا کو اللہ تعالیٰ کی رضا سمجھے۔ اور اس کی ناراضگی کو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سمجھے۔ حصول فیض کیلئے تسلیم وانقیاد ہی پہلی منزل ہے۔ اہل طریقت کے نزدیک اس کی اصل قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔ جیسا کہ

(۱) قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ **(آل عمران:۳۱)** اور دوسرے مقام پر (۲) اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ ج **(النساء:۹۵)** نیز آیت مبارکہ **فان** (۳) قَالَ فَاِنِ اتَّبَعْتَنِیْ فَلَا تَسْئَلْنِیْ عَنْ شَیْءٍ حَتّٰی اُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا ۝ **(کہف:۷۰)** میں خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حصول علم وفیض کیلئے تسلیم اطاعات اور افعال خضری پر اعتراض نہ کرنے پر پابند رہنے کی تاکید فرمائی۔

چونکہ شیخ کامل، مریدوں کے درمیان نبوت کی وراثت کے طور پر نبی کا قائم مقام ہوتا ہے۔ لہٰذا شیخ کے آداب بھی آداب نبوت کی نہج پر استوار کرنے چاہیے۔ مشائخ نے اپنی کتابوں میں یہ روایت نقل فرمائی ہے کہ **الشیخ فی قومه کاالنبی فی امته** شیخ اپنے مریدوں کے درمیان اسطرح ہوتا ہے جس طرح نبی اپنی امت کے درمیان۔ لیکن یہ آداب شیخ کامل کے ہیں۔ شیخ ناقص اور گندم یا جوفروش، خلاف شرع پیروں اور ملنگوں کیلئے ہرگز نہیں ہو سکتے اس لئے کہ یہ خریدار معلوم ہوتے ہیں مختصر طور پر شیخ کامل کی تعریف اور اس کی علامات بیان کی جاتی ہیں۔

(۱) شیخ کامل وہ ہوتا ہے جو عالم ربانی ہو اور اہلسنت کے معتقدات پر یقین رکھتا ہو۔

(۲) متبع سنت اور پابند شریعت ہو۔

(۳) صاحب اجازت وخلافت ہو۔

(۴) اسکا شجرہ طریقت مستند ومتصل ہو۔

(۵) مرتبہ احسان پر فائز ہو اور صاحب مشاہدہ ہو۔

(۶) اپنے سلسلہ طریقت کا سلوک طے کر چکا ہو۔

(۷) خود بھی کامل ہو اور دوسروں کو بھی کامل بنا سکتا ہو، نیز احوال و مقامات کا تفصیلی علم اور معرفت رکھتا ہو، مشاہدات و تجلیات کی حقیقت جانتا ہو جبکہ کشف والہام کا حصول اور واقعات کی تعبیرات کا ظہور اس بلند مقام کے لوازمات سے ہے۔

شیخ ناقص:

شیخ ناقص وہ ہوتا ہے جس نے سلوک طے نہ کیا ہو، سنت و شریعت کا تابع نہ ہو۔ اور مذکورہ آداب و شرائط پر پورا نہ اترے۔ ایسے شیخ ناقص کی مثال ''نیم حکیم خطرہ جان'' جیسی ہے۔ اسکی صحبت زہر قاتل ہے۔ اس سے طریقہ اخذ کرنا اپنی استعداد و صلاحیت کو ضائع کرنا ہے۔

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست
پس بہر دست نباید داد دست

شیخ ناقص دراصل وصول الی اللہ کی راہ میں رکاوٹ ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی طلب اور درد شوق میں وفور کا سبب بنتا ہے۔ ایسے شیخ ناقص کی صحبت اور بیعت سے دور رہنا چاہئے۔ وہ خود بھی گمراہی میں ہوتا ہے۔ اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتا ہے۔ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کشف المحجوب میں رقمطراز ہیں۔

شیخ دراصل دعوت الی الحق میں نبی کا نائب ہوتا ہے۔ اسلئے ضروری ہے کہ شیخ اس درجہ کا کامل ہو کہ اپنے مرید کے احوال سے پورا پورا واقف ہو کہ یہ مرید درجہ کمال تک کیسے پہنچے گا۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ آگے چل کر مردود طریقت ہو جائے گا۔ اگر شیخ یہ محسوس کرے کہ مرید طریقت کے انتہائی منازل طے کرے گا تو اسکی پرورش کرے اور اس پر نگاہ رکھے۔ مشائخ اصل میں قلوب کے طبیب ہوتے ہیں۔ جو طبیب مریض سے جاہل ہو وہ اپنی تجویز کردہ دوا

سے مریض کو ہلاک کر دے گا۔یعنی شیخ جب اپنے مرید کا مکمل طور پر باطن صاف کرے تب اسے خرقہ پہنائے۔اسکے بعد خرقہ پوش کا فرض ہے کہ خرقہ کے حقوق کا لحاظ رکھے اور ان حقوق کی ادائیگی میں ہمہ تن مشغول رہے۔

"الشیخ الکامل المکمل اذا اراد تربیۃ ھذا الطالب وتشنکہ احتاج اولا الیٰ ازا لۃ ما اصاب من السالک الناقص"

یعنی شیخ کامل اکمل جب طالب (مرید) کی تربیت کرنے اور اس طریق پر چلانے کا ارادہ کرتا ہے تو پہلے اس خرابی کو دور کرنے کی ضرورت محسوس کرتا ہے۔جو اسے شیخ ناقص سے پہنچی ہو۔پھر اس کے زمین قلب میں اس کی استعداد کے مطابق عمدہ تخم (بیج) ڈالتا ہے۔ تب اس سے اچھی کھیتی آنے کی امید وابستہ ہوتی ہے۔جیسا کہ **مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ** o اور **وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيْثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيْثَةِ** (ابراہیم:24،26)

سے ظاہری مفہوم میں مدد مل سکتی ہے۔

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانیؒ کے نزدیک شیخ کامل اکمل کی صحبت کبریت احمر اور سرخ رنگ کی گندھک کی طرح اکسیر ہے۔اس کی نظر دوا اور اس کا کلام شفاء ہے۔چنانچہ حسب تصریحات صوفیائے کرام شیخ کامل کے شرائط وقیود درج ذیل ہیں

پابند عقیدہ اہل سنت ،عالم قرآن و حدیث ،عادل ،متقی،عامل بالکتاب والسنۃ، زاہد فی الدنیا، راغب فی الآخرۃ، آمر بالمعروف، ناہی عن المنکر ،مجذوب سالک سلوک تمام کردہ، صاحب اجازت وخلافت ہو شِفاء العلیل وغیرہ کتب التصوف میں شیخ کی دو اقسام درج ہیں۔

1۔مجذوب سالک (محبوب) 2۔سالک مجذوب (محبّ)

طالب کیلئے شیخ اول کی صحبت اکسیر اور عزیز الوجود ہے۔ورنہ شیخ ثانی کی صحبت کو ہی غنیمت سمجھنا چاہیئے۔

مرید کی تعریف:

وہ سالکین جو اپنے ارادہ کو اللہ کے ارادے میں محدود و فنا کر کے راضی برضا ہو جائیں، مرید کہلاتے ہیں۔ اہل تصوف کا قول ہے "**المرید من لا یرید الا اللہ** "۔ مرید وہ شخص ہے جو اللہ کے سوا کوئی ارادہ نہ رکھتا ہو۔ چونکہ مرید اپنے شیخ کے ساتھ یہی نسبت رکھتا ہے اسلئے اسکو مرید کہا جاتا ہے۔ نیز یہ بھی کہا گیا ہے کہ جو سلوک و ریاضت اور توبہ و انابت کے راستے خدا تک پہنچیں وہ مرید اور محبّ کہلاتے ہیں۔

مراد کی تعریف:

وہ اولیاء کرام جن کو جذبہ الٰہی نے اپنی طرف کھینچ لیا ہو اور بلا کسب و ریاضت محض فضل الٰہی کے راستے خدا تک پہنچیں، مراد اور محبوب کہلاتے ہیں۔

مراد اور مرید:

امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دعوت و ارشاد کا یہ مقام حاصل ہو جانا آسان کام نہیں بعض اوقات مراد ہونے کے باوجود اسقدر مشکل اور سخت منزلوں سے دو چار ہونا پڑتا ہے کہ مرید لوگ ہزار سال کی محنتوں کے بعد بھی یہ مقام حاصل نہیں کر سکتے کیونکہ یہ کمالات مراد اور محبوب اولیاء کے ساتھ مخصوص ہیں، بلکہ مرید تو اس وادی میں قدم بھی نہیں رکھ سکتا۔

توجہ شیخ:

شیخ کا اپنی ارادی اور قلبی طاقت سے طالب کے دل پر اثر ڈال کر اس کی باطنی حالت میں تبدیلی پیدا کر دینا توجہ شیخ کہلاتا ہے۔ سلوک کی منازل میں شیخ ہر سبق کیلئے توجہ کے ذریعے طالب کے لطائف پر فیض القاء کرتا ہے اسکو تصرف یا ہمت بھی کہا جاتا ہے۔

توجہ کا سلوک قرآن وحدیث سے:

حضرت یعقوب علیہ السلام کی توجہ اولاد کے لئے اصلاح احوال کا ذریعہ ثابت ہوئی ارشاد ربانی ہے

يَخْلُ لَكُمْ وَجْهُ اَبِيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا مِنْۢ بَعْدِهٖ قَوْمًا صٰلِحِيْنَ o(یوسف:9)

یعنی تمہارے باپ کی توجہ تمہاری طرف ہوگی تو اس کے بعد تم صالحین بن جاؤ گے۔

یہاں صالحیت سے مراد صالحیت دینیہ بھی ہے اور دنیویہ بھی۔

اِذْ يُوْحِيْ رَبُّكَ اِلَى الْمَلٰٓئِكَةِ اَنِّيْ مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ......

(الانفال:12)

یعنی یاد کرو جب تمہارا رب فرشتوں کو حکم دیتا تھا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں پس تم ایمان والوں کو ثابت قدم رکھو، یعنی ان کی ہمت بڑھاؤ۔

فرشتوں کے ایمان والوں کو ثابت قدم رکھنے اور ان کی ہمت بڑھانے کی یہی صورت ہے کہ ان کے دل میں ایسی قوت اور جذبہ القاء کریں کہ وہ کفار کے مقابلے میں مضبوطی دکھائیں، اور ڈٹ کر لڑیں، یہ عمل بھی توجہ ہی کہلاتا ہے۔

اسی طرح وحی کے نزول کے وقت جبریل امین علیہ السلام کا حضور نبی کریم ﷺ کو دبانا قوت توجہ اور قوت ہمت کا واضح ثبوت ہے۔ جیسا کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا **فغطنی حتٰی بلغ منی الجهد** یعنی جبریل نے مجھے دبایا یہاں تک کہ مجھے مشقت پہنچی اس حدیث مبارکہ کی تشریح میں عارف کامل حضرت عبداللہ بن ابی حمزہ لکھتے ہیں۔

جرم الغط بالمغط وضمه اليه وهو احدى طرق الاضا فة يحدث به في الباطن قوة نورانية (بهجة النفوس)

اس حدیث میں اس امر پر دلیل ہے کہ دبانے والے کا اتصال اس کے جسم سے ہوا جسکو دبایا گیا تو یہ اتصال حصول فیض کا ایک طریقہ ہے۔ جس سے باطن میں قوت نورانیہ ہو جاتی ہے اسی طرح احادیث مبارکہ میں حضور نبی کریم ﷺ کا سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ، حضرت علی

المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ عنہ، حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ، حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ، اور دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ عنھم اجمعین کے ہاتھ پکڑ کر، سینے پر ہاتھ رکھ کر، سر سے ناف تک ہاتھ پھیر کر، نظر خاص فرما کر توجہ کے ذریعے احوال و کیفیات بدل دینا تواتر کے ساتھ ثابت ہے۔ اسی طرح اولیاء کرام کی توجہات اور تصرفات سے بے شمار انسانوں کے دلوں اور دماغوں میں انقلاب پیدا ہونا، توبہ کی توفیق ملنا، اور فیض ولایت حاصل ہونا بھی تسلسل کے ساتھ ثابت ہے۔ جس سے کسی بھی اہل عقل و فہم کو انکار نہیں ہو سکتا۔

اعتراض اور جواب:

توجہ شیخ کیلئے طالب اور مرید کے قلب میں قبولیت کی استعداد کا ہونا ضروری ہے۔ اس لئے یہ اعتراض فضول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے چچا ابو جہل، ابو لہب وغیرہ پر توجہ کیوں نہ فرمائی؟۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اہل اللہ کی توجہات حکمت خداوندی کے تابع ہوتی ہیں کیونکہ ہدایت و ضلالت اللہ تعالیٰ کی مشیت و مرضی پر منحصر ہے۔ يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّيَهْدِىْ بِهٖ كَثِيْرًا ط (البقرہ 26)

اولیاء کرام سے ازالہ گناہ، القائے توبہ، حل مشکلات، سلب امراض اور احیائے اموات کیلئے بھی توجہ ڈالنا ثابت ہے اور یہ معاملہ ان کی کرامات کے زمرے میں آتا ہے۔

طریق توجہ:

شیخ اپنے مرید کو سامنے بٹھا کر اپنے قلب کو اس کے قلب پر غالب کرے۔ خطرہ غیر کو اس کے قلب پر آنے سے روک کر جذبہ قلبی کے ساتھ مرید کے دل پر اپنی نسبت القاء کرے اور اپنے آپ کو ہر قسم کے خیالات سے خالی کر کے اپنے نفس ناطقہ کی طرف اس نسبت میں متوجہ ہو جائے۔ جس کو طالب کے دل میں ڈالنا منظور ہو اور پوری باطنی ہمت کے ساتھ یہ تصور کرے کہ میرے دل سے فیوض و انوار طالب یا مرید کے دل میں سرایت کر رہے ہیں۔ بفضل خداوندی طالب کی قابلیت اور استعداد کے مطابق اسکو فیوض و برکات حاصل

ہونگی ۔اس طرح مرید کے جس لطیفہ میں ذکر جاری کرنا مقصود ہو اپنے اسی لطیفہ کو مرید کے لطیفہ کے مقابل سمجھ کر ہر قسم کے خیالات کو دونوں طرف سے روک کر مرید کے دل کی طرف کھینچے۔اور اسم ذات کی ضرب لگائے تا کہ اس توجہ اور ضرب کے اثر سے مرید کے اس لطیفہ میں جنبش پیدا ہو کر ذکر جاری ہو جائے ۔اتنی دیر تک متوجہ رہے اور روزانہ اس عمل کا تکرار جاری رکھے تا کہ توجہ کی تاثیرات راسخ ہو جائے ۔اگر مرید غیر حاضر ہو تو اس کی صورت کا تصور کر کے غائبانہ توجہ بھی دی جا سکتی ہے ۔جیسا کہ بعض مشائخ کا معمول منقول ہے

(البینات شرح مکتوبات ص169~170،172~173)

صرف ہمت کا مطلب یہ ہے کہ دل میں جمعیت اور یکسوئی رہے اور ارادہ مضبوط رہے تا کہ دل میں اس مراد کے سوا کوئی دوسرا خیال نہ آئے

طریق رابطہ:

رابطہ سے مراد یہ ہے کہ مرید اپنے شیخ کی صورت کو اپنے دل یا خیال میں محفوظ رکھے اس طرح کہ شیخ کا تصور اس پر غلبہ کر جائے جب یہ رابطہ بڑھ جائے اور ہر طرف شیخ کی صورت نظر آئے تو اسی کو فناء فی الشیخ کہتے ہیں ۔اس طریق رابطہ کو تصور شیخ کہا جاتا ہے۔

اثبات طریق رابطہ (تصور شیخ):

حضرت خواجہ عبداللہ احرار قدس سرہ نے فرمایا کہ "سایہ راپیر بہتر است از ذکر حق" یعنی رابطے کا طریقہ ذکر سے زیادہ مفید ہے ۔حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ "صاحب این معاملہ مستعد تام المناسبت" یعنی صاحب طریق رابطہ صاحب استعداد اور کامل مناسبت کا حامل ہوتا ہے۔

حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی رحمۃ اللہ علیہ نے طریق رابطہ کے ثبوت پر قرآن مجید کے دلائل بھی پیش کیے ہیں

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ o(التوبہ:119)

''اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ''۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

قال عبداللہ رضی اللہ عنہ کا نی انظر الی النبی ﷺ یحکی نبیاً من الانبیآء (بخاری صفحہ 495ج ا)

فرمایا کہ گویا میں دیکھتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ کی طرف کہ آپ ﷺ حکایت فرماتے ہیں حال ایک نبی کا منجملہ انبیاء کے۔

اس حدیث کا یہ جملہ گویا میں دیکھتا ہوں رسول اللہ ﷺ کی اس حالت کی طرف اشارہ ہے جو تصور شیخ کی مانند حقیقت سے طریق رابطہ کی صورت میں خودبخو دطاری ہوجاتی ہے اور کبھی بتکلف پیدا ہوجاتی ہے۔

تصور شیخ کے فوائد:

تصور شیخ کے بیشمار فوائد ہیں

تصور شیخ سے وحدت خیال کی مشق ہو جاتی ہے اور وحدت خیال کے حصول کے ذریعے ذات احدیت کے مشاہدے کی راہ کھلتی ہے۔تصور شیخ باطنی مناسبت کے حصول کا موثر ذریعہ ہے۔مبتدی طالب ابتدائی مرحلے میں عالم وجوب کے ساتھ کسی قسم کی مناسبت نہیں رکھتا۔بلکہ عالم وجوب میں قدمیت محض ہے''چہ نسبت خاک بعالم پاک را''لیکن شیخ کامل قدسیت وبشریت کا جامع ہوتا ہے۔اس کے باطن میں قدسیت کی نسبت ہوتی ہے۔اور ظاہر میں بشریت کا رنگ۔لہذا طالب بشریت کی بناپر شیخ کے ساتھ یک گونہ مناسبت رکھتا ہے۔انبیاءکرام کوبشریت کی بناءپر شریعت کے ساتھ مبعوث فرمانے میں بھی یہی حکمت کار فرما ہے کہ مخلوق خدا بشریت کی نسبت سے ان سے فیوض لے سکے۔

تیسرا فائدہ تصور شیخ سے طالب صادق ہر جگہ شیخ کو اپنے ساتھ ملاحظہ کرتا ہے۔چنانچہ حضرت یوسف علیہ السلام نے زلیخا کے فتنے میں حضرت یعقوب علیہ السلام کے تصور کے سبب نجات پائی۔معلوم ہوا کہ نسبت رابطہ سبب نجات ہے۔

چوتھا فائدہ نسبت رابطہ (تصور شیخ) باطن شیخ سے انوار وتجلیات اور فیوض وبرکات حاصل

کرنے کا وسیلہ ہے جب طالب نسبت رابطہ قائم کرتا ہے تو شیخ کے لطائف باطنیہ سے اس کے لطائف پر انوار وتجلیات منعکس ہوتے ہیں کیونکہ فیوض منعکس ہوتے ہیں

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ رابطہ کی نسبت تم کو ہمیشہ صاحب رابطہ کے ساتھ رکھتی ہے اور شیخ کے فیوض وبرکات ہی کا تو واسطہ ہے اس لئے بڑی نعمت پر اللہ تعالیٰ کا شکر بجالانا چاہیئے (دفتر دوم مکتوب نمبر 24)

رابطے کے طریق:

تصور شیخ کے کئی طریقے ہیں

(1) مرید ہر تصور اور خیال سے اپنے دل کو خالی کر ڈالے آنکھیں بند کر لے۔ اور شیخ کی محبت کو اللہ تعالیٰ کی محبت کا ذریعہ سمجھتے ہوئے شیخ کو اپنے سامنے بیٹھا ہوا تصور کرے اور اس کے لطیفہ قلب سے اپنے لطیفہ قلب میں فیض آتا ہوا دیکھے۔

(2) اپنے شیخ کی صورت اپنے دل کے آئینے میں ملاحظہ کرتا رہے۔

(3) شیخ کی صورت کو اپنی دونوں آنکھوں کے درمیان محبت اور تعظیم کے طور پر خیال کرتا رہے۔ اگر چہ بظاہر شیخ دور بھی ہو۔ اس کی صورت بھی وہی فائدہ دے گی، جو اس کی صحبت فائدہ دیتی ہے۔

(4) مرید اپنا وجود شیخ کے وجود میں گم کر دے اور اپنے آپ کو عین شیخ تصور کرے بعض اوقات مرید غلبہ محبت شیخ کی وجہ سے شیخ کے افعال واقوال اور آثار وحرکات بھی اپنے اندر محسوس کرنے لگتا ہے۔ اور اسکی طبیعت میں سے "انا الشیخ" کی آواز آنے لگتی ہے۔

حضرت امیر خسرو دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس منزل میں اپنے شیخ کے متعلق لکھتے ہیں

خسرو این سہاگ کی سوئی میں پی کے سنگ
تن مرا من پیا کا ہو یا دونوں ایک ہی رنگ

قبلہ توجہ اپنا شیخ ہی ہونا چاہیے۔ شیخ امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ قمطراز ہیں کہ اپنی توجہ کا قبلہ صرف اور صرف مرشد گرامی کو ہی رکھیں کیونکہ ہر کسی کا کوئی نہ کوئی قبلہ ضرور ہوتا

ہے ''ولکل وجهة هو موليها '' سے واضح ہے جب طالب صادق کو مرشد کامل نصیب ہو جائے تو سالک کو چاہیئے کہ کلی طور پر اسی کی طرف متوجہ رہے اور ہر قسم کے فیض و برکت کے حصول کا ذریعہ اسے ہی جانے اور جنون کی حد تک اس سے قلبی تعلق استوار رکھے کیونکہ یہی رشتہ محبت شیخ سے اخذ فیض کا سب سے زیادہ مؤثر ذریعہ ہے اگر قبلہ توجہ مختلف ذوات اور مختلف افراد ہوں تو سالک التفات شیخ سے محروم رہتا ہے اور فیض حاصل نہیں کر پاتا۔

عارف کھڑی میاں محمد بخش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

دلبر دے دروازے اتے محکم لایئے جھوکاں
نویں نویں نہ یار بنایئے وانگ کمیناں لوکاں

شیخ ناقص سے اجتناب ضروری ہے:

شیخ کامل کی صفات اوپر بیان ہو چکی ہیں۔لہذا مناسب سمجھتا ہوں کہ آخر میں شیخ ناقص کے بارے میں واضح کر دیا جائے تا کہ طالبین ایسے دنیا دار، دھوکے باز، حریص، طامع اور دنیا کے پجاری عامل اور گمراہ پیروں سے بچیں۔شیخ ناقص وہ ہوتا ہے جس نے سلوک طے نہ کیا۔سنت و شریعت کا پابند نہ ہو۔اور مذکورہ شرائط و آداب پر پورا نہ اترے۔ایسے شیخ ناقص کی مثال ''نیم حکیم خطرہ جان'' جیسی ہے۔اسکی صحبت زہر قاتل ہے۔اس سے طریقہ اخذ کرنا اپنی صلاحیت کو ضائع کرنا ہے۔شیخ ناقص دراصل وصول الی اللہ کی راہ میں رکاوٹ ہوتا ہے۔اور اللہ تعالٰی کی طلب اور درد و شوق میں فتور کا سبب بنتا ہے۔ایسے شیخ ناقص کی صحبت اور بیعت سے دور رہنا چاہیئے۔وہ بھی گمراہ ہوتا ہے۔اور دوسروں کو گمراہ کرنے کا باعث بنتا ہے۔ایسے شیخ کے نزدیک تصوف و طریقت صرف پنڈارے کھانے اور بھنگڑے ڈالنے کا نام ہے۔یا تصوف صرف ٹل پہننے منکے لٹکانے، ترک شہوات اور اپنی جان کو جوکھوں میں ڈالنے کا نام ہے۔ایسے حضرات پیری مریدی اور خانقاہی نظام کو موروثی اور پیشہ ور یعنی نسل در نسل مجاورین، مقبول پن اور خاندانی اجارہ داری اور پروہتی نظام کا نام دیتے ہیں۔ان کے نزدیک طریقت، تصوف، معرفت اور حقیقت وغیرہ دین کی بنیاد اور روح ہیں۔

شریعت اور شریعت کے احکامات محض چھلک ہیں۔ یہ پیری مریدی اور خانقاہی نظام کو ہی دین کی اساس اور بنیاد سمجھتے ہیں۔اس طبقے کے بعض لوگ دل کی نماز اور دل کے روزے، دل کے حج کو ترجیح دیتے ہیں اور ظاہری شریعت کو یکسر نظر انداز کرتے ہیں۔ بلکہ ان کا مذاق مولوی اور صوفی کے فرق سے اڑانا تصوف کا کمال خیال کرتے ہیں۔تصوف اور طریقت کو خاندانی اجارہ داری خیال کرتے ہیں اور پیر کا بیٹا پیر ہونا لازمی قرار دیتے ہیں چاہے وہ جاہل مطلق ہی کیوں نہ ہو،قرآن وحدیث ،فقہ، دینی و دنیوی علوم سے بالکل بے بہرہ اور پرلے درجے کا احمق ،بیوقوف ،طمع پرست ، ہوس پرست،مرغے لڑانے والا، ریچھ نچانے والا، کتوں کی دوڑیں لگوانے والا اور تہذیب وشرافت کی ہر صفت سے عاری ہی کیوں نہ ہو۔ بعض حضرات کا یہ بھی دعویٰ ہے کہ ہاتھوں پر سرسوں جمانے ،محیرالعقول کرشمے دکھانے، تعویذ دھاگوں کے زور سے بیماری کا علاج کرنے ، بے اولادوں کو اولاد دینے ،مقدمے جتوانے،کاروبار چلوانے ،الیکشن جتوانے ،نوکریاں دلوانے ،مریدوں کی جائز و ناجائز خواہشات پوری کروانے والے ہی حقیقی ولایت اور تصوف کا نقطہ کمال ہیں۔ یہ لوگ انہیں کو ہی اصل اور بڑے ولی سمجھتے ہیں اور باقی بس خانہ پوری۔اللہ تعالیٰ ایسے دعویداروں سے محفوظ رکھے۔

انفرادیت:

الحمداللہ ثم الحمد اللہ سلاسل طریقت نقشبندیہ، قادریہ، چشتیہ، سہروردیہ کے عظیم بزرگان اور خانقاہیں ،ان خرافات سے دور اور پاک ہیں۔اور خصوصاً دربار عالیہ مجددیہ المعروف دربار ''اللہ ہو نقشبندیہ مجددیہ'' درگاہ سلطان الاولیاء غوث زمانہ حضرت خواجہ صوفی کرامت حسین رحمۃ اللہ علیہ ،فرید زمانہ حضرت خواجہ صوفی منیر حسین رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کا سلسلہ ان تمام امور مذکورہ سے بالکل مبرا اور پاک ہے۔یہاں کے تمام اسباق میں قرآن وحدیث اور شریعت کی پابندی پر زور دیا جاتا ہے اور مخلوق خدا کی خدمت ان کا شیوہ ہے۔

☆☆☆

﴿ذکر الٰہی﴾

تعلیمات تصوف وطریقت میں صفائے قلب وباطن کیلئے ذکر الٰہی پر ہی سب سے زیادہ زور دیا جاتا ہے۔یہی ایک اکسیر روحانی نسخہ ہے جو لوح دل کو صاف کر کے اس پر اسم جلالت کو سجا سکتا ہے۔ذکر الٰہی باطنی نجاستوں اور آلودگیوں کو صاف کر کے دل میں معرفت الٰہی کا نور پیدا کرتا ہے۔لہٰذا اللہ تعالیٰ کا ذکر بندگی کی اولین شرط ہے اور محبت کی علامت بھی۔ذکر الٰہی سے طالبین وسالکین کے دل آباد ہو جاتے ہیں۔وہ پوری دنیا کو اپنے مولا کے نام پر قربان کر دیتے ہیں۔آج بے چینی، بے سکونی اور افراتفری کا سب سے بڑا علاج ذکر الٰہی ہے۔اسی سے ہی دلوں کو اطمینان اور تسلی ہوتی ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اَلَا بِذِكْرِ اللهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ o (الرعد:28)

غور سے سنو اللہ کے ذکر میں دلوں کا اطمینان ہے۔

لفظ ذکر کا مادہ اشتقاق 280 سے زائد آیات میں ملتا ہے۔سب سے زیادہ آیات اُذْکُـر اور اُذکرو فعل امر کے ساتھ وارد ہیں یعنی ذکر کریا ذکر کرو۔

ذکر کا لغوی معنی:

(الف) ذکر کا لغوی معنی ضد النسیان، ذکر نسیان کا الٹ ہے۔خلاف النسیان نیسیان کا معنی بھول جانا ہے اسطرح ذکر کا مطلب ہے یاد کرنا۔

امام راغب اصفہانی مفردات القرآن میں لفظ ذکر کے تحت لکھتے ہیں۔

الـذکر تارة یقال ویراد به هیئة النفس بها یمکن للانسان ان یحفظ ما یقسمه من المعرفة (المفردات)

ذکر بول کر کبھی تو اس سے نفس کی وہ ہیئت مراد لی جاتی ہے جس کے ذریعے انسان جو کچھ

معرفت حاصل کرے اسکو یاد رکھنا ممکن ہو۔

(ب) ذکر کا ایک معنی **الطاعة و الجزا** یعنی طاعت وجزاء بھی ہے ارشادِ الٰہی ہے کہ

فاذ کرونی اذکرکم واشکروالی ولا تکفرون (البقرہ:192)

پس تم میرا ذکر کرو میں تمہیں یاد کیا کروں گا اور میرا شکر ادا کرو اور انکار کرنیوالے نہ بنو۔

(ج) ذکر کا ایک معنی **صلوٰت الخمس** پانچ وقت کی نماز ہے۔ نماز ذکر کا ایک ایسا ذریعہ ہے جو بندے کو خدا سے ملاتا ہے اور یہ خدا کو یاد کرنے کا ایک سبب ہے۔

نیز امام راغب نے قرآن مجید سے ذکر کے معانی وحی ربانی، یاد دہانی، قصہ بیان کرنا، نصیحت، نام کی مالا جپنا اور تذکرہ کرنا بھی شامل کیا ہے اسطرح یاد ذکر کا بنیادی معنی ہوا۔

اصطلاحی مفہوم:

اصطلاحی مفہوم میں ذکر سے مراد اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا ہے۔

ذکر کی اقسام:

ذکر کی بنیادی طور پر سات اقسام ہیں۔

(الف) ذکر لسانی

(ب) ذکر نفسی

(ج) ذکر قلبی

(د) ذکر روحی

(ذ) ذکر سری

(ر) ذکر خفی

(ز) ذکر اخفاء

(الف) ذکر لسانی:

لسان عربی زبان کالفظ ہے جس کے معنی ہے' زبان' یعنی زبان سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا اور اس ذکر سے کلمات اور آواز سنی جاتی ہے۔

جیسے دوران مناسک حج ارشاد گرامی ہے۔

فَاِذَا قَضَیْتُمْ مَّنَاسِکَکُمْ فَاذْکُرُوا اللّٰہَ کَذِکْرِکُمْ اٰبَآءَکُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِکْرًا ؕ

(البقرہ:200)

جب تم مناسک حج پورے کر چکو تو اللہ کا ذکر کرو جس طرح تم اپنے آباؤ واجداد کا ذکر کرتے ہو یا اس سے بھی زیادہ۔

ظاہر بات ہے کہ کفار اور مشرکین ایسے مقام پر اپنے آباؤ اجداد کے کارناموں کو بڑے فخریہ انداز سے بیان کرتے اور تفاخرانہ انداز سے نظم ونثر میں بیان کرتے۔ یہ بلند آواز سے تھا اس آیت مبارکہ میں ذکر سے مراد ذکر لسانی ہے۔پھر ذکر لسانی کی دو اقسام ہیں۔

(الف) ذکر بالجہر (ب) ذکر خفی یا بالسر

ذکر جہر سے مراد ہے کہ بندہ زبان سے آواز کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے

ذکر خفی سے مراد بندہ آہستہ آہستہ آواز کے ساتھ ذکر کرے اسکا طریقہ یہ ہے کہ زبان کو تالو کے ساتھ لگالیا جاتا ہے۔اور سانس کے ذریعے ذکر کیا جاتا ہے۔

امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک ذکر کے درجات چار ہیں۔ پہلا درجہ محض زبانی ذکر کرنا لیکن دل اس سے غافل ہو۔دوسرا درجہ ذکر تو دل سے ہو لیکن اس میں قرار نہ ہو۔ بلکہ دل کو تکلیف کیساتھ مشغول رکھنا پڑے۔تیسرا درجہ ذکر دل میں قرار پکڑے اور غالب آجائے کہ دوسرے کاموں میں اسے تکلف سے مشغول کرنا پڑے۔یہ بڑی سعادت کی بات ہے۔ چوتھا درجہ یہ ہے کہ جس کا ذکر ہے وہ دل میں بس جائے۔وہ حضرت حق کی ذات گرامی ہے۔

آداب ذکر: (قبل الذکر آداب)

(الف) غسل یا وضو کرنا (ب) توبہ استغفار کرنا (ج) خاموشی (د) سکون/اپنے ہادی و مرشد کے وسیلہ سے امداد ملنے کا مکمل اعتقاد اور یہ بھی یقین رکھنا کہ اسکی امداد رسول اللہ ﷺ فرما رہے ہیں۔

بحالت ذکر آداب بارہ ہیں۔

(۱) منہ قبلہ کی طرف کرنا اور قعدہ نماز کی صورت میں بیٹھنا۔

(۲) اپنے دونوں ہاتھوں کو دونوں زانوؤں پر رکھنا۔

(۳) آنکھوں کو بند کرنا۔

(۴) پاک صاف ہونا۔

(۵) اندھیرے مکان میں ہونا۔

(۶) خلوص نیت۔

(۷) بدن اور کپڑوں کو خوشبو لگانا۔

(۸) مکان میں خوشبودار پتیاں لگانا۔

(۹) اپنے دل سے خطرات وخیالات کو دور کرنا۔

(۱۰) لاالہ الااللہ کے معنوں کا خیال رکھنا

(۱۱) مرشد کریم کے تصور کو دل میں قائم رکھنا اس طریقے سے کہ ایک دم بھی غافل نہ ہو۔

(۱۲) معلم کے ذریعے حصول مقصد پر کلی اعتماد رکھنا۔

ذکر کے بعد آداب تین ہیں۔

(۱) خاموشی۔(۲) آرام۔(۳) تصور شیخ ہمراہ پاس انفاس اور اپنے نفس کو ذلیل وخوار جاننا، حقیر سمجھنا، مردود اور برا جاننا۔

ذکر کے فوائد:

(۱) ذکر الٰہی دافع شیطان ہے۔ بخاری شریف کی حدیث ہے کہ

الشیطان علی قلب ابن آدم فاذا ذکر الله حنس

واذا غفل وسوس شیطان

شیطان ابن آدم کے دل میں جھانکتا ہے، پس ذکر کرنے سے بھاگتا ہے۔ اور غفلت کرنے سے وسوسہ ڈالتا ہے۔ (بخاری باب الذکر)

(۲) ذکر کرنے سے زبان لغویات، جھوٹ اور غیبت سے بچ جاتی ہے۔ کیونکہ زبان چپ نہیں رہ سکتی۔ یا تو ذکر الٰہی میں مشغول ہوگی ورنہ لغو یا فضول باتوں میں

(۳) ذکر الٰہی اطمینان قلب کا باعث ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ o (الرعد: 28)

(۴) ذکر الٰہی وسیلہ نجات ہے۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ **ما عمل آدمی انجی له من عذاب الا ذکر الله۔۔۔** الخ)۔

آدمی کا کوئی عمل سوائے اللہ کے ذکر سے اس کو عذاب سے نجات نہیں دلا سکتا اور **ومن یعرض عَنْ ذِکْرِ رَبِّهٖ یَسْلُکْهُ عَذَابًا صَعَدًا** o (الجن: 17)

جو اپنے رب کی یاد سے منہ پھیرے وہ اسے چڑھتے عذاب میں ڈالے گا۔

(۵) مردہ دلوں کی زندگی ذکر سے ہوتی ہے۔

الذکر للقلب مثل الماء للسمک فکیف یکون حال السمک اذا فارق الماء (فضائل الذکر والدعا ابن تیمیہ: 153)

اللہ تعالیٰ کا ذکر دل کیلئے ایسا ہے جیسے مچھلی کیلئے پانی خود غور کر لو کہ بغیر پانی کے مچھلی کا کیا حال ہوتا ہے۔

(۶) جس میدان یا پہاڑ پر اللہ کا ذکر کیا جائے وہ اس بات پر فخر کرتے ہیں کہ ہم پر خداوند کا ذکر کیا گیا۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ان الجبل لینادی الجبل باسمه مربک الیوم بذکر

اللہ عزوجل فاذا قال نعم استبشر

ایک پہاڑ دوسرے پہاڑ کواس کے نام سے پکارتا ہے اور سوال کرتا ہے کیا تجھ پر کوئی ذکر کرنے والا آج گذرا؟ پس جب وہ ہاں کہتا ہے تو وہ اسکو مبارک باد دیتا ہے۔

(۷) امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قیامت کے روز جنت کے لوگ کسی چیز پر حسرت نہ کریں گے۔سوائے اس ساعت کے جوان پر آئی اورانہوں نے ذکر کئے بغیر گزار دی(احیاءالعلوم:ج۔ا)

(۸) ذکرالٰہی میں گم رہنے سے فلاح وکامیابی حاصل ہوتی ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے **واذکروا اللہ کثیرا لعلکم تفلحون** (باب الذکر)۔اوراللہ کو بہت یاد کروتا کہ تم کامیاب ہوجاؤ۔

(۹) ذکرکرنے سے معیت الٰہی حاصل ہوتی ہے۔حدیث میں آتا ہے کہ **انا مع عبدی اذا ذکرنی** میں اپنے بندے کے ساتھ ہوتا ہوں جب وہ میرا ذکر کرتا ہے۔

(۱۰) ذکرکرنے سے محبت الٰہی پیدا ہوتی ہے۔اورمحبت ہی اسلام کی روح اوردین کا مرکز ہےاورسعادت ونجات کا بدلہ ہے۔حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ **علامۃ حب اللہ تعالیٰ حب ذکر اللہ تعالیٰ و علامۃ بغض اللہ تعالیٰ بغض ذکر اللہ تعالی** '۔اللہ تعالیٰ سےمحبت کی علامت ذکرالٰہی ہےاوربغض کی علامت ذکراللہ سے بغض ہے۔

(۱۱) ذکردل کی غفلت کودورکرتا ہے جیسا کہ ارشادباری تعالیٰ ہے **وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰاهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا** o (الکہف:۲۸)تواس آدمی کی بات نہ مان جس کے دل کوہم نے اپنے ذکرسے غافل کیا۔

(۱۲) ذکرالٰہی کرنے کی وجہ سے اللہ کی رحمت اورسکینہ کانزول ہوتا ہےفرشتے ذکرکرنے والوں کوگھیرلیتے ہیں **فی مجالس الذکر تنزل علیهم السکینة و تحف بهم**

الملائکة و تغشاھم الرحمة و یذکرھم اللہ علی عرشہ (کنزالعمال)
مجالس ذکر میں سکینہ نازل ہوتی ہے اور ملائکہ ان کو ڈھانپ لیتے ہیں اور رحمت ان کو لپیٹ لیتی ہے اور اللہ ان کا ذکر اپنے عرش پر کرتا ہے۔

(۱۳) اللہ کے ذکر سے بندے کے دل میں خشیت الٰہی بڑھ جاتی ہے۔حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ حضور نے ارشاد فرمایا **من ذکر اللہ ففاضت عیناہ من خشیة اللہ حتی یصیب الارض من دموعہ لم یعذبہ اللہ یوم القیامة** ۔
جس شخص نے اللہ تعالٰی کا ذکر کیا پس اسکی آنکھوں سے اللہ تعالٰی کے خوف سے آنسو بہہ نکلیں یہاں تک کہ وہ آنسو زمین پر گر پڑیں تو اللہ تعالٰی قیامت کے دن اسکو عذاب نہیں دے گا۔

(۱۴) اللہ کے ساتھ دوستی کی جڑ اللہ کا ذکر ہے اور ذکر سے غفلت اسکے ساتھ دشمنی کی جڑ ہے۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں **من اکثر ذکر اللہ احبہ اللہ تعالی** (کنزالعمال 1828)
جو اللہ تعالٰی کا ذکر کرتا ہے اللہ تعالٰی اس سے محبت کرتا ہے۔

(۱۵) ذکر الٰہی ہی فساد قلب کے علاج اور دل کی سختی کے توڑ کا ذریعہ ہے۔حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا
اکثروا ذکر اللہ فان کثرة الکلام بغیر ذکر اللہ یقسی القلب وان ابعد الناس من الناس بقلب القاسی (کنزالعمال 1893)
اللہ کا ذکر کثرت سے کیا کرو۔ذکر کے علاوہ کثرت کلام دل کو سخت بنا دیتا ہے۔اور بے شک دلوں کی سختی لوگوں کو لوگوں سے دور کر دیتی ہے۔
حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے **ذکر اللہ شفاء القلوب** ۔اللہ کا ذکر دلوں کو شفا دیتا ہے۔حضرت مکحول رضی اللہ تعالٰی سے روایت ہے
ان ذکر اللہ شفاء وان ذکر الناس داء (کنزالعمال 1837)
بے شک اللہ کا ذکر شفاء اور لوگوں کا ذکر بیماری ہے۔

(۱۶) سلطان العارفین سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ قمطراز ہیں

جو دم غافل سو دم کافر
سانوں مرشد ایہہ سمجھایا ھو
سنیا سخن گیاں کھل اکھیں
اساں چت مولا ول لایا ھو
کیتی جان حوالے رب دے
اساں ایسا عشق کمایا ھو
مرن تھیں آگے مر رہے یا حضرت باھو
تاں مطلب نوں پایا ھو

صوفی برکت علی لدھیانوی فرماتے ہیں ''نہ تیغ سے نہ تلوار سے نفس اگر مرتا ہے تو ذکر کی جھنکار سے'' (مکشوفات منازل احسان)

❁❁❁

﴿ذکر کی فضیلت واہمیت﴾

قرآن مجید اوراحادیث نبوی میں ذکرالٰہی کی بہت اہمیت اورفضیلت درج ہے ۔یہاں تک کہ اٹھتے بیٹھتے ،سوتے جاگتے ،ذکرالٰہی میں مشغول رہنے والوں کی اللہ تعالیٰ نے تعریف فرمائی ہے ۔

الَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیٰـمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِھِمْ (آل عمران۔191)

جواللہ کاذکرکھڑے بیٹھےاورپہلو کے بل لیٹے ہوئے کرتے ہیں۔

اس سے بڑھ کرذکرالٰہی کی تاکیداورکیاہوسکتی ہے۔جب بندہ اللہ تعالیٰ کی یادمیں اس کے ذکرمیں مست ہوتا ہےتو اس کے دل سے ہرمحبت ہرچاہت اور ہرتعلق حرف غلط کی طرح مٹ جاتا ہے۔غرض حقیقی اور سچی بات صرف اورصرف یہی ہے کہ اس کا ذکرکیا جائے ۔حدیث نبوی میں ہے کہ "**من احب شیئا اکثر ذکرہ**"۔انسان جس سے محبت کادعویٰ کرتا ہےاس کاذکرکثرت سے کرتا ہے۔چندقرآنی آیات پیش خدمت ہیں۔

(ا) **فاذکرونی اذکرکم**پس تم مجھے یادکرومیں تمہیں یادرکھوں گا۔حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جوشخص حقیقی طورپراللہ تعالیٰ کویادکرتا ہےاسکےمقابلےمیں ساری چیزوں کوبھول جاتا ہے،تو خوداللہ تعالیٰ اسکی چیزوں کی حفاظت فرماتا ہے۔اورتمام چیزوں کامعرض اس کوعطاکردیتا ہے۔

ابوعثمان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں اس وقت کو جانتا ہوں جس وقت اللہ ہمیں یاد فرماتے ہیں۔لوگوں نے پوچھا کہ آپ کوکیسے معلوم ہوتا ہے فرمایا!اس لئے کہ قرآن کریم کا وعدہ ہے کہ **فاذکرونی اذکرکم**جب کوئی بندہ مومن اللہ کویادکرتا ہےتو اللہ پاک اسی لمحے اس کو یادکرتا ہے۔خدا کا بندہ محدود وقت میں خدا کا ذکرکرتے ہوئے رخصت ہو جاتا ہےمگراللہ اسکوہمیشہ کیلئےبلندفرمادیتا ہے۔

(۲) اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتْ قُلُوْبُھُمْ ..... الخ
(الانفال:2)

بے شک سچے ایمان والے وہی لوگ ہیں، جن کا حال یہ ہے کہ جب ان کے سامنے اللہ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دلوں میں خوف کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔

اہل ایمان اور ذاکرین کی خوبی بیان کی جا رہی ہے کہ خدا کے ذکر سے ان کے دل خدا کی یاد میں نرم ہو چکے ہوتے ہیں اور خدا کی یاد میں ان کے دلوں کی راحت ہوتی ہے جب ذکر الٰہی ہوتا ہے تو ان کے دل خشیت الٰہی سے دہل جاتے ہیں ایسے دل ہی خدا کے ہاں پسندیدہ ہیں۔

(۳) تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّھُمْ ۚ ثُمَّ تَلِیْنُ جُلُوْدُھُمْ وَقُلُوْبُھُمْ اِلٰی ذِكْرِ اللّٰہِ ؕ (الزمر:23)

اور کانپنے لگتے ہیں اس کے (پڑھنے) سے بدن ان کے جو ڈرتے ہیں اپنے پروردگار سے پھر نرم ہو جاتے ہیں ان کے بدن اور ان کے دل اللہ کے ذکر کی طرف اس سے پہلی آیات میں فرمایا

فَوَیْلٌ لِّلْقٰسِیَةِ قُلُوْبُھُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰہِ ؕ (الزمر:22)

پس ہلاکت ہے ان سخت دلوں کیلئے جو ذکر خدا سے متاثر نہیں ہوتے۔

اللہ تعالیٰ کے ذکر سے خدا کی خشیت حاصل ہوتی ہے۔اور دل خدا کی محبت میں نرم ہو جاتے ہیں۔اور جب دل سنور جائے تو ہر کام درست ہو جاتا ہے۔جس طرح حدیث میں ارشاد ہے **الا وھی القلب**۔۔۔۔یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ نفس جب خبیث ہوتا ہے تو قبول حق سے اسکو بہت دوری ہو جاتی ہے اور ذکر اللہ کے سننے سے اسکی سختی اور کدورت بڑھتی ہے جیسے کہ آفتاب کی گرمی سے نمک نرم ہوتا ہے ایسے ہی اللہ کے ذکر سے مومنین کے قلوب نرم ہوتے ہیں اور کافروں کے دلوں کی سختی بڑھ جاتی ہے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اولیاء اللہ کی صفت ہے کہ ذکر الٰہی سے ان کے بال کھڑے ہو جاتے ہیں اور جسم لرزتے ہیں اور دل چین پاتے ہیں۔

(۴) یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْکُرُوا اللّٰهَ ذِکْرًا کَثِیْرًا o وَّسَبِّحُوْهُ بُکْرَةً وَّاَصِیْلًا o
(الاحزاب:424)

اے ایمان والو! یاد کیا کرو اللہ تعالیٰ کو کثرت سے اور اس کی پاکی بیان کرو صبح و شام پس صبح و شام اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مست رہا کرو۔

انسان کی زبان اور دل خدا کے ذکر میں جاری رہیں اور بندہ خدا کی یاد سے کسی لمحے بھی غافل نہ ہو۔ ذکر کا انعام بھی بتایا کہ اللہ اور اس کے فرشتے اس پر صلوات و رحمت کی بارش نازل فرماتے ہیں یہ انعامات صرف ذاکرین کو حاصل ہوتے ہیں نیز وَالذّٰکِرِیْنَ اللّٰهَ کَثِیْرًا وَّالذّٰکِرٰتِ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِیْمًا o (الاحزاب)

اور کثرت سے اللہ کو یاد کرنے اور یاد کرنے والیاں تیار کر رکھا ہے اللہ نے ان سب کیلئے مغفرت اور اجر عظیم۔

اس آیت کے ضمن میں علامہ ثناء اللہ پانی پتیؒ اپنی تفسیر میں امام مالکؒ کے حوالہ سے حضور نبی کریم ﷺ کا یہ ارشادِ گرامی نقل کرتے ہیں

ذاکر اللہ فی الغافلین کا المقاتل خلف الفارین وذاکر اللہ فی الغافلین کغصن شجر اخضر فی شجر یا بس وذاکر اللہ فی الغافلین مثل مصبا ح فی بیت مظلم وذاکر اللہ فی الغافلین یریہ اللہ مقعدہ من الجنۃ وھو حی وذاکر اللہ فی الغافلین یغفرلہ بعدد کل فصیح واعجم و الفصیح بنوا آدم والا عجم بھائم .رواہ رزین (مظہری ج ۷،ص ۳۴۴)

حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ غافل لوگوں میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے والا ایسا ہے جس طرح میدان جنگ سے بھاگنے والوں میں مجاھد ہوا کرتا ہے، جس طرح خشک درخت میں سبز شاخ، جس طرح اندھیرے گھر میں روشن چراغ اور غافلوں میں اللہ تعالیٰ اپنے ذکر کرنے والوں کو اس کی زندگی ہی میں جنت میں اس کا محل دکھا دیتا ہے۔۔۔۔الخ

آیت کے پہلے حصہ میں صادقین اور متقین کا ذکر ہے اور ذاکرین کو بھی اس میں شامل کرلیا

گیا ہے کہ جو ہر لمحہ خدا کی یاد میں گذارتے ہیں اللہ کو بہت یاد کرنے والے ہیں ان کیلئے دو انعامات کا اعلان فرمایا۔گناہ کی معافی کے بعد اجر عظیم سے مراد اللہ تعالیٰ کی خاص رضا کا حصول اوراس کے مخصوص بندوں میں شمولیت نیز اس کے دیدار کی لذت سے سرفراز فرمانا ہے ۔

(۵) **واذکر ربک کثیرًا وسبح با العشی والابکار**آل عمران: 191)
اوریاد کرواپنے پروردگار کو بہت زیادہ اور پا کی بیان کرواسکی صبح وشام ۔
صبح وشام دن رات ذکرالٰہی کی تاکید سے اللہ رب العزت کی منشاء یہ ہے کہ ہر لمحہ اس کی یاد میں مست رہو **اقم الصلوة لذکری** فرمایا نماز پڑھنی ہے تو وہ بھی میری یاد کے لئے دیگر اراکین اسلام کی ادائیگی میں بھی میری یاداور میرا ذکرمقدم رہے ۔

(۶) **اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُھُمْ بِذِکْرِ اللّٰہِ ط اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ** o(الرعد:28)
یعنی جولوگ ایمان لائے اور مطمئن ہوتے ہیں جن کے دل ذکرالٰہی سے، دھیان سے سنو! اللہ تعالیٰ کی یاد سے ہی دل مطمئن ہوتے ہیں ۔دورجدید کا متمول ترین انسان جس کودنیا کی ہر راحت میسر ہے مگراس کے باوجود پریشان اور بے چین ہے ۔دولت جائیداد اولاد اور دنیاوی آسائشیں اس کے دل کو مطمئن نہ کرسکیں ۔یہی اللہ کا ذکر ہے ۔جواس کی روح کا سامان تھا۔مگروہ اس سے غافل رہا جسکی وجہ سے خدا کی محبت سے محروم رہا۔
سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ شہر سے باہر ایک درخت کے سائے میں لیٹے ہوئے اور سر کے نیچے بطور سرہانہ اینٹ رکھے ہوئے آرام فرمارہے تھے ۔اور خلیفہ وقت کا مقام حاصل تھا۔ ذکرالٰہی ہی کی بدولت ان حضرات کے دلوں کو اطمینان کی کیفیت نصیب تھی ۔آج دنیا کی ہر آسائش حاصل کرنے حرص ولالچ اور دولت سمیٹنے کی ہوا نے ہمارے دلوں کو خدا کی یاد سے غافل کردیا ہے اور ہمارے پاس اتنا وقت بھی نہیں کہ خدا کی یاد کیلئے کچھ وقت نکال سکیں ۔

خبردار! دنیا کی کوئی لذت اور خوشی تمہیں اطمینان نہیں دے سکتی۔انسان کا دل مطمئن ہی اسی وقت ہوگا جب اللہ کا ذکر اسکے دل وروح میں سما جائے۔

(۷) فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝(الجمعہ:۱۰)

اور جب پوری ہو چکے نماز تو پھیل جاؤ زمین میں اور تلاش کرو اللہ کے فضل سے اور کثرت سے اللہ کی یاد کرتے رہا کرو تا کہ تم فلاح پاؤ۔

انسان کی کامیابی کو کثرت ذکر کے ساتھ خاص کردیا اور انسانوں کو تلقین کی کہ تم اپنے دلوں کو یاد الٰہی میں مست رکھو تا کہ اللہ تم کو کامیاب کردے۔

(۸) رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ(النور:۳۷)

وہ مرد جنہیں غافل نہیں کرتی کوئی تجارت اور نہ خرید وفروخت اللہ کے ذکر اور نماز قائم کرنے اور زکوۃ ادا کرنے سے۔

اللہ کے پسندیدہ لوگ وہ ہیں جن کو دنیا کی تجارت اور خرید وفروخت یاد الٰہی سے غافل نہیں کرسکتی۔وہ لوگ سارا دن لوگوں کے سامنے کام میں مصروف رہتے ہیں اور گھریلو مصروفیات کو پورا کرتے ہیں مگر ان کے دل یاد الٰہی میں مصروف ہوتے ہیں۔وہ اس قول کے مصداق ہیں

''ہتھ کار ول دل یار ول'' ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے مردان خدا فرمایا ہے۔

(۹) يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ۝(المنافقون:9)

اے ایمان والو،تم کو غافل نہ کردے تمہارے اموال اور تمہاری اولاد اللہ کے ذکر سے اور جنہوں نے ایسا کیا تو وہ لوگ گھاٹے میں ہوں گے۔

مال اوراولاد کی محبت انسان کی ایک فطری مجبوری ہے ۔ہر آدمی کی کوشش ہوتی ہے کہ رہنے کیلئے اچھی رہائش ،کاروبار اور ہر سہولت میسر ہو۔انسان ساری زندگی اس مقصد کیلئے کوشاں رہتا ہے ۔والدین اپنے بچوں سے بے پناہ محبت کرتے ہیں ۔اللہ رب العزت انسان کوانہی دونوں محبتوں سے آزمایا کرتا ہے ۔کہ جو شخص ان دونوں چیزوں کو خاص کرکے خدا کی محبت میں مست رہا اور خدا کی یاد نے اس کے دل کو سکون دیا ۔یہ دونوں چیزیں ذکر الٰہی کے تابع ہوجائیں ،وہی لوگ تو خدا کے اولیاء ہیں اور اسکی بندگی میں مگن اور لذت و حلاوت ذکر سے سرشار ہیں۔

(۱۰) وَلَذِکْرُ اللہِ اَکْبَرُ اللہ کا ذکر ہی سب سے بڑا ہے (العنکبوت:45)

ان الفاظ سے ذکر کی حقیقت واضح ہوجاتی ہے ۔کہ اللہ کا ذکر ہی سب سے بڑا ہے ۔ایک روز رحمت عالم ﷺ تشریف لائے تو اپنے اصحاب کو حلقہ بنائے ہوئے ملاحظہ فرمایا اور ارشاد فرمایا کیوں اس طرح بیٹھے ہو ۔ عرض کیا! **جلسنا لذکر اللّٰہ و بحمدہ ما ھدانا للاسلام ومن بہ علینا یا رسول اللہ** ہم اس لئے بیٹھے ہیں کہ اللہ کا ذکر کریں اور جو اس نے اسلام کی دولت سے ہمیں مالامال فرمایا ہے ۔اس کے احسان پر اسکا شکر ادا کریں ۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا اے اللہ کے ذکر و شکر کیلئے بیٹھنے والو! اللہ تم پر فرشتوں سے فخر کر رہا ہے ۔(مظہری)

بخاری شریف کی حدیث میں ہے کہ اگر کوئی شخص یاد الٰہی میں مصروف رہنے والوں کے پاس آکر بیٹھ جائے ۔اگرچہ وہ کسی دوسرے مقصد کیلئے آیا ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ بھی بخش دیتا ہے ۔اور فرماتا ہے ۔**غفرت لھم القوم لایشقی بھم جلسیھم** میں نے ان کی محفل میں بیٹھنے والوں کو بھی معاف کردیا ۔میری یاد کرنے والے ایسے لوگ ہیں کہ ان کے پاس بیٹھنے والا کوئی بھی بد بخت نہیں رہتا۔

(۱۱) وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِیْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِیْشَةً ضَنْكًا (طٰہٰ: 124)

اور جس نے میری یاد سے منہ پھیر لیا تو بے شک اس کیلئے تنگ زندگانی ہے۔

ذکرالٰہی سے اعراض رزق کی تنگی میں کمی کا باعث بنتا ہے۔ اور جو قومیں ذکر الٰہی سے غافل رہے گی ان قوموں کی معیشت کو تباہ کر دیا جائے گا۔ آج ہماری معیشت کی تباہی اللہ کے ذکر سے غفلت برتنے کے سبب ہے۔ اگر اسلامی معاشرے میں معیشت اسلامی، اقدار کو زندہ کیا جائے اور خدا کی یاد سے دلوں کو آباد کیا جائے تو مالک و خالق ہمارے حال پر لطف و کرم فرمائے گا اور تجارت و کاروبار میں فراخی نصیب فرمائے گا۔

﴿احادیث کی روشنی میں﴾

(۱) عن ابی موسیٰ الاشعری رضی الله عنه قال قال النبی ﷺ مثل الذی یذکر ربه والذی لا یذکر ربه مثل الحیی والمیت(بخاری کتاب الدعوات صفحہ 948)

جو آدمی اپنے رب کا ذکر کرتا ہے اور جو آدمی اپنے رب کا ذکر نہیں کرتا ان کی مثال زندہ اور مردہ کی ہے۔

(۲) عن ابی هریرة رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ یقول الله انا عندظن عبدی وانا معه اذ ذکرنی فان ذکرنی فی نفسه ذکرته فی نفسی وان ذکرنی فی ملاء ذکرته فی ملاء خیر منهم وان تقرب الی شبراً تقربت الیه ذراعاً وان تقرب الی ذراعاً تقربت الیه باعاً ومن اتانی یمشی اتیته هرولة (متفق علیه)

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اپنے بندے کے گمان کے مطابق ہوتا ہوں جب وہ میرا ذکر کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں۔اگر وہ اپنے دل میں میرا ذکر کرے تو میں اس کا تنہائی میں ذکر کرتا ہوں۔اگر وہ مجلس میں میرا ذکر کرے تو میں اس سے بہتر مجلس میں اس کا ذکر کرتا ہوں جو میری طرف چل کر آتا ہے میں اس کی طرف دوڑ کر آتا ہوں۔

(۳) عن انس رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ اذامررتم بریاض الجنة فارتعوا قالوا یا رسول الله وما ریاض الجنة؟ قال حلق الذکر(الترمذی کتاب الدعوات 55)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب جنت کے باغوں میں سے گزرو تو اس کے پھل کھالیا کرو۔ صحابہ نے دریافت فرمایا یا رسول اللہ ﷺ جنت کے باغات کیا ہیں؟ آپ نے ارشاد فرمایا ذکر کے حلقے۔

(۴) وعن ابی الدرداء رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ لیبعثن اللہ اقواماً یوم القیامۃ فی وجوھھم النور علی منابر اللولو یغبطھم الناس لیسوا بانبیاء ولا الشھداء قال محثا اعرابی علی رکبتیہ فقال یا رسول اللہ ﷺ اجلھم لنا نعرفھم قال ھم المتحابون فی اللہ من قبائل شتی وبلاد شتی یجتمعون علی ذکر اللہ یذکرونہ

(الترغیب والترھیب)

ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو اُٹھائے گا جن کے چہرے نورانی ہونگے اور وہ موتیوں کے منبروں پر بٹھائے جائیں گے اور انہیں دیکھ کر لوگ رشک کریں گے۔ حالانکہ نہ وہ نبی ہونگے نہ شہداء۔ راوی کا بیان ہے کہ یہ بیان سن کر ایک بدو گھٹنوں کے بل کھڑا ہو کر کہنے لگا۔۔ یا رسول اللہ! ان کے تفصیلی حالات بیان فرمایئے تا کہ ہم انہیں پہچان لیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا یہ وہ لوگ ہونگے جو آپس میں صرف اللہ کیلئے ایک دوسرے سے محبت کرتے ہونگے۔ مختلف قبائل سے تعلق رکھنے والے مختلف شہروں کے باشندے محض اللہ کا ذکر کرنے کیلئے اکٹھے ہوتے ہیں۔

(۵) کان رسول اللہ ﷺ یسیر فی طریق مکۃ فمر علی جبل یقال لہ حمدان فقال سیروا حمدان سبق المفردون ط قیل وما المفردون یا رسول اللہ ﷺ؟ قال المستحضرون بذکر اللہ یضع الذکر عنھم اثقالھم فیاتون اللہ یوم القیامۃ خفافاً (مسلم کتاب الذکر 259/2)

مکہ معظّمہ کے سفر کے دوران حضور نبی کریم ﷺ ایک 'حمدان نامی' پہاڑی کے پاس سے گذرے تو آپ نے صحابہ سے ارشاد فرمایا کہ تم حمدان کی سیر کرو لیکن یاد رکھو کہ مفردون سبقت لے گئے۔لوگوں نے دریافت کیا کہ مفردون سے آپ کی کیا مراد ہے؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مفردون انہیں کہتے ہیں۔جو اللہ کے ذکر میں مستغرق ہوں، ذکر کی برکت سے ان کے سارے بوجھ اتر جاتے ہیں اور وہ قیامت کے دن اللہ کے حضور ہلکے پھلکے حاضر ہونگے۔

محدثین کرام نے مستحضرون کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ ایسے لوگوں کو کہا جاتا ہے جو ذوق وشوق سے ذکر کرتے ہیں۔اور اس پر مداومت اختیار کرتے ہیں۔وہ اس بات کی پرواہ نہیں کرتے کہ لوگ ان کے بارے میں کیا کہتے ہیں۔یا ان کے ساتھ کیسا سلوک کیا جاتا ہے۔ان کو اپنے کام سے کام ہوتا ہے۔

(۶) مثل البیت الذی یذکر اللہ فیہ و البیت الذی لا یذکر فیہ مثل الحیی و المیت (الصحیح المسلم 265/1)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس گھر میں اللہ کا ذکر کیا جائے۔اور جس گھر میں اللہ کا ذکر نہ کیا جائے ان کی مثال زندہ اور مردہ کی طرح ہے۔

(۷) عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ و ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہما شہداء علی رسول اللہ انہ قال مامن قوم یذکرون اللہ الا حفت بھم الملائکۃ و غشیتھم الرحمۃ و نزلت علیھم السکینۃ (الجامع الترمذی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ دونوں حضور نبی کریم ﷺ پر گواہ ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ کوئی قوم ایسی نہیں جو اللہ کا ذکر کرے اور فرشتے اسکو ڈھانپ نہ لیں اور رحمت اسکو گھیرے میں نہ لے۔ان پر سکینت نازل ہوتی ہے۔اور اللہ تعالیٰ ان کا ذکر ملائکہ میں کرتا ہے۔

(۸) عن ابی سعید الخدری رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ اکثر وا ذکر الله حتی یقولوا مجنون (المستدرک للحاکم صفحہ 499)
اللہ تعالیٰ کا ذکر اتنی کثرت سے کیا کرو کہ (منافق) لوگ تمہیں مجنون کہیں

(۹) عن معاذ بن جبل یارسول الله ﷺ اوصنی قال لملیک بتقویٰ الله ما استطعت واذ کر الله عند کل شجرو حجر و ما علمت من سوء فاحدث الله منه توبرا السر بالسر والعلانیة با العلانیة۔
حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے کسی وصیت کے بارے میں عرض کی تو آپ ﷺ نے فرمایا اللہ سے اپنی طاقت کے مطابق ڈر اور ہر درخت اور پتھر کے پاس اللہ کا ذکر کر۔۔۔الخ

﴿ذکر بالجہر قرآن وسنت کی روشنی میں﴾

ذکر کی عام طور پر دو بڑی اقسام ہیں، ذکر بالجہر اور ذکر خفی۔ذکر خفی میں تو کسی کو کوئی اعتراض نہیں البتہ اگر کسی کو اعتراض ہے تو صرف ذکر بالجہر یعنی بلند آواز سے ذکر کرنے پر ہے،لہذا پہلے آیات قرآن مجید کی روشنی میں اور پھر احادیث کی روشنی میں اور اسکے بعد علماء وفقہا کے دلائل پیش کئے جائیں گے۔

سورۃ البقرہ میں ارشاد ربانی ہے۔

(۱) فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا(البقرہ200)

اللہ کا ذکر کرو جیسے تم اپنے آباؤ اجداد کا ذکر کرتے ہو یا اس سے بھی زیادہ۔

زمانہ جاہلیت میں کفار کا یہ طریقہ تھا کہ وہ حج سے فارغ ہونے کے بعد بیت اللہ شریف (مخصوص مقام)پر کھڑے ہوکر اپنے باپ داداؤں کے کارناموں کو بڑے فخریہ انداز سے بیان کرتے۔اللہ پاک نے فرمایا کہ اپنے آباؤ اجداد کا ذکر کرنے کی بجائے اللہ تعالیٰ کا خوب ذکر کیا کرو۔اور اہل عقل کیلئے مخفی نہیں کہ لوگوں کو سنانے کیلئے اور بلند آواز سے جو ذکر ہوگا وہ ذکر بالجہر ہی ہوگا۔چنانچہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں دیگر آنکہ جہر مشروع است بے شبہ از ادلہ آنست قول سبحانہ وتعالیٰ کذکر کم اباء کم او اشد ذکرًا ان لو کہ ذکر بالجہر جائز ہے۔اور اس کے دلائل میں سے اللہ تعالیٰ کا فرمان کذکر کم اباء کم

(۲) فَاِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِكُمْ ج (النساء103)

پس جب تم نماز سے فارغ ہو جاؤ تو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو کھڑے بیٹھے اور لیٹے ہوئے۔

نماز اگرچہ خود بھی ایک دعا اور ذکر ہے بلکہ ذکر کا اعلیٰ ترین درجہ ہے لیکن نماز کے بعد مختلف حالتوں میں ذکر کے حکم سے اس کی وضاحت واہمیت واضح ہوتی ہے

سید المفسرین حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

عن ابن عباس فی قوله فاذکرو الله قیاما وقعوداً و علی جنوبهم....الخ قال باللیل والنهار فی البرو والبحر و فی السفر والحضر وا لغنی والفقر والسقم والصحة والسر والعلانیة وعلی کل حال

(درمنثور للامام السیوطی الشافعی (213/ج) احیاء العلوم 301/1)

جو لوگ نماز کے بعد اللہ کا ذکر کرنے پر اعتراض کرتے ہیں انہیں چاہیئے کہ قرآنی الفاظ کے بجائے **فاذاقضیتم الصلوة (خفیا، سریا یا جهراً)** کے الفاظ دیکھائیں اور یہ ممکن نہیں۔تو پھر قرآن کا حکم مان لیں اور نماز کے بعد ذکر کی مخالفت کرنا چھوڑ دیں۔مزید برآں اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے ہر حال میں انسان کو ذکر الٰہی کرنے کا حکم دیا ہے کہ تم جس حال میں بھی ہو تمہاری زبان خدا کے ذکر میں اور دل بھی خدا کی یاد میں مصروف ہوں اگر صرف نماز پڑھ لینے سے ہی ذکر کا مقصد پورا ہو جاتا تو اس حکم کی ضرورت نہ ہوتی۔کیونکہ اصل چیز ہی خدا کا ذکر وفکر ہی ہے۔

(۳) وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللہِ اَنْ یُّذْکَرَ فِیْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰی فِیْ خَرَابِهَا ط (سورۃ البقرہ:115)

اس شخص سے بڑا ظالم کون ہے جو مساجد میں اللہ تعالیٰ کے نام کے ذکر سے منع کرنے اور مساجد کو خراب کرنیکی کوشش کرتا ہے۔

ہر وہ شخص جو مسجد میں ذکر کرنے کی مخالفت کرتا ہے وہ ظاہری طور پر بالجہر کی مخالفت ہے۔کیونکہ آہستہ یا خفیہ طور پر کوئی آدمی اگر ایک کونے میں بیٹھا ذکر میں مصروف ہے تو کسی کو اس سے کیا غرض اور منع کرنے کا کیا مقصد؟ ایسا شخص از روئے قرآن ظالم ہی نہیں بلکہ **اظلم** (سب سے بڑا ظالم ہے) ہے۔مساجد میں محفل ذکر الٰہی کی مخالفت اور ذکر بالجہر یا بالسر کے جھگڑے جاری ہیں۔اسلوب قرآن دیکھیے۔قرآن پاک میں مطلقاً ذکر کے الفاظ ہیں۔سری یا جہری کے الفاظ نہیں۔حکم ہے بلند کر و یا آہستہ دونوں صورتوں میں ذکر کرنے کا

مقصد اللہ کی رضا کا حصول ہے۔

(۴) اذْكُرُوا اللَّهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا (الاحزاب: 41)

اللہ تعالیٰ کا ذکر بکثرت کرو۔

اس مقام پر بھی ذکر کو ذکر خفی کے ساتھ خاص نہیں کیا بلکہ لفظ قرآنی ذکر کے الفاظ عموم پر دلالت کرتے ہیں۔اور ذکرا کثیرا میں ذکر بالجہر بھی شامل ہے۔وہ بھی خدا کی محبت میں بلند آواز میں کیا جاتا ہے۔بلکہ خدا کا ذکر تو اتنی کثرت اور شدت سے کرنا چاہئے کہ اس کے علاوہ ہر چیز کا تصور مٹ جائے حتیٰ کہ اپنی خبر بھی نہ رہے۔

(۵) وَ اذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا ٥ (المزمل 8)

اپنے پروردگار کا ذکر کیجئے اور سب سے کٹ کر صرف اسی کا ہو رہیے۔

اس آیت میں ذکر کی کیفیت کا بیان کیا گیا ہے۔کیا کریں کیسے کریں؟۔فرمایا کہ دوران ذکر خدا کی یاد اور محبت کا ایسا غلبہ ہو کہ دنیا کی کوئی چاہت اور محبت دل میں نہ رہے۔بندہ خدا کے ذکر وفکر میں اس طرح مگن ہو جائے کہ رحمت الٰہی اپنے بندے کو اپنے دامن میں سمیٹ لے۔ذکر بالجہر میں بندے کی زبان اور دل مکمل طور پر ذکر میں مشغول ہوتے ہیں۔اسلئے انسان نفس اور شیطان کے وسوسوں سے محفوظ رہتا ہے۔جیسے ہی ذکر کا رنگ اور ذوق بڑھ جاتا ہے آواز بلند ہوتی ہے ذکر کی حلاوت میں گم ہوتا چلا جاتا ہے۔وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا کی عملی تفسیر سامنے آتی ہے۔

وعن ابن عباس رضی الله عنه قال كنت اعرف انقضاء صلوة رسول الله بالتكبير (متفق علیہ مشکوۃ:88)

حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے۔کہ میں رسول اللہ ﷺ کی نماز کے اختتام کو اللہ اکبر کہنے سے پہچانا کرتا تھا۔

فناء و بقاء

فناء اور بقاء اسلامی تصوف کی منفرد اصطلاحات ہیں جو رذائل نفس کی فناء اور تخلقوا باخلاق اللہ کے بقاء آفریں محور کے گرد گھومتی ہیں ، ذیل میں علماء وصوفیاء کی تصریحات سے ان اصطلاحات کی بقدر ضرورت تفصیل درج کی جاتی ہے

فناء و بقاء کی تعریف:

الفناء عدم رویة العبد لفعله بقیام الله علی ذالک و البقاء رویة العبد قیام الله علی کل شئی (کتاب التعریفات صفحہ نمبر 119)

فناء یہ ہے کہ بندہ ذات حق کے قیام اور غلبہ کے سبب اپنے فعل کو نہ دیکھے اور بقاء یہ ہے کہ بندہ ہر چیز پر ذات حق کا قیام اور غلبہ مشاہدہ کرے

فناء کا لغوی معنی:

فناء کا لغوی معنی ختم ہو جانا ہے ۔لیکن ارباب طریقت کے ہاں یہ ایک اصطلاح ہے ،جس کا معنی اوصاف مذمومہ کا سقوط اور اخلاق محمودہ کا وجود بقاء ہے، چنانچہ فاضل اجل سید شریف جرجانی رقمطراز ہیں ۔

عدم الاحساس بعالم الملک والملکوت . وهو باالاستغراق فی عظمة الباری و مشاهدة الحق والیه اشارالمشائخ بقو لهم الفقر سواد الوجه فی الدارین یعنی الفناء فی العالمین (کتاب التعریفات :ص 120)

یعنی مشاہدہ حق اور عظمت باری تعالی میں اس درجہ استغراق کہ عالم ملک وملکوت کا بھی احساس نہ رہے فناء کہلاتا ہے ۔مشائخ عظام نے اپنے قول ''الفقر سواد الوجہ فی الدارین'' میں فناء کی طرف اشارہ کیا ہے۔

فناء طریقت کی اصطلاح میں:

طریقت کی اصطلاح میں سالک کو ماسوائے اللہ کے نسیان فناء کہلاتا ہے یعنی ذات حق تعالیٰ کی ہستی مطلق کا سالک کے ظاہر و باطن پر ایسا غلبہ ہو جائے کہ اسکا اپنا وجود اضافی معتبر نہ رہے اور صرف وجود حقیقی منحصر رہ جائے۔ اسطرح کہ بندہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کے تابع ہو جائے اور اس کے اعضاء و جوارح سے اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف کوئی کام سرزد نہ ہو۔

عاشقی چیست؟ بگو بندہ جاناں بودن
دل بدست دیگرے دادن و حیران بودن

فناء و بقاء کا مفہوم اصلاً ”**کل من علیہا فان و یبقی وجہ ربک ذوالجلال والاکرام**“ (الرحمٰن: 72) سے لیا گیا ہے۔

ماسوا اللہ سے تعلق کا مفہوم:

اس سے مراد دو چیزیں ہیں، آفاق اور انفس (کائنات) اور اپنی ذات۔ ماسوائے اللہ کے نسیان کا مطلب یہ ہے کہ سالک کو نہ تو دیگر کائنات کا علم رہے نہ ہی اپنی ذات کا اور یہی فناء ہے۔ یا یوں سمجھیں کہ ماسویٰ سے مراد ہر وہ چیز ہے جس کا حق سے کوئی تعلق نہ ہو اور جس شئی کا تعلق حق سے ہو وہ ماسویٰ کے زمرہ میں نہیں آتی۔

اقسام فناء:

فنا کی چار اقسام ہیں

(1) فنائے خلق: یعنی خلق سے امید اور خوف نہ رہے۔

(2) فنائے ہوا: یعنی ذات حق کے سوا کوئی خواہش نہ رہے۔

(3) فنائے ارادہ: کوئی بھی ارادہ دل میں نہ رہے۔

(4) فنائے فعل: یعنی فعل بھی اپنا نہ رہے۔

اس کی دو حالتیں ہیں۔ پہلی یہ کہ بندہ محض آلہ ہو اور حق تعالیٰ فاعل جیسے
وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمیٰ دوسری حالت یہ ہے کہ **لا یزال عبدی یتقرب الی باالنوافل حتی احببتہ فاذا احببتہ فکنت سمعہ الذی** (بخاری 76)

بقاء:

مرتبہ فناء میں جن اشیاء آفاق وانفس کا نسیان ہو گیا تھا سالک کو پھر دوسروں کی تکمیل وہدایت کیلئے انہی اشیاء کی طرف واپس لوٹا دینا بقاء کہلاتا ہے۔یعنی کامل فناء کے بعد سالک کو جو کیفیت حاصل ہوئی ہے اسکو بقاء کہتے ہیں اور فناء الفناء کے بعد حاصل ہونے والی کیفیت کو بقاء البقاء کہتے ہیں''**واللہ خیر وابقی**'' میں معنی بقاء کی طرف اشارہ ہے۔
(البینات۔ج 1 صفحہ 153)

نیز اہل طریقت نے فناء کی تین قسمیں ہیں۔

(1) فناء فی الشیخ

(2) فناء فی الرسول

(3) فناء فی اللہ

فناء فی الشیخ:

فرط محبت کی وجہ سے شیخ کے تصور میں اس طرح گم ہو جانا کہ اس کے اپنے حواس پر شیخ کی شکل وصورت اور حرکات وسکنات کا غلبہ ہو جائے اور اپنی ہستی کو بھول جائے۔ یہاں تک کہ شیخ کی صورت وسیرت کے سانچے میں ڈھل جائے۔

تو من شدی من تو شدم تو تن شدی من جاں شدم
تا کس نگوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

جیسا کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فناء فی الشیخ کے مرتبے کی اس انتہا پر فائز ہوئے کہ صورت و سیرت کے اعتبار سے جمالِ نبوت کے آئینہ دار بن گئے ۔اور ہجرت کے موقع پر اہل مدینہ کیلئے آقا اور غلام میں امتیاز کرنا مشکل ہو گیا تھا(بخاری صفحہ 555)

فناء فی الرسول ﷺ:

عشق رسالت مآب ﷺ اور اتباع سنت کے غلبے کی وجہ سے سالک کا اوصاف و کمالات نبوت کا وارث اور آئینہ دار ہو جانا فناء فی الرسول کہلاتا ہے ۔

فناء فی اللہ:

دورانِ سلوک تجلیاتِ الٰہیہ میں اس درجہ استغراق و استہلاک کہ سالک کو اپنی ہستی کی ہوش رہے نہ ماسویٰ اللہ کی خبر یعنی وہ ماسوا اللہ اور حظوظ نفسانی سے بیک وقت مکمل نجات پا جائے یہ فناء فی اللہ کہلاتا ہے۔ان اقسام ثلاثہ کے متعلق حضرت سائیں توکل شاہ انبالوی ؒ لکھتے ہیں

’’پیر نگر کو آ کے نبی نگر کو جا۔نبی نگر میں بیٹھ کے درشن یار کا پا‘‘

یہ بات بھی واضح ہے کہ شیخ (مرشد یا پیر) فیوضات کا واسطہ ہے جب تک واسطہ درست نہ ہوگا مطلب تک راستہ کس طرح پائے گا۔پس فناء فی الشیخ کے بغیر فناء فی اللہ کا حصول مشکل ہے۔اور مرید کو چاہیے کہ اپنے ارادے کو اپنے شیخ کے ارادے کے تابع کر دے اور اپنے آپ کو پوری طرح اس کے سپرد کر دے اور اس کی صحبت میں **کالمیت بین یدی الغسال** ہو جائے۔اور یہ تمام طریقوں میں درکار ہے۔پس شیخ مقتداء کے ساتھ وہ مناسبت کے اسباب جس قدر زیادہ رکھتا ہو گا،صحبت کی تاثیر اس قدر زیادہ ہو گی اور فیض اخذ کرنے کا

راستہ اسی قدر کشادہ ہوگا۔ہاں اگر کوئی شیخ اویسی ہو ظاہری پیر کا محتاج نہ ہو اور صرف عنایت الٰہی اس کے حال کی کفالت کرے تو ممکن ہے کہ فناء فی الشیخ کے بغیر اس کو فناء فی اللہ کا مقام حاصل ہو جائے ۔(البینات شرح مکتوبات صفحہ 345) لیکن یہ ایک مشکل اور استثنائی عمل ہے۔

﴿مجاہدہ نفس﴾

و جاھد وا فی اللہ حق جہاد ہ.......... (المومنون:78)

اللہ کی راہ میں سرتوڑ کوشش کرو جس طرح کوشش کرنے کا حق ہے۔

تمام عادات خبیثہ خصائل رذیلہ کا مرکز و منبع نفس ہے۔لہٰذا بغیر اس کو شکست دیئے وصول الی اللہ ممکن نہیں۔اس نفس سرکش کو شکست دینے کیلئے مجاہدہ اور ریاضت کی ضرورت ہے۔ حضرات صوفیہ اس کیلئے مجاہدہ کو ذریعہ قرار دیتے ہیں۔وعدہ الٰہی ہے

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ط (العنکبوت:69)

وہ لوگ جنہوں نے ہمارے معاملے میں مجاہدہ کیا ہم ضرور بالضرور انہیں اپنی راہ دکھائیں گے۔

حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

المجا ھد من جاھد نفسہ فی سبیل ا للہ ---مجاہد وہ ہے جو اللہ کی راہ میں اپنے نفس سے جہاد کرے۔

اسطرح کہ اس کی خواہشات پر جبر کرنا پڑتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ عوام و خواص صوفیاء مجاہدے کو لازم جانتے ہیں۔حضرت سہل بن عبداللہ التستری تو مجاہدے کو اصل تصوف قرار دیتے ہیں۔انہوں نے مشاہدے کیلئے مجاہدے کو علت قرار دیا ہے ان کے نزدیک قرب الٰہی بغیر مجاہدہ حاصل ہو ہی نہیں سکتا۔بعض صوفیاء کا خیال ہے کہ مجاہدہ تہذیب نفس کیلئے ضروری ہے نہ کہ حقیقت قرب کو حاصل کرنے کیلئے۔کیونکہ مجاہدے کا تعلق بندے سے ہے اور مشاہدے کا تعلق خالص فضل الٰہی سے ہے۔مگر شہنشاہ ولایت حضور داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ’مجاہدہ واقعتاً علت مشاہدہ ہے‘ کیونکہ اگر ایسا نہ ہو تو شریعت ،نزول کتب سماویہ اور بندوں پر احکام نازل کر کے ان پر عمل کو واجب قرار دینا ،یہ تمام چیزیں باطل ہو جائیں گی۔

دوسری بات یہ ہے کہ دین اور احوال آخرت کے تمام احکام کسی نہ کسی علت کے ماتحت ہیں، تو اگر علت کی نفی کر دی جائے تو تمام احکام اُٹھ جائیں گے۔ کیونکہ یہ دنیا عالم اسباب ہے جب ہم بھوکے ہوتے ہیں تو کھانا کھاتے ہیں اور جب پیاسے ہوتے ہیں تو پیاس بجھانے کیلئے پانی پیتے ہیں اسی طرح مشاہدے کیلئے مجاہدہ کو علت سبب قرار دینے میں کیا مضائقہ ہے؟ افعال میں اسباب دیکھنا توحید ہے اور اسباب کو ساقط قرار دینا تعطیل ہے، اگر دیکھا جائے تو عادت بھی یہی ہے۔ سرکش گھوڑے کی تربیت کی جائے تو وہ آدمی کی طرح حرکت کرنے لگتا ہے۔ وحشی پرندے کی تربیت کے بعد اس کو چھوڑ دو جب اوڑا تو وہ واپس آجاتا ہے، شکاری کتے کی تربیت کی جائے تو وہ اپنا مارا ہوا شکار مالک کے قدموں میں لاکر ڈال دیتا ہے۔ اور اسکا مارا ہوا شکار حلال ہوتا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ شرع اور رسم کا مدار بھی مجاہدے اور ریاضت پر ہے۔

مزید یہ کہ حضور نبی کریم ﷺ باوجود وصولی الی اللہ اور قرب الی اللہ اور باوجود عصمت اور مواخذہ آخرت سے بری ہونے کے اسقدر عبادت اور ریاضت فرماتے تھے کہ آیت مبارکہ نازل ہوئی (**قم اللیل الا قلیلاً**)

طہٰ. ما انزلنا علیک القران لتشقیٰ (طہٰ:1~3)

عبادت کرتے کرتے جب پاؤں پر ورم آجاتی تو اُم المومنین عرض کرتی کہ حضور تھوڑی عبادت کیا کریں آپ فرماتے **افلا اکون عبدا شکورا** نیز مسلسل روزے رکھتے اور راتوں کو قیام کرنے پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا

قم اللیل الا قلیلاً (مزمل:۲) اسکے باوجود مسجد نبوی کی تعمیر میں اینٹیں خود اٹھا رہے تھے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ دیکھ کر عرض کرنے لگے۔ آپ کیوں تکلیف برداشت کرتے ہیں؟ یہ اینٹیں مجھے دیں تو آپ نے فرمایا **یا ابا هریرة خذغیر ها فانه لا عیش الا عیش الاخرة** اے ابو ہریرہ تم دوسری اینٹ اُٹھا لو۔ کیوں کہ اچھی زندگی تو آخرت کی زندگی ہے۔

حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:
جو کوئی مجاہدہ اور تزکیہ نفس کے بغیر حق تعالیٰ تک پہنچنے کا دعویٰ کرے ۔وہ خطاء کار ہے (کشف المحجوب)

ایک شیخ اپنے مرید کو اپنے طریقہ خاص نفلی روزے رکھنے کا حکم دیتا ہے۔چلہ کشی اور سفر کا حکم دیتا ہے،نوافل اور نماز تسبیح کی ادائیگی کا حکم دیتا ہے اور اسی میں مداومت اور ہمیشگی کا حکم دیتا ہے۔مجاہدات کے بارے میں حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں ۔تصوف بندے سے مجاہدے کا تقاضا کرتا ہے۔اور بندے کی شان یہی ہے کہ استقامت کے ساتھ راہ مجاہدہ پر قائم رہے۔اسی لئے حضرت ابوالحسن نوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ تصوف حظوظ نفسانیہ کے ترک کر دینے کا نام ہے۔ترک حظ بندے کا کام ہے ۔اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے حظوظ نفسانیہ خود بخود فناء ہو جاتے ہیں۔یہی وقت ہے کہ بندہ شہوات نفس سے حال ہو کر منزل تقرب میں اللہ تعالیٰ کے حضور پہلی صفت میں پہنچ جاتا ہے۔ صوفی متاع دنیا میں کسی چیز کا مالک نہیں نہ وہ خود کسی کا مملوک ہوتا ہے۔**الصوفی الذی لا ملک ولا یملک**اس لئے کہ اسے خلق سے مکمل انقطاع نصیب ہو جاتا ہے۔اس کے بعد دوسری منزل شروع ہو جاتی ہے۔اور وہ رجوع الی الخلق کی یعنی اللہ تعالیٰ اگر یہ چاہے کہ صوفی سے وعظ و رشد کا سلسلہ جاری کرائے تو ایسے صوفی کو خلق کی طرف لوٹایا جاتا ہے تا کہ وہ نبی مکرم ﷺ کا نائب بن کر بھٹکے ہوئے انسانوں کو راہ ہدایت دکھلائے اور اگر اللہ تعالیٰ کو یہ منظور نہیں ہوتا تو اس صوفی کو پردہ گمنامی میں چھپا دیتا ہے۔

﴿مرتبہ احسان﴾

تصوف کا اصل مقصد مرتبہ احسان کا حصول ہے ۔جس کے متعلق حضور نبی کریم ﷺ نے حدیث جبریل میں ارشاد فرمایا یہ ایک طویل حدیث ہے اور اسکے راوی حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہیں ۔ہم یہاں صرف متعلقہ حصہ نقل کیا جاتا ہے۔

قال فاخبرنی عن الاحسان قال ان تعبداللہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک (صحیح بخاری۔صفحہ 12، 29)

سائل نے عرض کیا کہ مجھے احسان کے بارے میں بتلایئے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا احسان یہ ہے کہ تو اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کر کہ گویا تو اسے دیکھ رہا ہے۔(اگر اس بات کی صلاحیت تیرے اندر نہ ہو)اور تو اسے نہیں دیکھ سکتا تو (کم از کم)یہ یقین کرے لے کہ وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔

طریقت اور تصوف ،علم احسان کا دوسرا نام ہے ۔یہ شریعت کی باطنی صورت ہے ۔جس کا تعلق قلب ،روح اور نفس کے ساتھ ہے ۔یہ صوفی کو شریعت کے ظاہر کیساتھ اپنے باطن اور قلب کی تطہیر و اصلاح میں مدد و رہنمائی دیتا ہے ۔اس مقام پر پہنچنے کیلئے ضروری ہے کہ انسان کا قلب نفسانی خواہشات کے غلبے سے پاک ہو ۔اور تزکیہ کے مراحل سے گزر چکا ہو۔
ہر مسلمان یہ جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ حاضر و ناظر ہے،وہی مالک الملک ہے،عزت ، ذلت، موت وحیات اور رزق میں فراخی اور تنگی کا مالک صرف وہی ہے،وہ سمیع وبصیر بھی ہے ۔اور اس بات سے بھی ہر شخص واقف ہے کہ اللہ تعالیٰ اطاعات سے راضی اور معصیت سے ناراض ہوتا ہے ۔بحیثیت مسلمان ہم سب کا عقیدہ ہے کہ اس دنیوی حیات کے خاتمہ کے بعد ایک دوسری زندگی ہے ۔ایک دن قیامت آئے گی جس میں ہمیں اپنے اعمال کے ذرہ ذرہ کا حساب دینا ہوگا ۔لیکن ان تمام باتوں کے جاننے اور ماننے کے باوجود ہم دن رات

اس کی نافرمانی کرتے ہیں۔جائز و ناجائز،حلال وحرام اور خبیث وطیب کی جو حدود اس نے مقرر کر رکھی ہیں انہیں توڑ ڈالنے اور پھلانگنے میں کسی لحہ بھی توقف نہیں کرتے،آخر اس کی اصل وجہ کیا ہے ؟۔

اس کی اصل وجہ یہ ہے۔کہ ہم ان باتوں کو جانتے اور مانتے تو ضرور ہیں مگر ان کا وہ یقین ہم کو حاصل نہیں جو ہمیں اللہ کی اطاعت پر مجبور کردے اور اس کی نافرمانی سے روک دے۔تصوف درحقیقت وہی یقین پیدا کرتا ہے اور احسان اس یقین کا اعلیٰ مقام ہے۔یہ یقین واحسان عبد ومعبود کے رشتے میں بڑی اہمیت کا حامل ہیں۔اللہ تعالیٰ کی ہستی مطلق کو ہر دم اپنے خیال میں جمانا اور بلا کیف اسے حاضر و ناظر محسوس کر کے اس سے شرم وحیاء کرتے ہوئے اسکا مطیع وفرمانبردار بننا ہی اصل مقصود ہے اور اسی کیفیت کو احسان کہتے ہیں۔السید الشریف الجرجانی الحنفی (م 816ھ) کتاب التعریفات میں احسان کی تعریف کرتے ہوئے یوں رقمطراز ہے۔

هو التحقق بالعبودية على مشاهدة حضرة الربوبية بنور البصيرة

(ص:۱۴)

سالک کا عبادت کی حالت میں نور بصیرت کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا مشاہدہ کرنا احسان کہلاتا ہے۔

مصنف البینات ؒ بخاری ومسلم کی اس حدیث کا حوالہ دیتے ہوئے بینہ نمبر 6 کی صورت میں رقمطراز ہیں۔

احسان یہ ہے کہ بندہ عبادات و طاعات کو اسطرح سنوار کر پیش کرے کہ گویا وہ اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کے انوار وآثار کا مشاہدہ کر رہا ہے۔عبادت میں سب سے اعلیٰ تصور یہ ہونا چاہیئے کہ خدا میرے سامنے ہے اور میں اس کے سامنے ہوں یا کم از کم یہ تصور ہو کہ اللہ تعالیٰ میری طرف دیکھ رہا ہے یہی مرتبہ احسان ہے۔اور یہی ہر عمل کی جان ہے احسان کی اسی عملی صورت کا نام تصوف اور طریقت ہے۔(البینات شرح مکتوبات صفحہ 158)

مقصود تصوف یقین کا حصول ہے۔جب قلب سے حجابات اُٹھ جاتے ہیں تو یقین حاصل ہو جاتا ہے۔اسکے بعد کرامات وخوارق کی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی۔کیونکہ مقصود تو حاصل ہو چکا ہے۔(عوارف المعارف 33)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ازالۃ الخفاء میں لکھتے ہیں

تصوف کی حقیقت جسے شریعت میں احسان کہتے ہیں۔تین باتوں پر مبنی ہے۔پہلی اصل تو یہ ہے کہ اعمال خیر مثلاً نماز، روزہ، اور ذکر وتلاوت وغیرہ کے ذریعہ یقین پیدا کرنا یہ تو ایک واضح بات ہے کہ سب مسلمان اپنی اپنی استطاعت کے مطابق اعمال خیر انجام دیتے ہیں۔مگر ان کو یقین کا مرتبہ حاصل نہیں ہوتا۔استقراء سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر ان کے ساتھ تین باتیں ملا دی جائیں تو یقین پیدا ہو جاتا ہے۔ایک اخلاص فی العمل دوسرے اعمال خیر کی زیادتی مثلاً تہجد، چاشت اور صبح وشام کے اذکار اور تیسرے ان اعمال خیر کی کیفیت خاصہ یعنی خشوع وخضوع۔قرآن کریم اور سنت مطہرہ میں انہی تین اساسیات کو کیفیات احسان سے تعبیر کیا گیا ہے۔اسکی دوسری اصل یہ ہے کہ یقین سے مقامات پیدا ہوتے ہیں شیخ ابو طالب مکی کے نزدیک یہ دس مقامات (مقامات عشرہ) ہیں۔

(1) توبہ (2) زہد (3) صبر (4) شکر (5) رجاء (6) خوف
(7) توکل (8) رضا (9) فقر (10) قناعت

یہ نہ سمجھنا کہ مقامات صرف انہی دس میں منحصر ہیں بلکہ ان کے سوا بھی ہیں۔یقین انسان کے دل پر جب چھا جاتا ہے تو خوف ورجاء سب اللہ تعالٰی سے متعلق ہو جاتے ہیں۔اور اعتماد اسباب پر نہیں بلکہ مسبب الاسباب پر ہو جاتا ہے۔(ازالۃ الخفا صفحہ 142~143)

ثابت ہوا کہ تمام شرعی اعمال کے ثمرات یقین ہی پر مرتب ہوتے ہیں۔احوال ومقامات کی بنیاد یقین پر ہی استوار ہوتی ہے اسی لئے آقا علیہ الصلوۃ والسلام (بغرض تعلیم امت) اکثر یہ دعا فرمایا کرتے تھے۔

اے اللہ مجھے ایسا یقین نصیب فرما کہ دنیا کی مصیبتیں مجھ پر آسان ہو جائیں۔اس یقین کا

متعدد مقامات پر قرآن مجید اپنے ماننے والوں سے مطالبہ کرتا ہے۔حدیث جبریل میں اسی کی طرف راہنمائی فرمائی گئی ہے اور احسان کا یہ مرتبہ اور یقین کا یہ مقام تصوف ہی سے پیدا ہوتا ہے۔

تصوف کے تمام اذکار و اشغال اور مجاہدات و ریاضات کا مقصد اسی یقین کو حاصل کرنا ہے۔ذکر جب کثرت سے کیا جاتا ہے تو وہ طبیعت کا حصہ بن جاتا ہے۔اور نسبت مع اللہ پیدا ہوتی ہے۔یہی نسبت آگے چل کر احسان کا روپ اختیار کر لیتی ہے۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ مکتوبات شریف میں فرماتے ہیں ”شریعت راہ سہ فراست علم و عمل و اخلاص تا این ہر سہ جز و متحقق نشود شریعت متحقق نشود وچوں متحقق شد رضائے حق سبحانہ وتعالیٰ حاصل گشت کہ فوق جمیع سعادات دنیویہ واخرویہ است ورضوان من اللہ اکبر“۔

شریعت کے تین اجزاء ہیں۔علم،عمل،اخلاص۔جب تک یہ تینوں اجزاء ثابت نہ ہوں تب تک شریعت ثابت نہیں ہوتی۔اور جب شریعت ثابت ہوگئی تو اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہو گئی۔جو کہ دنیا و آخرت کی تمام سعادتوں سے اوپر ہے و **رضوان من الله اکبر** اور اللہ تعالیٰ کی رضا سب سے بڑی سعادت ہے۔

سراج العارفین حضرت علامہ ابوالبیان سعید احمد مجددی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

اس مکتوب میں شریعت محمدیہ ﷺ کی جامعیت و کاملیت کا بیان ہے۔اور اس میں دو قسم کے گروہوں کو خصوصی طور پر تنبیہ فرمائی گئی۔

(1) ان صوفیائے کرام کو متنبہ فرمایا گیا ہے۔جو شریعت کو کامل نہیں سمجھتے طریقت اور حقیقت کو مغز اور شریعت کو پوست خیال کرتے ہیں۔اور ان کا یہ گمان ہے کہ ہم نبی کریم ﷺ کے زیادہ محبوب ہیں۔اس لئے مغز ہمیں دیا گیا ہے اور علماء وغیرہ کو پوست دیا ہے۔ آپ نے اس نظریئے کو محض باطل قرار دیا ہے۔

(2) ان علمائے ظواہر کو انتباہ فرمایا ہے جو طریقت اور تصوف کو خلاف شریعت سمجھتے ہیں۔اور

بدعت قرار دیتے ہیں۔حالانکہ تصوف ،احسان اور اخلاص کا دوسرا نام ہے۔حدیث احسان (جبریل)اور آیت اخلاص مُخۡلِصِیۡنَ لَهُ الدِّیۡنَ (البینۃ:5)نیز آپ فرماتے ہیں کہ علم و عمل علماء سے حاصل ہوتے ہیں

اخلاص صوفیائے کرام کی صحبت وخدمت پر منحصر ہے:

وہ علماء جوجان وریاست،حصول منفعت علم وعمل سبھی میں بیک وقت مشغول ہیں ۔گوصورت اخلاص کے حامل ہیں لیکن حقیقت اخلاص سے غافل ہیں ۔وہ طریقت اور حقیقت کو جو حقیقت اخلاص کے حصول کا سبب ہیں ۔لایعنی شمار کرتے ہیں اور تزکیہ نفس سے محروم اور بے نصیب ہیں ۔چنانچہ وہ صورت اخلاص سے بھی کبھی کبھی حصہ یاب ہوتے ہیں اور اکثر طور پر اس سے بھی خالی رہتے ہیں ۔انہی کو علمائے دنیا یا علمائے ظاہر کہا جاتا ہے ۔اور وہ علماء جو حقیقت واخلاص سے متحقق ہیں ۔علمائے دین یا علمائے آخرت کہلاتے ہیں ۔

صورت اخلاص اس میں یہ ہے کہ اپنے اعمال حسنہ کی تشہیر وتعریف پسند کی جائے اور عزت و شہرت اور رفعت کو مقصود سمجھا جائے ایسے لوگوں کے اعمال کبھی رضائے نفس کے تابع اور کبھی رضائے الٰہی کے تابع ہوتے ہیں ۔حقیقت اخلاص یہ ہے کہ سالک کو تزکیہ نفس حاصل ہو جائے اور ہر وقت اپنے تمام اعمال حسنہ کو رضائے الٰہی کیلئے مخصوص سمجھا جائے اور اخلاص پر استقامت نصیب ہو جائے ۔

اخلاص کیا ہے؟۔

حضرت جنید البغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ''**الاخلاص سر بین الله تعالیٰ و بین العبد لا یَعۡلَمُهٗ ملک یکتبه ولا شیطان فیفسده ولا هویٰ فیمیله**'' (رسالہ قشیریہ)اخلاص اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان راز ہے۔جس کا نہ کسی فرشتے کو علم ہے کہ وہ اسے لکھے اور نہ کسی شیطان کو علم ہے کہ وہ اسے فاسد کر سکے۔اور نہ ہی کوئی خواہش نفس کہ

مخلص بندہ اس کی طرف مائل ہو سکے۔ حدیث میں ہے۔ قال رسول اللہ ﷺ:
سألتُ جبریل علیه السلام عن الاخلاص ما هو قال سالت رب العزة عن الاخلاص ما هو؟ قال هو سر من سری استو دعته قلب من احببته من عبادی
(البینات صفحہ 167، ج:2)
میں نے جبریل سے پوچھا؟ تو جبریل نے اللہ تعالیٰ سے دریافت کیا جواب دیا اخلاص وہ راز ہے جسے میں اپنے محبوب بندوں کے دل میں ودیعت فرماتا ہوں۔
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم ﷺ سے پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا اخلص فی دینک یکفیک قلیلا من العمل (قشیریہ) یعنی دین میں اخلاص پیدا کرلو تو تمہارا تھوڑا عمل بھی کفایت کر جاتا ہے یا کر جائے گا۔

حقیقت اور طریقت سے کیا مراد ہے؟

حقیقت سے مراد شریعت کی حقیقت ہے۔ نہ کہ حقیقت شریعت سے الگ کسی چیز کا نام ہے۔ طریقت سے مراد شریعت تک پہنچنے کا طریقہ ہے۔ شریعت حقیقت سے الگ کوئی چیز نہیں شریعت کی حقیقت حاصل ہونے سے پہلے صرف شریعت کی صورت کا حصول ہوتا ہے۔ اور شریعت کی حقیقت کا حصول اطمینان نفس کے مقام پر ہوتا ہے۔ تب آدمی کو درجہ ولایت میں رسائی ہو جاتی ہے۔ الغرض جو صوفیاء اپنے کمالات کو شریعت کے کمالات سے اعلیٰ جانتے ہیں۔ مغرور اور مفتون ہیں۔ اور وہ علماء جو طریقت اور حقیقت کو شریعت سے بے گانہ سمجھتے ہیں۔ بے خبر اور نور فراست سے محروم ہیں۔
صوفیائے کرام کو اثنائے راہ میں جو وجد و حال اور علوم و معارف حاصل ہوتے ہیں وہ مقاصد نہیں ہوتے بلکہ اوہام وخیالات ہوتے ہیں۔ جس سے طریقت کے طالبین کو بہلایا جاتا ہے۔ تاکہ ان کے شوق میں اضافہ ہو۔ اصل بات یہ ہے کہ سالکین کو ان کھلونوں سے آگے گزر جانا چاہئے۔ اور مقام رضا تک پہنچنا چاہئے۔ جو سلوک وجذبہ کے مقامات عشرہ

میں سے آخری مقام ہے۔ان میں سے پہلا مقام توبہ اور آخری مقام رضا ہے۔وجد و حال کے رنگین کھلونوں کو مقاصد شمار کرنے والے امام ربانی کے نزدیک کوتاہ اندیش اور وہم و خیال کے قیدی ہیں۔یعنی ظلال کو مطالب سمجھتے ہیں۔اور مطالب سے غافل رہتے ہیں۔ آپ کے نزدیک ظلال (وجد وحال) کی زیادہ سے زیادہ حیثیت یہ ہے کہ وہ معدات (اسباب و وسائل) مطلوب ہیں نہ کہ خود مطلوب ہیں۔بلکہ مطلوب وہم وخیال کے آئینوں سے ماوراء ہیں۔

شریعت،طریقت اور حقیقت کا مفہوم:

طریقت:

(۱) الطریقة، هی السیرة المختصة بالسالکین الی الله تعالیٰ من قطع المنازل و الترقی فی المقامات. (کتاب التعریفات:ص 101)

(۲) ''اوامر کی تعمیل اور نواہی سے اجتناب کا نام طریقت ہے۔'' (البنیات:۱۷۷)

شریعت:

(۱) الشریعة ، هی الطریق فی الدین (کتاب التعریفات:ص 90)

یہ دین میں راستہ اور طریق ہے۔ (البنیات:۱۷۶)

(۲) احکام و اسرار و اوامر و نواہی کے مجموعے کا نام شریعت ہے۔

حقیقت:

(1) اسم ارید به ما وضع له فعیلة من حق الشی...فی اصطلاح الشرع وضعت للارکان و الاذکار المخصوصة ،مع انها موضوعة للدعاء

(کتاب التعریفات:ص 65)

(2)مصداقات مسائل شرعیہ کے انکشاف ومشاہدے کوحقیقت کہتے ہیں۔یعنی حقیقت تک وصول کے بعد تمام احکام ومسائل شرعیہ کشفاً مشہود ہو جاتے ہیں اور معاملہ استدلال سے کشف تک اور ظن سے یقین تک پہنچ جاتا ہے۔یہی تذکیہ نفس کا اصلی مقام ہے۔

(البنیات:۱۷۷)

طریقت،حقیقت میں فرق:

طریقت اور حقیقت کے درمیان فرق یہ ہے کہ اگر احکام شرعیہ پر تکلف کے ساتھ عمل جاری ہو تو اسکو طریقت کہتے ہیں اور اگر بغیر تکلف کے عمل جاری ہوجائے اور سالک اس میں ایک حظ بے کیف محسوس کرے تو اسکو حقیقت کہتے ہیں اسی مرتبے میں سالک کو ایمان حقیقی میسر آتا ہے۔اس آیت میں یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا میں صوری ایمان سے حقیقی تک پہنچنے کا حکم ہے۔

❁❁❁

﴾ کرامات ﴿

اولیاء اللہ سے کرامتوں کا ظہور عقلاً اور نقلاً جائز ثابت ہے، عقلی جواز کیلئے یہی کافی ہے کہ کرامت ممکنات میں سے ایک ممکن شے ہے۔محال نہیں اور ہر ممکن خدا کی قدرت سے ظاہر ہو سکتا ہے جیسے انبیاء علیہم السلام سے معجزات کا ظہور رہے۔یہی اہلسنت کے مشائخ، عارفین، متکلمین، فقہاء اور محدثین سب کا مذہب ہے۔جو ان کی مشرق و مغرب اور عرب و عجم میں پھیلی ہوئی تصانیف میں ظاہر و موجود ہے۔چنانچہ علامہ سعد الدین تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ کرامات کے بارے میں لکھتے ہیں **''کرامات الاولیآء حق فتظھر الکرامۃ علی طریق نقض العادۃ للولی''**

''اولیا کی کرامات حق ہیں جو کام عام لوگوں کی طاقت اور عادات کے خلاف ہو اس کا اللہ کے ولی سے بغیر دعوئ نبوت کے ظہور ہونا کرامت کہلاتا ہے''۔کرامت جائز ہے خواہ یہ ولی کے قصد اور اختیار سے صادر ہو یا جنس معجزات سے ہو کیونکہ اس میں اللہ کی قدرت شامل ہوتی ہے (شرح العقائد صفحہ 303/2)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی عمدۃ القاری میں لکھتے ہیں۔

صحیح یہ ہے کہ بعض اولیاء کرام کی کرامات ان کے طلب و اختیار سے واقع ہوتی ہیں۔جیسے جریج کا واقعہ اور آصف بن برخیا کا تخت بلقیس کو پلک جھپکنے سے پہلے حاضر کر دینا اور کبھی اولیاء اللہ کی طلب اور اختیارات کے بغیر کرامات واقع ہوتی ہیں۔جیسے مریم علیہا السلام کے پاس بے موسمی پھلوں کا آنا (عمدۃ القاری 283/7)

شارح مکتوبات امام ربانی بینہ نمبر 24 میں لکھتے ہیں۔

وہ حالات عادیہ جو اولیائے کرام سے خرق عادات کے طور پر صادر ہوں انہیں اصطلاحاً کرامات کہا جاتا ہے۔علماء متکلمین اشاعرہ ماتریدیہ کرامات اولیاء کے قائل ہیں۔معجزات کی

طرح کرامات بھی قرآن مجید سے ثابت ہیں۔(معتزلہ ایک گمراہ فرقہ) کرامات کے منکر ہیں۔ (ص410:ج:1)

حضور داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کرامات کے حوالہ سے رقمطراز ہیں۔

صحبت حال اور صحبت مجاہدہ کی صورت میں ولی سے کرامات ظاہر ہوسکتی ہیں۔اس بات پر جملہ علمائے اہل سنت و جماعت کا اتفاق ہے اور عقل بھی اسے مانتی ہے کیونکہ ولی سے کرامات اس وقت صادر ہو تی ہیں۔جب وہ قوت الٰہیہ کا وقتی طور پر مظہر ہو جاتا ہے،کرامات دراصل صداقت ولایت کی دلیل ہوتی ہیں اور کاذب سے اس کا صدور محال ہے۔کرامت ایسے فعل کا نام ہے جو عادت وعقل کے خلاف اللہ تعالیٰ کے کسی بندے سے صادر ہو۔کرامت صادر ہونے کے باوجود صوفی پر شریعت کے تمام احکام باقی رہتے ہیں۔ (کشف المحجوب)

اہل سنت کے جمہور آئمہ ومحققین کا صحیح مذہب یہی ہے کہ جو کام بھی کسی نبی کے ہاتھ پر بطور معجزہ ظاہر ہوسکتا ہے وہ ولی کے ذریعہ بطور کرامت صادر ہوسکتا ہے۔

معجزہ اور کرامت میں فرق:

دونوں میں فرق یہ ہے کہ معجزہ کے ساتھ نبوت کا دعویٰ اور کفار کو مقابلہ کا چیلنج ہوتا ہے جبکہ کرامت کے ساتھ ایسا نہیں ہوتا۔اس پر یہ نہیں کہا جاسکتا کہ ولی پر قرآن جیسی کتاب بھی آسکتی ہے۔اس لئے قرآن کے ساتھ نبوت کا دعویٰ ضروری ہے حالانکہ ولی کے ہاتھ پر بھی خوارق عادت خدا کی طرف سے ظاہر ہوتے ہیں مگر ان کے ساتھ نبوت کا دعویٰ نہیں ہوسکتا۔ ولی ہمیشہ نبی کی تصدیق کرنے والا ہوتا ہے معجزہ نبی کی نبوت کو ظاہر کرتا ہے جبکہ کرامات اولیاءکرام کی تصدیق کرتی ہیں۔ولی کی کرامت انبیاء علیھم السلام کی تصدیق کی اہم ترین اساس ہے۔معجزہ میں اظہار شرط ہے جبکہ کرامت میں کتمان (چھپانا) شرط ہے۔کیونکہ معجزہ کا مقصد لوگوں کی اصلاح ہے۔جبکہ کرامت خاص صاحب کرامت کیلئے ہے۔معجزہ کو صاحب معجزہ واضح بھی کرسکتا ہے۔اگر اسکا عین اعجاز ہے۔جبکہ اظہار کرامت کے بعد

صاحب کرامت اسے واضح نہیں کرسکتا مثلاً اگر وہ اپنی بددُعا کے ذریعہ کسی پر عذاب نازل کرادے تو پھر اسے دفع نہیں کرسکتا صاحب معجزہ شرع میں تصرف کرسکتا ہے یا اس کے اوامر ونواہی کی ترتیب بدل سکتا ہے۔جبکہ صاحب کرامت شرع شریف کے سامنے بے بس ہے۔اور وہ کوئی بھی اقدام شریعت کے خلاف کرنے کا مجاز نہیں۔کرامت بغیر تصدیق نبوت صادر نہیں ہوسکتی۔نیز ایسے مومن مطیع سے صادر ہوتی ہے۔جو خلاف شریعت کوئی بھی عمل نہ کرتا ہو۔حقیقت یہ ہے کہ جو کرامت امتی سے صادر ہوتی ہے۔وہ نبی کی نبوت پر سچی شہادت ہے۔یعنی آدمی ولی کی کرامت دیکھ کر محسوس کرتا ہے کہ جب امتی میں بوجہ اتباع نبی یہ طاقت ہے تو نبی میں ایسی طاقت کتنی ہوگی۔

کرامت واستدراج کا فرق:

اگر کسی فاسق وفاجر اور کافر سے کوئی امر خارق عادت صادر ہو تو اسے استدراج کہتے ہیں۔ کرامت کی حقانیت کو جانچنے کیلئے عمل بالشریعۃ اور تصدیق رسالت واحد ذریعہ ہے۔ کیونکہ شریعت کا باغی ہرگز ہرگز ولی نہیں ہوسکتا۔قرب قیامت ظہور دجال ہوگا تو وہ بہت سے خارق عادت اور دوسرے امور سر انجام دے گا۔جس سے کمزور ایمان والوں کو شبہ ہو سکتا ہے۔کہ وہ اپنے دعویٰ الوہیت میں سچا ہے۔اس وقت یہی دعویٰ الوہیت اس کے کاذب (جھوٹا) ہونے کا ثبوت دے گا۔

عصمت وولایت:

اگرچہ ولایت خالصتاً اللہ کی عطا ہے۔اولیاء کرام انبیاء کرام علیہم السلام کی طرح معصوم عن الخطاء نہیں ہوتے۔(بلکہ محفوظ عن الخطاء یعنی خطاء سے محفوظ ہوتے ہیں۔اس لیے کہ عصمت شرط نبوت ہے شرط ولایت نہیں) تاہم اولیاء کرام پر اللہ تعالیٰ کا خاص احسان ہوتا ہے اور وہ اولیائے کرام کو سینکڑوں آفات سے دور فرما دیتا ہے۔

کرامت کے ظہور کے مواقع:

یہ بات بھی واضح ہے کہ ولی کرامت کو چھپاتا ہے۔اور پوشیدہ رکھنے کی کوشش کرتا ہے۔لیکن

اظہاراس وقت کرتا ہے۔(۱) جب ضرورت ہو(۲) اسے اس کی اجازت دی گئی ہو۔(۳) یا غلبہ حال طاری ہو جس میں وہ بے قابو ہو جائے۔یا کسی مرید کے یقین کی تقویت مقصود ہو۔ایسے مواقع پر اولیاء اللہ سے کرامتیں ظاہر ہوتی ہیں۔جیسے

(۱) اولیاء اللہ میں سے بعض نے فضا میں ہاتھ اُٹھایا جس میں شہد آ گیا جو انہوں نے کسی مرید کو کھلایا۔

(۲) ایک شیخ کامل نے ہزاروں میل دور اپنے مرید کو کعبۃ اللہ کی زیارت کروا دی۔

(۳) ایک عارف حق نے منکر کو کعبہ کا طواف کرتے دیکھا۔

کتاب اللہ اور اثبات کرامات:

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم علیہا السلام کے بارے میں فرمایا۔

كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا ۚ قَالَ يَمَرْيَمُ أَنَّى لَكِ هَذَا ۖ قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ ۖ إِنَّ اللَّهَ يَرْزُقُ مَنْ يَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ o (آل عمران:37)

جب زکریا علیہ السلام اس کے پاس (محراب) عبادت گاہ میں داخل ہوتے اس کے پاس رزق پاتے تو پوچھتے **انی لک ھذا** یہ تیرے پاس کہاں سے آیا؟ تو مریم کہتی یہ اللہ کے پاس سے ہے۔بے شک اللہ جسے چاہتا ہے بے حساب رزق عطا فرماتا ہے۔

مفسرین کا بیان ہے کہ حضرت مریم علیہا السلام کو جو پھل انعام خداوندی سے دیئے جاتے تھے وہ بے موسمی تھے،یعنی جس زمانے میں جو پھل نہیں ہوتا وہ انہیں ملتا۔نیز یہ بات بھی متفق علیہ ہے کہ حضرت مریم علیہا السلام پیغمبر نہ تھیں۔بلکہ اللہ تعالیٰ کی نیک بندی تھیں۔اس لئے بے موسمی پھلوں کا ان کے پاس پایا جانا حضرت مریم علیہا السلام کی کرامت ہے۔جس کو اللہ پاک نے قرآن مجید میں یوں ارشاد فرمایا۔

وَهُزِّي إِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسَاقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا o (مریم:25)

اور (اے مریم) کھجور کے تنے کو اپنی طرف ہلاؤ تم پر تر و تازہ پکی ہوئی کھجوریں گریں گی۔

مفسرین کرام لکھتے ہیں۔کہ وہ زمانہ کھجوروں کے پھل دینے کا نہ تھا۔پھر بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص فضل وکرم سے اس درخت کو پھلدار بنا دیا۔یقیناً یہ بھی حضرت مریم علیہا السلام کی کھلی کرامت ہے۔

(۲) حضرت سلیمان علیہ السلام کے مصاحبین کا تذکرہ قرآن مجید میں کیا گیا ہے کہ جب حضرت سلیمان علیہ السلام نے ملکہ بلقیس کی آمد سے پہلے اس کا تخت منگوانا چاہا اور فرمایا کہ اس کے آنے سے پہلے اس کے عرش کو کون لائے گا اس موقع پر ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

قَالَ عِفْرِيْتٌ مِّنَ الْجِنِّ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ ۚ وَاِنِّيْ عَلَيْهِ لَقَوِيٌّ اَمِيْنٌ o (النمل:39)

ایک قوی ہیکل جن عفریت نے کہا میں اسے آپ کے پاس لا سکتا ہوں اس سے قبل کہ آپ اپنے مقام سے اٹھیں۔اور بے شک میں بڑا قوی وامین ہوں۔حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا مجھے اس سے بھی جلدی چاہیے اس پر **قَالَ الَّذِيْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّرْتَدَّ اِلَيْكَ طَرْفُكَ** (النمل:۴۰)

اس آدمی نے کہا جس کے پاس علم الکتاب تھا میں آنکھ جھپکنے سے بھی پہلے لا سکتا ہوں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

مفسرین لکھتے ہیں۔اس آدمی کا نام آصف بن برخیا تھا۔حضرت سلیمان علیہ السلام اس کے اس کام سے متحیر ہوئے نہ ہی آپ نے انکار فرمایا اور نہ ہی اسے محال نظر آیا اسے کسی صورت میں معجزہ بھی نہیں کہا جا سکتا۔کیونکہ آصف بن برخیا پیغمبر نہ تھے۔بلکہ ولی اللہ تھے اور یہ کرامت تھی۔اگر معجزہ ہوتا تو حضرت داؤد علیہ السلام سے ظاہر ہوتا۔

(۳) سورۃ الکہف کی آیات مبارکہ میں حضرت موسیٰ وخضر علیہما السلام کے واقعات جن میں کلیم اللہ علیہ السلام نے عجیب وغریب واقعات کا مشاہدہ کیا نیز اس میں سکندر ذوالقرنین کا حیرت انگیز قصہ بھی ہے۔اصحاب کہف کے کتے کا ان کے ساتھ گفتگو کرنا۔ عرصہ دراز تک ان کی نیند اور دائیں بائیں کروٹ بدلنا۔

ارشادِ خداوندی ہے۔

ونقلبھم ذات الیمین و ذات الشمال و کلبھم باسط ذراعیہ بالوصید (الکہف:15)

اور ہم ان کی (وقفوں کے ساتھ ساتھ) دائیں بائیں جانب کروٹیں بدلتے رہتے ہیں۔اور ان کا کتا چوکھٹ پر اپنے دونوں بازو پھیلائے بیٹھا ہے۔یہ تمام افعال خلاف عادت ہیں۔مگر ظاہر ہے کہ یہ معجزہ نہیں بلکہ کرامت ہیں۔

﴿احادیث مبارکہ کی روشنی میں﴾

احادیث مبارکہ میں کرامات کے ثبوت میں بے شمار احادیث ہیں۔ان میں سے چند ایک کا ذکر کیا جاتا ہے۔بڑے پن کے الفاظ بندے کو عزت و توقیر کیلئے دیئے جاتے ہیں۔تا کہ ایسے بندے جن کی زندگی اللہ کی یاد میں مصروف ہو بندوں میں اس کی عزت و توقیر زیادہ ہو جائے۔

(۱) بخاری و مسلم میں جریج راہب کی کرامت کا ذکر ہے کہ ان پر زنا کاری کا الزام لگا تو انہوں نے شیر خوار بچے سے دریافت کیا کہ تیرا باپ کون ہے۔بچے نے جواب دیا **قال فلان الراعی قال فا قبلوا علی جریج یقبلونہ و یتمسحون** اس نے کہا کہ فلاں چرواہا۔اس پر لوگ جریج کی طرف متوجہ ہو گئے اور اس کی قدم بوسی کی اور حصول برکت کیلئے اس سے تمسّک کرنے لگے۔

علامہ یحییٰ ابن شرف النووی لکھتے ہیں کہ اس حدیث مبارکہ میں اولیاء اللہ کی کرامات کا ثبوت ہے۔اور یہ عقیدہ اہلسنت کا ہے جبکہ معتزلہ کا اس میں اختلاف ہے

(شرح مسلم 313,14/2)

(۲) حدیث میں تین اشخاص کا ذکر ہے جو ایک غار کے منہ پر ایک بھاری چٹان گرنے سے محصور ہو گئے تھے،جب انہوں نے اپنے اخلاص وللّٰہیت کے کاموں کا وسیلہ لیکر دعا کی چٹان غار کے منہ سے ہٹ گئی اور وہ تمام موت کے چنگل سے نجات پا گئے۔

(۳) علامہ عبداللہ بن اسعد یافعی رحمۃ اللہ علیہ (م 768ھ) لکھتے ہیں۔ایک شخص نے گائے پر بوجھ لادا تو گائے نے انسانی زبان میں کلام کیا کہ میں بار برداری کیلئے نہیں پیدا کی گئی۔کھیتی باڑی کیلئے پیدا کی گئی ہوں۔لوگوں نے سنا تو کہا!سبحان اللہ،عجیب بات ہے کہ کہ گائے کلام کر رہی ہے۔حضور اقدس ﷺ نے سنا تو فرمایا یہ سچ ہے۔میں اور ابو بکر و عمر اس کی تصدیق کرتے ہیں۔(روض الریاحین مترجم:صفحہ 93)

حضرت امام یافعی یمنی حدیث صحیح کا حوالہ دیتے ہیں۔
اللہ تعالیٰ کے کچھ ایسے بندے ہیں۔ جو بظاہر میل کچیل میں اٹے ہوئے ہوتے ہیں اور ان کے بال غبار آلود رہتے ہیں۔ وہ کسی کے دروازے پر جائیں تو کوئی ان کی خاطر نہ کرے۔ بلکہ دھکے دے کر نکال دے، مگر ان کی شان یہ ہے کہ اگر وہ کسی بات پر خدا کی قسم کھا بیٹھیں۔ **واللہ لو اقسم لابرہ** تو اللہ تعالیٰ اس کو ضرور پورا کرتے ہیں۔
اس حدیث کو درج کرنے کے بعد امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔
اثبات کرامت میں اس حدیث کے علاوہ اگر کوئی اور حدیث نہ بھی ہوتی تو یہی حدیث کافی تھی۔ مگر اس باب میں صحابہ کرام، تابعین تبع تابعین اور متقدمین سے روایات کثیرہ منقول ہیں جو شہرت اور تواتر تک پہنچ چکی ہیں۔

صحابہ کرام کی کرامات:

حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر ایک مہمان آیا۔ انہوں نے مہمان کو کھانا پیش کیا، جسے وہ ایک طرف سے تناول کرتا تو دوسری طرف سے اس میں اضافہ ہوتا جاتا حتیٰ کہ مہمان اور تمام اہل خانہ نے کھالیا اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اہلیہ نے کہا کھانا پہلے سے تین گنا زیادہ ہے۔
امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

وایم اللہ ماکنا نا خذ من لقمۃ الا ربا من اسفلھا اکثر منھا حتی شبعوا وصارت اکثر مما کانت قبل ذالک (صحیح مسلم 185/2)

اللہ کی قسم ہم لقمہ نہیں کھاتے تھے کہ اس کے نیچے سے اس سے بھی زیادہ کھانا بڑھ جاتا۔ یہاں تک کہ وہ سارے سیر ہو گئے اور کھانا پہلے سے زیادہ ہو گیا اس روایت میں اصحاب صفہ کے تین مہمانوں کا ذکر ہے۔
بخاری شریف کی حدیث کے آخری الفاظ یہ ہیں۔

انها الان اکثر قبل ان ناکل فا کلوا وبعث بها الی النبی ﷺ فذکر انه اکل منها (صحیح بخاری:907/2)

یہ کھانا اس سے بھی زیادہ ہے جسکو ہم کھانے کیلئے بیٹھے تھے۔چنانچہ سب نے کھالیا اسکو حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں بھیجا۔پس بتایا کہ حضور نبی کریم ﷺ نے بھی اس میں سے تناول فرمایا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ بن ولید عراق کے علاقے میں جہاد کیلئے گئے تو وہاں انکی خدمت کیلئے تحائف پیش کیے گئے۔ان میں سے آپ کے سامنے ایک ڈبیہ پیش کی گئی کہ اس میں زہر قاتل ہے اور ایسا قیمتی ہے کہ کسی ملک کے خزانے میں نہیں۔آپ نے زہر ہتھیلی پر انڈیلہ اور بسم اللہ پڑھ کر پی لیا، زہر نے آپ کو کچھ نقصان نہیں پہنچایا۔

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنھا سے صحیح حدیث بیان کی۔کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی عائشہ کو اپنے مال خانہ میں سے 20 وسق (تقریباً ساڑھے باون کلو) کھجوریں عطا فرمائی تھیں۔جب آپ کی وفات کا وقت قریب آیا، تو فرمایا بیٹی! نہ تو اپنے بعد تم سے زیادہ مالدار رہنا چاہتا ہوں۔اور نہ ہی اپنے بعد تم سے زیادہ کسی تنگدستی کا مجھے فکر ہے۔لیکن میں نے تم کو جو 20 وسق کھجوریں دی تھی اگر تم ان پر قبضہ کر لیتی تو وہ تمہاری ہو جاتیں۔مگر اب تو اس میں میراث جاری ہوگی۔وراثت میں تم دو بھائی اور دو بہنیں ہو۔تم کتاب اللہ کے مطابق خود تقسیم کر لینا۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنھا نے فرمایا ابا جی! (یہ تو ہے ہی کیا) اگر بہت سا مال بھی ہوتا تو بھی چھوڑ دیتی اور رہاں بہنوں میں ایک تو اسماء ہیں اور دوسری کون ہے؟ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے نے فرمایا، جو ابھی پیٹ میں ہے اور میں اسے لڑکی خیال کرتا ہوں۔پھر جیسا انہوں نے فرمایا ایسا ہی ہوا۔

علامہ تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔اس میں حضرت ابو بکر صدیق کی دو کرامتیں ہیں، ایک تو یہ خبر دینا کہ وہ اس مرض میں وفات پا جائیں گے۔کیونکہ آپ نے فرمایا ہے کہ

ایک تو اس میں سے میراث جاری ہو گی ۔دوسری یہ خبر دینا کہ جو بچہ پیدا ہو گا وہ لڑکی ہے ۔جبکہ قرآن کہتا ہے ۔

یعلم مافی الارحام کوئی نہیں جانتا کہ رحموں میں کیا ہے ۔یعنی بچہ ہوگا یا بچی

(جمال الاولیاء:29)

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ سورۃ کہف کی تفسیر میں کرامات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں ۔حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی کرامتوں میں سے یہ بھی ہے کہ جب آپ کا جنازہ حضور نبی کریم ﷺ کے مزار مبارک کے دروازہ پر لایا گیا اور ندا کی گئی السلام علیک یا رسول اللہ ﷺ یا رسول اللہ یہ ابو بکر دروازے پر حاضر خدمت ہے تو دروازہ خود بخود ہی کھل گیا اور قبر انور سے آواز آئی کہ ایک دوست کو دوسرے دوست کے ساتھ ملا دو اور اسے یہاں داخل کر دو۔ **(اوصلوا الحبیب الی الحبیب)**

خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی کرامات میں سے یہ ہے کہ ابی ابن الدنیا نے باب قبور میں حضرت فاروق اعظم سے روایت کیا ہے کہ آپ جنت البقیع میں تشریف لے گئے اور فرمایا السلام علیکم یا اہل القبور ۔جو خبریں ہمارے پاس ہیں وہ یہ ہیں کہ تمہاری بیویوں سے نکاح کر لیے گئے ہیں، تمہارے مکانوں میں سکونت ہو رہی ہے، تمہارے اموال متفرق ہو چکے ہیں، غیب سے آواز آئی !اے عمر بن الخطاب ہمارے ہاں کی خبریں یہ ہیں کہ جو کچھ ہم نے کیا تھا وہ پالیا، اور جو خرچ کیا تھا اس کا نفع اُٹھالیا ۔اور جو چھوڑ دیا تھا اس کا خسارہ پالیا ۔ابن عسا کر نے یحیٰی ابن ایوب خذیمہ سے روایت کی ہے کہ میں نے سنا ہے کہ عمر بن الخطاب ایک نوجوان کی قبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا اے فلاں **ولمن خاف مقام ربہ جنتان** ۔اس شخص کے واسطے جو اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرتا ہے، دو جنتیں ہیں ۔اس نوجوان نے قبر کے اندر سے جواب دیا ۔اے عمر میرے پروردگار نے مجھے دونوں جنتیں عطا فرمائی ہیں ۔(جمال الاولیاء صفحہ 69)

ساریہ بن زنیم کو مسلمانوں کے ایک لشکر پر امیر مقرر فرمایا اور اس لشکر کو فارس کی طرف روانہ کیا۔ نہاوند شہر کے دروازہ پر اس لشکر کو سخت پریشانی کا سامنا کرنا پڑا۔ لشکر شہر کا محاصرہ کیے ہوئے تھا۔ اور دشمنوں کی جماعتیں بہت زیادہ تھیں۔ قریب تھا کہ مسلمان شکست کھا جاتے کہ ادھر حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں منبر شریف پر خطبہ دینے کیلئے تشریف لائے اور دوران خطبہ بہت بلند آواز سے للکار کر فرمایا اے ساریہ پہاڑ کو دیکھو **یا ساریہ الجبل** اللہ تعالیٰ نے نہاوند کے دروازے پر حضرت ساریہ اور ان کے تمام ساتھیوں کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آواز سنوا دی سب نے یہ کہا کہ یہ امیر المومنین کی آواز ہے اسے سن کر وہ سب پہاڑ کی طرف چل کھڑے ہوئے تو انہوں نے نجات پائی۔

علامہ تاج الدین سبکی نے اپنے والد علامہ تقی الدین سبکی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ارادہ اس کرامت کے ظاہر کرنے کا نہیں تھا بلکہ ان کو کشف ہوا اور انہوں نے ان سب لوگوں کو اپنے سامنے اس طرح دیکھ لیا جیسے وہ حقیقتاً ان میں موجود ہیں۔ اور مدینہ منورہ میں اپنی مجلس سے غائب ہیں لہذا ان کے حواس جو اس نہاوند کے مسلمانوں کی مصیبت کی طرف کاملاً منہمک ہو گئے اور انہوں نے ان کے امیر کو اس طرح مخاطب کیا جیسے وہ خود ان میں شامل ہیں۔ کیونکہ آپ حقیقت میں یا مثل حقیقت ان کے ساتھ ہو گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ اس قسم کی باتیں جو اپنے اولیاء کی زبانوں سے نکلواتے ہیں احتمال ہے کہ ان کو احساس ہوتا ہو اور یہ بھی احتمال ہے کہ ان کو احساس نہ ہوتا ہو بہر حال دونوں حالتوں میں یہ کرامت ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ حقیقت میں ظاہر اور باطن دونوں حالتوں میں مسلمانوں کے امیر المومنین تھے۔ زمین اور اہل زمین کیلئے رسول اللہ کے خلیفہ ہیں، بلکہ جس طرح زمین پر حضور ﷺ کے دو وزیر ہیں (ابو بکر و عمر) اسی طرح آسمانوں پر بھی دو وزیر مصطفیٰ ﷺ ہیں (جبریل و میکائیل)۔ اس لئے خود زمین کو بھی ان باتوں پر جو اس سے سرزد ہوتی تھیں ایسے ہی سزا دیتے تھے اور درست فرماتے جیسے زمین پر رہنے والوں (انسانوں) کو سزا دیا کرتے

تھے۔جب زمین پر زلزلہ آیا تو آپ نے سختی سے زمین کو فرمایا اسکن اے زمین ٹھہر جا۔کیا عمر نے تیرے اوپر انصاف نہیں کیا۔

آپ کی خلافت زمین اور خشکی کے علاوہ بحر یعنی پانیوں پر بھی تھی ۔دریائے نیل عرصہ دراز سے اس بات کا عادی تھا کہ جب تک اس میں ہر سال ایک کنواری لڑکی ذبح کر کے (اس کا خون اور میت) نہ ڈال دی جاتی اس میں طغیانی نہ آتی یعنی پانی کا بہاؤ شروع نہ ہوتا، (دور اسلام میں) لوگوں نے اس وقت کے گورنر مصر حضرت عمرو بن العاص کے پاس آکر دریائے نیل کی اس روش کے بارے میں اپنی شکایت پیش کی حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا! ایسا اب نہیں ہوسکتا میں دیکھ رہا ہوں کہ اسلام پہلی روایات جاہلیت کو مٹا رہا ہے۔ادھر جب لوگوں نے لڑکی کو لیجانے کا ارادہ کرلیا تو حضرت عمرو بن العاص نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ واقعہ لکھ بھیجا۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب میں لکھ بھیجا۔ آپ نے ٹھیک کہا ہے کہ اسلام پہلی روایتوں کو مٹاتا ہے میں آپ کے پاس ایک پرچہ بھیج رہا ہوں اس کو نیل تک پہنچا دینا، حضرت عمرو بن العاص نے (بطور گورنر اپنی ذمہ داری سمجھتے ہوئے) دریا میں ڈالنے سے پہلے اس پرچہ کو کھولا تو اس میں یہ لکھا تھا۔

امیر المومنین عمر کی جانب سے دریائے نیل کے نام۔

امابعد: اگر تو اپنی مرضی سے جاری ہوتا ہے تو مت جاری ہو (یعنی نہ چل) لیکن اگر اللہ واحد و قہار کے حکم سے چلتا ہے تو عمر اللہ کا بندہ تجھے حکم دیتا ہے کہ فوراً چلنا شروع کردے۔

حضرت عمرو بن العاص نے وہ پرچہ یوم الصلیب سے ایک دن پہلے دریائے نیل میں ڈال دیا۔مصر کے لوگ لڑکی کے لیجانے اور شہر سے نکلنے کی تیاری کر چکے تھے۔صبح ہونے سے پہلے پہلے اللہ تعالیٰ نے اس (دریائے نیل) کو سولہ ہاتھ پانی کے ساتھ راتوں رات جاری فرمایا دیا تھا۔ (جمال الاولیاء صفحہ 70)

خلیفہ ثالث ذوالنورین حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ

تاج الدین سبکی نے اپنی کتاب طبقات میں لکھا ہے کہ حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک موقع پر فرمایا کہ تم میں سے بعض لوگ ایسے آتے ہیں جن کی آنکھوں میں زنا کا اثر ہوتا ہے۔ایک شخص بولا کہ **او حی بعد رسول اللہ** ﷺ کیا رسول اللہ ﷺ کے بعد وحی کا سلسلہ پھر سے شروع ہو گیا ہے؟۔آپ نے فرمایا **لا** بل نہیں بلکہ **فراسة المومن** یہ مومن کی فراست ہے جس کے بارے میں آقا و مولا حضرت محمد ﷺ نے فرمایا تھا **اتقوا فراسة المومن فانه ینظر بنور الله** مومن کی فراست سے ڈرو کیونکہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔حضرت امیر المومنین نے یہ بات اس آدمی کی اصلاح کیلئے کی تھی کیونکہ اس شخص کی نظریں راستے میں کسی اجنبی اور غیر محرم عورت پر پڑتی رہی تھی۔

خلیفہ چہارم اسد اللہ الغالب شیر خدا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ:

خلیفہ چہارم اسد اللہ الغالب شیر خدا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی کرامات بہت زیادہ ہیں حضرت سعید بن مسیّب سے روایت ہے کہ ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ مدینہ منورہ کے قبرستان میں داخل ہوئے تو آپ نے با آواز بلند فرمایا **السلام علیکم یا اهل القبور** تم ہمیں اپنے حالات بتاؤ حضرت سعید فرماتے ہیں کہ ہم نے یہ آواز وعلیکم السلام یا امیر المومنین سنی آپ ہمیں بتائیں کہ ہمارے بعد کیا ہوا آپ نے فرمایا کہ تمہاری بیویوں نے نکاح کر لئے ہیں۔تمہارے مال تقسیم کر لئے گئے اور تمہاری اولاد یتیموں کے زمرے میں شمار ہونے لگی اور وہ مکانات جن کو تم نے بنایا تھا ان میں تمہارے دشمن دفن ہونے لگے۔یہ تماری خبریں ہیں۔تمہارے پاس کیا خبریں ہیں؟۔ایک مردے نے جواب دیا، ہمارے کفن پھٹ چکے،بال بکھر گئے ہیں،کھالیں پراگندہ ہو چکی ہیں،آنکھیں رخساروں پر پڑ چکی ہیں، ناک کے نتھنے سے پیپ بہہ رہے ہیں، جو کچھ کیا تھا وہ پا لیا اور جو چھوڑ دیا اس کا خسارہ اُٹھالیا۔اور اب ہم رہن ہیں۔

امام فخر الدین رازی آپ کی کرامات کے بارے میں رقمطراز ہیں۔
کہ حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کے متعلقین میں سے کسی ایک حبشی غلام نے چوری کی، اس نے اقرار کرلیا کہ ہاں میں نے کی ہے۔ آپ نے اس کا ہاتھ کاٹ دیا۔ پھر وہ غلام حضرت سلیمان فارسی اور ابن الکوار سے ملا تو ابن الکوار نے اس سے پوچھا تیرا ہاتھ کس نے کاٹا؟۔
اس نے جواب دیا کہ امیر المومنین، سردار مسلمین، داماد رسول اللہ ﷺ، شوہر بتول رضی اللہ عنہ نے میرا ہاتھ کاٹ دیا ہے تو یہ سن کر ابن الکوار نے کہا کہ تو پھر بھی ان کی تعریف کر رہا ہے۔ اس پر اس غلام نے عرض کیا میں اس کی تعریف کیوں نہ کروں جس نے میرا ہاتھ کاٹا اور مجھے دوزخ کے عذاب سے بچالیا۔ حضرت سلیمان نے یہ سنا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوری بات عرض کی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس غلام کو بلوایا۔ اور اس کا ہاتھ اسکے نیچے (کٹی ہوئی جگہ) پر رکھ کر رومال سے ڈھانپ دیا۔ اور دعا فرمائی اس وقت ہم نے آسمان سے ایک آواز سنی کہ چادر اُٹھاؤ جب ہم لوگوں نے اسکے ہاتھ پر سے چادر اُٹھائی تو اسکا ہاتھ بالکل درست ہوگیا تھا۔ اور یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کرامت تھی۔
ابن سعد حکم اور ابو نعیم رضی اللہ عنھم اجمعین نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ عباد بن بشر اور اسید بن حضیر ایک ضرورت سے حضور نبی کریم ﷺ کے پاس کافی رات بیٹھے رہے۔ رات بہت اندھیری تھی دونوں نے وہاں سے چلنے کا ارادہ کیا اندھیرے کی وجہ سے جب گھبرائے تو حضور نبی کریم ﷺ نے ایک صحابی کی لاٹھی پر ہاتھ لگایا وہ چمک اُٹھی، چونکہ دونوں کے ہاتھ میں لاٹھیاں تھیں جب دونوں ایک موڑ پر جا کر علیحدہ ہونے لگے تو پہلے صحابی (جن کی لاٹھی روشن تھی) نے دوسرے کی لاٹھی کو لیکر اس سے مس کیا یعنی لگایا تو دوسرے صحابی کی لاٹھی بھی روشن ہوگئی۔ حتیٰ کہ وہ اپنے گھر پہنچ گئے۔
حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا غزوہ خندق کے بعد جب انتقال ہوا تو حضور نبی کریم ﷺ اس قدر تیزی کے ساتھ ان کے مکان کی طرف چلے بعض صحابہ تھک کر پیچھے رہ جاتے۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہم پیچھے رہ گئے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ

مجھے ڈر ہے کہ معاذ کے غسل میں فرشتے ہم سے سبقت نہ لے جائیں یا فرشتے ان کی میت کو اُٹھا کر نہ لے جائیں۔جیسا کہ حضرت حنظلہ کے غسل دینے میں سبقت لے گئے تھے۔

ابن عدی، بیہقی اور ابو نعیم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ہم صفہ میں حضور نبی کریم ﷺ کے پاس آئے تھے کہ ایک اندھی بڑھیا عورت ہجرت کر کے آئی اور اس کا ایک جوان بیٹا بھی اس کے ساتھ تھا، وہ مدینہ منورہ میں کچھ ہی روز سے رہ رہے تھے کہ وہ بیمار ہوا اور مر گیا۔خود نبی کریم ﷺ نے اسکی آنکھیں بند فرمائیں، اور ہمیں تکفین و تدفین کا حکم دیا جب ہم نے غسل دینے کا ارادہ کیا تو حضور نبی کریم ﷺ نے انسؓ سے فرمایا کہ تم اسکی ماں کے پاس جاؤ اور اسے خبر کرو جب وہ بوڑھی مائی آئی اس کے پاؤں کے پاس آکر بیٹھ گئی۔پھر اس نے اس کے دونوں پاؤں پکڑے اور کہا، میرا بیٹا مر گیا ہے، ہم نے کہا ہاں تو اس نے فریاد شروع کی اور کہا اے اللہ تجھے معلوم ہے کہ میں آپ کی طرف بخوشی اسلام لیکر آئی ہوں۔اور بتوں سے نفرت کر کے انہیں چھوڑ آئی ہوں۔اے اللہ تو بتوں کے پجاریوں (مشرکین مکہ) کو میری مصیبت سے خوش نہ کر، اور اس مصیبت سے جو مجھ پر آئی ہے۔وہ غم نہ ڈال جس کے برداشت کرنے کی مجھ میں طاقت نہیں ہے۔حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں! واللہ ابھی اس کی بات پوری بھی نہ ہوئی تھی کہ لڑکے نے پاؤں پھیلائے اور چہرے سے کپڑا ہٹا دیا اور کھانا کھانے لگا۔ہم نے بھی اس کے ساتھ کھانا کھایا۔پھر وہ حضور نبی کریم ﷺ کے وصال اور اپنی ماں کے مرنے تک زندہ رہا۔

حاشیہ میں مصنف نے وثوق سے اس عورت کا نام فریعہ انصاریہ لکھا ہے۔

حضرت حبیب رضی اللہ عنہ کفار مکہ کی قید میں تھے بنت حارث بن نوفل کا بیان ہے کہ میں نے ان سے قبل کوئی قیدی نہیں دیکھا تھا۔ایک روز کی بات ہے کہ وہ زنجیروں میں بندھے ہوئے انگوروں کا گچھا کھا رہے تھے حالانکہ اس وقت مکہ میں انگوروں کا موسم نہ تھا۔یہ وہ رزق تھا جو انہیں رزاق حقیقی نے عطا کیا تھا۔

حضرت سلیمان فارسی نے ابو درداء رضی اللہ عنہ کے سامنے ایک پیالہ پانی سے لبریز رکھا ہوا

دیکھا دونوں حضرات نے پیالے میں سے سبحان اللہ سبحان اللہ کی تسبیح بلند ہوتے سنی۔

حضرت عمران بن حصین کو فرشتے سلام کرتے تھے اور وہ انہیں سلام کا جواب دیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ انہوں نے اپنی بیماری کی وجہ سے اپنے جسم کو داغا تو ایک سال تک سلام کی آواز بند رہی اور اس کے بعد سلام آنے لگا۔

درج بالا واقعات سے ظاہر ہے کہ ہر صحابی کرامتوں کا پیکر تھا لیکن بعض لوگوں کے خیال میں ان سے کرامات کا ظہور کم ہوا ہے کیوں کم ہوا؟ اس کی وجہ سطور ذیل میں حضرت امام احمد بن حنبل و دیگر اولیاء کاملین کے الفاظ میں درج کی جاتی ہیں۔

کرامات صحابہ کم ہونے کی وجہ:

امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ صحابہ کرام سے کرامات کا ظہور کم کیوں ہوا؟۔ آپ نے جواب کے طور پر ارشاد فرمایا کہ چونکہ صحابہ کرام کے ایمان قوی تھے اور انہیں اس کی احتیاج و ضرورت نہ تھی، کہ انہیں کرامات سے تقویت دی جاتی البتہ بعد کے لوگوں میں کوتاہ بینی آتی گئی، اسلئے ضرورت پیش ہوئی کہ آثار کرامت سے انہیں تقویت دی جائے۔

عارف حق شہاب الدین سہروردی ارشاد فرماتے ہیں کہ بندے پر کرامتوں کے دروازے اس لئے کھولے جاتے ہیں کہ اس کا یقین قوی ہو جائے اور جن لوگوں سے کرامتوں کا ظہور ہوتا ہے ان سے اوپر ایک اور طرح کے لوگوں کا طبقہ ہے جن کے قلوب سے پردے اُٹھا لئے گئے ہیں۔ ان کے دل و روح یقین سے زندہ ہیں اور انہیں کرامت کی حاجت نہیں۔

صحابی رسول اللہ ﷺ کی کرامات اسلئے کم اور مشائخ عظام کی کرامات اس لئے زیادہ منقول ہیں کیونکہ صحابہ رضی اللہ عنھم کے قلوب روشن، نفوس پاک اور باطن صیقل تھے دنیا سے بے رغبتی ان کے مزاج کا حصہ بن چکی تھی عبادات ان کی عادت بن چکی تھی، انہوں نے آخرت کا مشاہدہ کر لیا تھا۔ نزول وحی ان کے سامنے ہوتا تھا۔ ملائکہ ان کے سامنے آتے جاتے لہذا وہ حضرات کرامات و خوارق عادت سے بے نیاز تھے۔ جو یقین کے اس کمال تک پہنچے تھے

کہ عالم حکمت کے نظام میں ہی ان حقائق کا مشاہدہ کرلیا تھا جو دوسروں کوانوارِ قدرت میں نظر آتے ہیں، وہ حکمت کے پردوں میں ہی قدرت کو پوشیدہ بلکہ عیاں دیکھتا رہے اگر قدرت مجرد اور نمایاں ہو کر اس کے سامنے جلوہ گر ہو تو اسے کوئی حیرت نہ ہوگی اور جو حیرت والے ہونگے ان کے یقین کو تقویت ملے گی۔ کیونکہ حجاب حکمت کی وجہ سے جس قدرت کا انہیں مشاہدہ نہ ہو سکا وہ ان پر آشکار ہو چکی ہوگی۔

اولیاءاللہ کی کرامات کے بارے میں حضرت شہاب الدین سہروردی مزید ارشاد فرماتے ہیں۔

اولیاء اللہ سے معتد بہ انداز میں کرامات کا ظہور ہوتا ہے وہ حضرات غیب سے آواز سنتے ہیں۔ زمین کی طنابیں ان کے لئے کھنچ جاتیں ہیں (کہ میلوں کا سفر چشم زدن میں طے کر تے ہیں) اشیاء کی حقیقت و ماہیت ان کے لئے بدل جاتی ہے۔ جیسے مٹی کا سونا بن جانا، دلوں میں پوشیدہ باتیں ان پر منکشف ہو جاتیں ہیں اور واقع ہونے سے قبل انہیں بعض واقعات کا علم ہو جاتا ہے، یہ سب اطاعت رسول کا صدقہ ہے کیونکہ جو بھی رسول اللہ ﷺ کی کامل پیروی کرتا ہے اسے زیادہ قرب حاصل ہوتا ہے ارشاد خداوندی **قل ان کنتم تحبون الله** اس پر شاہد ہے نیز آپ ارشاد فرماتے ہیں اولیاءاللہ کی کرامات، معجزات انبیاء کا تکملہ ہیں کیونکہ انہیں یہ خوارق انہیں حضرات کے اتباع سے حاصل ہوئے ہیں۔ اس لئے ولی کی کرامت اس کے نبی کے حق ہونے کی دلیل ہے۔ جس رسول کے کچھ بھی معتبر افراد ہوئے ہیں ان سے کرامات اور خوارق عادت کا ظہور ہوتا ہے۔

امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ رسالہ قشیریہ میں رقمطراز ہیں۔

ہر ولی کی کرامت اس کے نبی کا معجزہ شمار ہوتی ہے۔ کرامت کی بہت سی قسمیں ہیں، کبھی دعا مقبول ہوتی ہے کبھی بعض دفعہ اللہ کی قدرت سے بغیر کسی ظاہری سبب کے بھوک میں کھانا اور پیاس میں پانی ملتا ہے کبھی مختصر وقت میں طویل سفر طے ہو جاتا ہے۔ کبھی دشمن سے چھٹکارا بخشتے ہیں کبھی غیب سے ندا سنتے ہیں لہذا اسی انداز سے خلاف عادت چیزوں کا ظہور ہوتا ہے۔

شیخ شبلی رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت:

حضرت شیخ شبلی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک شخص نے پوچھا؟ حضور آپ ذکر میں اللہ اللہ کہتے ہیں، لا الہ الا اللہ کیوں نہیں کہتے ہیں۔ شیخ نے کہا میں اس کا کوئی بدل نہیں چاہتا۔ سائل نے پھر عرض کیا حضور مجھے اس بلند جواب سے نوازیں۔ شیخ نے کہا کہ مجھے خوف ہے کہ میں وحشت حجاب میں نہ رہ جاؤں، سائل نے عرض کی اس سے بھی اعلیٰ جواب سے سرفراز فرمائیں۔ شیخ نے ارشاد فرمایا۔ **قل اللہ ثم ذرھم فی خوضھم یلعبون** تم کہو اللہ پھر انہیں اپنی بحث میں پڑے کھیلنے دو۔ حضرت شیخ کا جواب سن کر سائل نے ایک چیخ ماری اور جاں بحق ہو گیا۔ جب اہل خانہ اور رشتہ داروں کو پتہ چلا تو انہوں نے شیخ کے خلاف دربار خلافت میں استغاثہ کر دیا اور خون بہا طلب کیا۔ خلیفہ کے قاصد نے شیخ کی خدمت میں استغاثہ کا حال بیان کیا تو شیخ شبلی نے جواب دیا۔ ایک روح اللہ کے شوق میں رونے لگی۔ جب اسے طلب کیا گیا تو صدائے حبیب پر لبیک کہا اور چلی گئی اس میں میرا کیا قصور؟ خلیفہ تک جب یہ جواب پہنچا تو اس نے ایک آہ سرد بھری اور کہا واقعی اس میں شیخ کا کوئی قصور نہیں۔ (روض الریاحین صفحہ 318)

کرامت اور سحر کا فرق:

کرامت اور سحر کا فرق بتاتے ہوئے امام یافعی یمنیؒ رقمطراز ہیں۔

سحر تو فاسق و فاجر، بد دین، کافر، کتاب و سنت کے مخالفین سے ظاہر ہو سکتا ہے مگر ظہور کرامت صرف اولیاء اللہ کے ذریعے ہی ہوتا ہے کیونکہ اولیاء اللہ احکام دین اور آداب شرعیہ پر عمل کے سلسلہ میں بلند درجہ پر فائز ہوتے ہیں۔ الغرض اولیاء کرام اللہ تعالیٰ کی قدرت کے مظہر، عبادت و ریاضت اور مجاہدہ کے ذریعے مقرب، صالح، زاہد، عابد، صابر، شاکر، خائف، متقی، متوکل، راضی برضائے حق، عارف، سرگرم، اطاعت، متبع شریعت، مشغول بر حق، دنیا سے نفور اور خواہشات سے دور رہتے ہیں۔

وہ حضرات اپنے نفوس کو بقاء ربانی کیلئے مردہ کر لیتے ہیں۔ پھر قادر و قیوم و حیی و قیوم رب انہیں بقائے دوام سے نوازتا ہے۔ جلال و جمال حق ان پر متجلی ہوتا ہے۔ یہ تمام نعمتیں انہیں اس لئے ملتی ہیں کہ وہ راہ حق میں جہاد روحانی کا حق ادا کرتے ہیں کیونکہ حکم الٰہی ہے

والذین جاهدو افینا لنهدینهم سبلنا وان الله لمع المحسنین

﴿تصوف﴾

اللہ رب العزت، خالق ارض وسماء نے کائنات میں انسان کوشہ پارہ تخلیق، احسن تقویم پیدا فرمایا پھر خلافت ونیابت کا تاج اس کے سر پر سجایا، اسے ہدایت ربانی کے روشن پہلو سے روشناس کرایا۔ظاہر و باطن کی پاکیزگی کا سبق سکھایا، اسے اعلیٰ انسانی واخلاقی اقدار و کمالات سے سرفراز فرمایا اور اسکے سیاسی ومعاشی نظام کو احسن بنایا۔صرف اتنا ہی نہیں بلکہ ایمان وتقویٰ سے انسان کو مالا مال کیا علم وعمل کی دولت سے نوازا اور اسے اخلاص کی پونجی سے بہرہ ور کیا انسان کو محبت وعشق، کیف وسرور، دردومستی اور آہ وفغاں کی چاشنی سے بھی بہرہ اندوز کیا لیکن یہ اسلوب کیسے نصیب ہوتا ہے؟ اس کو پانے کے لئے طریقت کا راستہ متعین فرمایا۔

جس طرح جسم بغیر جان کے بے حرکت لاشہ، عمل بغیر اخلاص کے اور عبادت بغیر ذوق کے بے لذت مشقت ہوتی ہے اسی طرح جسم کی جان، عمل کا اخلاص اور نفس کی روح طریقت ہے۔

طریقت سے روحانیت، دردوسوز اور لطف عبادت ملتا ہے شریعت کا لطف طریقت میں پوشیدہ ہے ظاہر کا سرور باطن کے کیف سے ہے اور عمل محبت اور ذوق سے ہے وہ جسم کیسا جس میں روح نہیں، وہ عمل کیسا جس میں اخلاص نہیں، وہ اخلاص کیسا جس میں جذبہ نہیں وہ ذکر کیسا جس میں سرور نہیں، وہ جماعت کیسی جس میں اتحاد و محبت نہیں، وہ شریعت کیسی جس میں حضوری تڑپ نہیں، وہ ایمان کیسا جس میں شوق ولگن نہیں، وہ طریقت کیسی جس میں جنون ووارفتگی نہیں، وہ صوفی کیسا جس کے پاس جذبہ وجنون کا سودا نہیں، وہ عالم کیسا جس کا دامن علم باطن سے لبریز نہیں، وہ خطیب کیسا جس میں سوز نہیں وہ واعظ کیسا جس میں باطن کی حرارت نہیں، وہ نمازی کیسا جس کی نماز میں خشوع وخضوع نہیں اور وہ قلب کیسا جسے کسی

کامل کی صحبت میسر نہیں ۔ایسے بیشمار لوگ ہیں جو عبادت کرنے کے باوجود شیطانی وساوس میں گھرے ہوئے ہیں۔علم کے باوجود حالت باطن کی صحت سے عاری ہیں ظاہر آراستہ ہے مگر دل پراگندہ ہے زبان پر تو ذکر ہے مگر دل میں شیطان کا ڈیرہ ہے اور قلب سخت بیمار ہے جو کہ ظلمت و سیاہی سے معمور ہے،ان پیچیدہ امراض سے چھٹکارا حاصل کرنے کیلئے جس کو ہر بے مایہ کی ضرورت ہے وہ ''تصوف'' ہے آج ہماری اسلام سے دوری اور گمراہی کی سب سے بڑی وجہ طریقت سے دوری ہے،اغیار کی غلامی اور دشمنان اسلام کی تہذیب و ثقافت کا اتباع ہر دل کی اس پر فدائیت طریقت سے دوری ہے ۔اور تصوف وہی تصوف اسلامی ہے جو شریعت کے مطابق ہو اور اس کو مزید عمدہ بناتا ہو۔

آج معاشرے میں تمام خرابیوں، برائیوں، کجیوں، پریشانیوں، بے حیائیوں اور بے پردگیوں یورپی کلچر میں گرفتاریوں ،عبادت کی بے ذوقیوں اور قلبی ونفسیاتی بیماریوں اور بے راہ رویوں کی اصل وجوہات کیا ہیں؟ان تمام امراض کی سب سے بڑی وجہ تصوف کے شعبہ سے دوری ہے۔جو پاکیزگی کی اصل روح ہے قلبی امراض کی شفاء اور بیمار دل کا علاج شعبہ تصوف میں داخل ہونے سے ہی ممکن ہے ۔اور یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ تعلیمات قرآنی کی اصل روح اور درس تزکیہ نفس ہے۔

صحیح بات یہ ہے کہ تصوف و طریقت کا مقصد شریعت محمدی ﷺ پر دل و جان سے چلنے کا نام ہے ،بقول شارح البینات مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی (رحمۃ اللہ علیہ) استاد محترم شہباز شریعت سراج العارفین غلام محمد سعید احمد مجددی رحمۃ اللہ علیہ شریعت اقوال محمدی کا نام ہے اور طریقت احوال محمدی کا نام ہے ۔شریعت کو خوشی سے اپنانے کا نام طریقت ہے جسکا مقصد اعلیٰ بھی یہی ہے کہ شریعت پر دلی تنگی اور مجبوری کے تحت نہ چلیں بلکہ ایک عادت کے تحت چلنا بن جائے کسی عمل کو زبردستی اور مجبوری سے کرنا اور کسی عمل کو خلوص و عشق سے کرنا دونوں میں فرق ہے ۔خلوص و عشق (دل و جان) سے اعمال شریعت انجام دینے کا نام طریقت ہے جو تصوف کی ایک اصطلاح ہے۔

شریعت کواختیار کرنے کیلئے طریقت کا ذوق اسلئے اپنایا جاتا ہے کہ شریعت کی روشنی اور عمل بڑھتا چلا جائے جیسے **والراسخون فی العلم** میں اشارہ ہے علم کے ساتھ راسخ پن کا جو ذکر آیا ہے، یہی طریقت کا ایک پہلو اور فریضہ ہے انسان جس طرح جسم و جان کا مجموعہ ہے اسی طرح علم اور راسخ پن دونوں لازم وملزوم ہیں علم خواہ کتنا ہی کیوں نہ حاصل ہو جائے جب تک باطن میں جذب وسوز نہیں علم کا مقصد حاصل نہیں ہوتا اور نہ ہی علم کی حقیقت تک رسائی کی خواہش پیدا ہوتی ہے۔اسی لئے معلم اعظم و مذکی اعظم ﷺ اکثر یہ دعا فرمایا کرتے تھے۔

"اللھم انی اعوذبک من علم لا ینفع به"

علم سے راسخ پن آئے علم سے علم لدنی ملے علم قرآن سے تزکیہ باطن ملے۔علم سے حکمت کے دروازے کھلیں،الغرض شریعت کی پختگی کیلئے طریقت اور طریقت کی پختگی کیلئے لباس شریعت ضروری ہے۔قلبی حالات جب اپنے پورے طور پر جلوہ گر ہوں تو شریعت محمدی ﷺ پختہ ہوتی چلی جاتی ہے۔اور شریعت کا مقصد حاصل ہو جاتا ہے۔قلب کو اسکی واقفیت حاصل کرنے کیلئے تصوف کا شعبہ ضروری ہے یہی طریقت کا منشاء ومقصود ہے یہ صوفیائے کرام وہ لوگ ہیں جو اپنی آگ میں تپ کر کندن بن جاتے ہیں اور عاجزی اختیار کر لیتے ہیں۔

"وَ عِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَی الْاَرْضِ...الخ" (الفرقان)

کی تصویر بن جاتے ہیں۔

صوفیائے کرام: ارباب اعمال ہوتے ہیں نہ کہ ارباب دعویٰ واقوال۔

صوفیائے کرام: دوسروں پر اپنے عمل سے اثر مرتب کرتے ہیں نہ کہ صرف قیل وقال سے۔

صوفیائے کرام: خود بھی اور دوسروں کے احوال باطن پیدا کرتے ہیں نہ کہ درس و تدریس تک محدود رہتے ہیں۔

صوفیائے کرام: استعداد وحال کو بڑھاتے ہیں نہ کہ صرف علم کا فلسفہ جھاڑتے ہیں۔

صوفیائے کرام: خودکواوردوسروں کی حالت کوبدلتے ہیں نہ کہ محض علمی موشگافیوں تک محدود رہتے ہیں۔

صوفیائے کرام: غافلین کوبیدار کرتے ہیں نہ کہ وعظ وتلقین کی حدتک رہتے ہیں۔

صوفیائے کرام: ایمان ،اسلام اوراحسان کی منازل سے روشناس کراتے ہیں نہ کہ صرف دعوت وسخن تک رہتے ہیں۔

صوفیائے کرام: طالب صادق کومقصود ومطلوب تک پہنچاتے ہیں نہ کہ صرف راستہ بتلاتے ہیں۔

صوفیائے کرام: حصول مشاہدہ پرلگاکران کوبلندیوں پرچڑھاتے ہیں نہ کہ صرف گفتگو تک محدود رکھتے ہیں۔

صوفیائے کرام: نہ صرف ذکرکراتے ہیں بلکہ ذکرکانوربھی عطاکرتے ہیں

صوفیائے کرام: شریعت کے پھل کوطریقت کے تخم سے پکاتے ہیں نہ کہ صرف پھل بغیر تخم کے پکاتے ہیں

☆☆☆

لفظ تصوف کی تحقیق

اس کی اہمیت کے پیش نظر لفظ تصوف کی تحقیق پیش کی جاتی ہے

لغوی تحقیق:

حضرت داتا گنج بخش علی بن عثمان ہجویری رحمتہ اللہ علیہ اپنی تصنیف ''کشف المحجوب'' میں بیان فرماتے ہیں:

تصوف اور اہل تصوف کے بارے میں لوگوں نے بہت لکھا ہے اور کتابیں تصنیف کی ہیں

1۔ ایک گروہ کا خیال ہے کہ صوفی کو اس لئے صوفی کہا جاتا ہے کہ وہ صوف یعنی پشم وغیرہ کا لباس پہنتے ہیں۔

2۔ دوسری جماعت کہتی ہیں کہ صوفی صف اول میں ہوتا ہے اسلئے صوفی کے نام سے موسوم ہے، چونکہ روز قیامت صوفی صف اول میں ہوں گے اس لئے بھی انہیں صوفی کہتے ہیں۔

3۔ بعض کہتے ہیں کہ صوفیائے کرام نے اصحاب صفہ کی محبت اختیار کی اس لئے صوفی کہلائے۔

4۔ ایک جماعت کا خیال ہے کہ یہ لفظ 'صفا' سے بنا ہے، چونکہ صوفی کا ظاہر و باطن صاف ہوتا ہے اس لئے اسے صوفی کہتے ہیں۔

حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ مزید رقمطراز ہیں۔

اشیا کے لطیف حصے کا نام صفا اور کثیف حصہ کو کدر کہتے ہیں، چونکہ اہل تصوف اپنے اخلاق اور معاملات کو صاف رکھتے ہیں اور قلبی آفات سے بری ہوتے ہیں اس لئے صوفی کہلاتے ہیں۔

حضور ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ رحمۃ اللہ علیہ مقدمہ کشف المحجوب مطبوعہ ضیاء القرآن پبلیکیشنز لاہور میں لفظ صوفی پر تحقیق کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

ابو ریحان البیرونی (973تا1048ہجری) کہتے ہیں صوفی کا مآخذ ''سوف'' ہے جو یونانی زبان کالفظ ہے۔یعنی دانش وحکمت سے محبت کرنے والاسوف کےلفظ کو جب عربی میں ڈھالا گیاتو تحریف کے بعدصوفی بن گیا۔سب سے پہلےصوفی کےلقب سے جوملقب ہوئے وہ ابوالہاشم الکوفی (م 150ھ) تھے

بعض کےنزدیک صوفی صفا سے مآخوذ ہے کیونکہ یہ لوگ ظاہراور باطن دونوں کی صفائی اور پاکیزگی کا بےحد اہتمام فرماتے تھےاس لئے ان کوصوفی کہاجانے لگا۔

حضرت ضیاءالامتؒ اس کےمشتقات اور محققین کی رائے کا تذکرہ فرمانے کے بعد امام ابوالقاسم قشیری رحمتہ اللہ علیہ کی رائے اختیارکرتے ہوئےفرماتے ہیں:

ولا یشهد لهذا الاسم اشتقاق من جهة العربیة وقیاس والظاهر انه لقب

یعنی صوفی کےلفظ کا مآخذ اشتقاق عربیت کےلحاظ سےاورقواعدنحووصرف کی روسےمعلوم نہیں ہوتا۔سیدھی صاف بات ہے کہ یہ اس فن کالقب ہے

عظیم مؤرخ ابن خلدون نے بھی امام ابوالقاسم قشیری رحمتہ اللہ علیہ کی اس رائے کو پسند کیا، حضرت علی بن عثمان ہجویری المعروف داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگرتو صوفی کا متلاشی ہےتو یاد رکھ کہ صوفی ہونے کی شان صفاتو صرف حضرت سیدنا ابوبکرصدیق رضی اللہ عنہ میں تھی جوظاہری اور باطنی اعتبار سے کاملاً اغیار کی محبت سے خالی تھی۔اس لئےصدیق اکبررضی اللہ تعالی وہ ہستی ہیں جسے امام اہل طریقت اورمقتدائے اہل تصوف کہاجاتا ہےاور یہی وہ پاک باطن تھےجن کا دل اغیار سے صاف تھا۔آپ کا دل اغیار سےاس حد تک خالی تھا کہ نبی کریمﷺ کےوصال مبارک پر جب تمام صحابہ کرام شکستہ دل تھےاورحضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ننگی تلوارلیکر فرمانے لگے کہ خبردار! جس نے کہا کہ محمدﷺفوت ہوگئے ہیں تو اس کی میں گردن اڑادوں گا۔صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے باہر آکرفرمایا۔اےعمر کیا کررہے ہو؟غور سے سنو

''الامن عبد محمداً فان محمداً فقد مات ومن عبد رب محمد فانه حیّ

لایمـوت یعنی آگاہ رہو کہ جو کوئی محمد ﷺ کی عبادت کیا کرتا تھا تو وہ رحلت فرما گئے اور جو کوئی محمد ﷺ کے رب کی عبادت کرتا ہے (تو سن لے) وہ تو زندہ ہے اور اس کو موت نہیں۔

بعض روایات میں "من کان یعبد محمداً" کے الفاظ ہیں پھر آپ نے یہ آیت پڑھی وما محمد الارسول قدخلت من قبله الرسل ۔افائن مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم.......... الخ

نیز فرماتے ہیں ان الصفا صفة الصدیق- ان اردت صوفیا علی التحقیق

تعریفات:

علامہ ابن خلدون اپنے مقدمہ میں علم التصوف کے باب میں رقمطراز ہیں

اصل التصوف العکوف علی العبادة والا نقطاع الی الله والا عراض عن زخرف الدنیا و زینتها والزهد فیما یقبل الیه الجمهور من لذة ومال وجاه.....وکان ذلک عاماً فی الصحابة والسلف

تصوف کا معنی عبادت پر ہمیشہ پابندی کرنا ۔اللہ تعالیٰ کی طرف ہمہ تن متوجہ ہو جانا ،دنیا کے زیب و زینت کی طرف سے روگردانی کرنا ،لذت مال وجاہ جس کی طرف عام لوگ متوجہ ہوتے ہیں اس سے کنارہ کش ہونا ۔یہ طریقہ صحابہ کرام اور سلف الصالحین میں عام مروج تھا۔

2۔ ابو بکر الکتانی (م 233ھ) فرماتے ہیں۔

التصوف خلق ومن زاد علیک فی الخلق فقدزاد علیک فی الصفاء

''تصوف خلق کا نام ہے جو کوئی خلق میں تجھ سے برتر ہو گا وہ صفا میں بھی تم سے بڑھا ہو گا''

3۔ ابو محمد الجریریؒ (م 311ھ) سے کسی نے تصوف کے بارے میں پوچھا تو آپ نے ارشاد فرمایا

الدخول فی کل سنی والخروج من کل خلق دنی

یعنی ہر اعلیٰ اور عمدہ خلق میں داخل ہونا اور ہر رذیل عادت سے باہر نکلنا تصوف ہے۔

4۔ ابوالحسین النوری تصوف کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں

ليس التصوف رسماً و علماً ولكنه خلق

تصوف نہ رسم ہے نہ علم بلکہ یہ خلق کا نام ہے۔ دوسرے مقام پر انہی کا ارشاد ہے

التصوف الحرية والكرم وترك التكلف والسخاء

تصوف حریت کرم بے تکلفی اور سخاوت کا دوسرا نام ہے۔

ابن سینا اپنی کتاب 'الاشارات' میں بڑی وضاحت سے زاہد، عابد اور صوفی میں فرق بیان کرتے ہیں

جو شخص دنیا اور اسکی لذتوں سے منہ موڑ لے اسے زاہد کہتے ہیں۔ جو شخص ہر لحہ عبادت میں مصروف رہے اسے عابد کہتے ہیں

المنصرف بفكره الى القدس الجبروت مستديماً لشروق نورالحق في سره يخص باسم العارف

وہ شخص جو اپنی فکر کو قدس جبروت کی طرف متوجہ رکھتا ہے اور ہر لحظہ اپنے باطن میں نور حق کی تابانی کا آرزومند ہوتا ہے اسے عارف کہتے ہیں اور ابن سینا کے نزدیک عارف ہی صوفی کہلانے کا مستحق ہے۔

6۔ حضرت رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا کا ارشاد اس حقیقت کو واضح کرنے کیلئے کافی ہے۔

اللهم ان كنت اعبدك خوفاً من نارك فالقني فيها وان كنت اعبدك طمعا في جنتك فاحرمنيها، وان كنت اعبدك لوجهك الكريم فلا تحرمني من رويته

اے اللہ! اگر میں تیری عبادت آتش دوزخ کے خوف سے کرتی ہوں تو مجھے اس میں جھونک دے۔ اور اگر میں جنت کے لالچ کیلئے تیری جناب میں سربسجود رہتی ہوں تو مجھے اس جنت سے محروم کر دے اور اگر میں صرف تیری ذات کیلئے عبادت کرتی ہوں تو اے میرے محبوب مجھے تو اپنے شرف دیدار سے محروم نہ رکھ۔

معلوم ہوا کہ تصوف نہ صرف اخلاق حسنہ، دنیا کی لذتوں اور مسرتوں سے کنارہ کشی کا نام ہے اور نہ صرف شب وروز مصروف عبادت رہنے کا نام ہے۔اگر چہ ان تمام چیزوں کو شامل ہے لیکن وہ ان کے ماسوا کوئی اور چیز ہے

7۔ ابوسعید الخزاز رحمۃ اللہ علیہ (م 286ھ) سے صوفی کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا

من صفا ربه قلبه فا متلاء قلبه نورا و من دخل فی عین اللذة بذكر الله

جس کے دل کو اس کا رب پاک صاف کردے اور اس کا دل نور الٰہی سے لبریز ہوجائے اور جو شخص ذکر الٰہی شروع کرتے ہی لذت وسرور میں کھوجائے۔

8۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ تصوف کی تعریف اپنے ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں کہ

التصوف هو ان یمیتک الحق عنک ویحییک

تصوف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھے تیری ذات سے فنا کردے اور اپنی ذات کیساتھ تجھے زندہ کردے۔

9۔ ابوبکر الکتانیؒ فرماتے ہیں کہ **التصوف صفاء و مشاهدة** تصوف صفاء یعنی تزکیہ اور مشاہدے کا نام ہے

حضور ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ان دونوں میں سے (پہلی بات صفاء سبب ہے اور دوسری بات والمشاہدہ غایت اور مدعا ہے) یہ تعریف بڑی جامع ہے اس میں سالک کی منزل کا بھی ذکر ہے اور اس راستہ کا بھی جو سالک کو اس منزل تک لے جاتا ہے

10۔ حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ (احیاء العلوم ص 505) میں رقمطراز ہیں:

الطریق: تقدیم المجاهدة و محو الصفات المذمومة و قطع العلائق كلها والا قبال بكنه الهمة على الله تعالىٰ ولهما حصل ذلک كان الله المتولى لقب عنه المتكفل له بتنويره بانوار العلم

اس منزل کا راستہ یہ ہے کہ پہلے مجاہدہ کرے ۔صفات مذمومہ کو مٹائے تمام تعلقات کو توڑ ڈالے اور پوری طرح اللہ تعالیٰ کی ذات کی طرف متوجہ ہو جائے جب یہ سعادت حاصل ہو جاتی ہے اللہ تعالیٰ اپنے بندے کا متولی بن جاتا ہے اور علم کے انوار سے اس کو منور کرنے کا ذمہ دار بن جاتا ہے ۔ (اقتباسات من مقدمہ کشف المحجوب از ضیاالامت رحمۃ اللہ تعالیٰ)

حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

التصوف الاخذ بالحقائق و الیاس مما فی ایدی الخلائق

تصوف حقیقت کی معرفت حاصل کرنے اوران چیزوں سے ناامید ہو جانے کا نام ہے جو مخلوقات کے ہاتھ میں ہے

رویم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا

التصوف مبنی علی ثلاث خصال التمسک بالفقر والا فتقار والتحقق بالبذل والایثار وترک التراضی والا ختیار

تصوف کی بنیاد تین عادتوں پر ہے فقر وافتقار کی راہ پر قائم رہنا، سخاوت وایثار اختیار کرنا اور ترک اختیار یعنی رضاء با لقضاء رہنا اورایک جگہ ارشاد فرمایا:

ھو استر سال النفس مع اللہ تعالیٰ علی ما یرید

تصوف اپنے نفس کو ارادہ الٰہی کے تابع کر دینے کو کہتے ہیں

ابوتراب النخشبیؒ نے فرمایا۔

الصوفی لایکدرہ شئی ویصفوا بہ کل شئی

صوفی وہ چیز ہے جس کو کوئی چیز پراگندہ نہ کر سکے ہر چیز اس کے ذریعہ صاف اور پاک ہو جائے۔

14۔ حضرت سہل بن عبداللہ التستری فرماتے ہیں

التصوف قلۃ الطعام والسکون الی اللہ والفرار من الناس

کم کھانا، اللہ تعالیٰ کی طلب میں سکون حاصل کرنا اور لوگوں سے فرار کا نام تصوف ہے

دوسری تعریف۔

الصوفی من صفا من الکدرو امتلا من الکفر وا نقطع الی اللہ من البشر واستوی عندہ الزھب واعدر

صوفی اسے کہتے ہیں جو گندگی سے پاک ہو غور وفکر میں مصروف ہو لوگوں سے انقطاع اختیار کر کے واصل باللہ ہو جائے اور اس کی نظر میں سونا اور مٹی کا ڈھیلا برابر ہو۔

15۔ حسین بن منصور حلاج رحمۃ اللہ علیہ سے صوفی کے بارے میں دریافت کیا گیا تو فرمایا۔

وحدانی الذات لا یقبلہ احد ولا یقبل احد (الرسالۃ القشیریہ)

صوفی اس یکہ وتنہا کو کہتے ہیں جسے کوئی اپنا نہ کہے اور وہ کسی کو اپنا نہ جانے (اسلئے کہ اس کا مقصودِ حقیقی تو سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں ہوتا)

صوفی کی اس تعریف میں تصوف کی تعریف پوشیدہ ہے۔ تصوف نام ہے ساری مخلوق سے رشتہ توڑ کر صرف خالق سے رشتہ جوڑ لینے کا۔

16۔ حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

الصوفی من لا یتعبہ طلب ولا یزعجہ سلب (نشاۃ التصوف)

صوفی وہ ہے جو کسی چیز (غیر اللہ) کی طلب سے سرگرداں نہ ہو نہ کسی چیز کے چھن جانے سے غمزدہ ہو۔

ان کے نزدیک تصوف ہر طلب سے نکلنا اور کامل رضا بالقضاء کا نام ہے۔

17۔ ابوالحسین النوری رحمۃ اللہ علیہ کی تصوف کے بارے میں کامل تعریف

لیس التصوف رسماً ولا علماً ولکنہ خلق لا نہ لو کان رسماً لحصل بالمجاھدۃ ولو کان علما لحصل باالتعلیم لکنہ تخلق با خلاق اللہ۔

تصوف نہ تو کسی رسم ومرتبے کا نام ہے اور نہ ہی کسی علم کا یہ تو صرف مکارم الاخلاق کا نام ہے۔ کیونکہ اگر یہ کوئی مرتبہ ہوتا تو مجاہدہ سے حاصل ہو جاتا اور اگر کوئی علم ہوتا تو تعلیم کے ذریعے حاصل ہو جاتا۔ یہ تو دراصل **تخلقو ا باخلاق اللہ** (اللہ کےاخلاق کی طرح اپنا

اخلاق بہتر بنانا) ہے۔

18۔ حضرت ابوالحسین المزین رحمۃ اللہ تعالیٰ کےنزدیک **الانقیاد ملحق** اللہ تعالیٰ کی مکمل فرمانبرداری کا نام تصوف ہے

حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے رقمطراز ہیں۔

التصوف مبنی علی ثمان خصال السخاء، و الرضا والصبر، والا شارۃ والغرابۃ، ولبس الصوف، والسیاحۃ، والفقر اماالسخا ء فلا براھیم واما الرضا ء فلا سمعیل واما الصبر فلا یوب واما الاشارۃ فلز کریا واما الغرابۃ فلیحیٰ واما لبس الصوف فلموسیٰ واما السیاحۃ فلعیسیٰ واما الفقر لمحمد ﷺ۔

تصوف کی بنیاد آٹھ خصائل پر ہے (جو آٹھ پیغمبروں کی اقتداء ہے)

سخاوت میں حضرت ابراھیم علیہ السلام کہ انہوں نے اپنے بیٹے کو فدا کیا رضا میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کہ انہوں نے رضائے الٰہی پر اپنی جان عزیز کو پیش کیا۔صبر میں حضرت ایوب علیہ السلام کہ انہوں نے غیرت خداوندی پر صبر کیا۔اشارت میں حضرت زکریا علیہ السلام کہ جن کیلئے باری تعالیٰ نے **الا تکلم الناس ثلثۃ ایام الا رمزا** اور **اذ نادیٰ ربہ نداء خفیاً** فرمایا۔ غرابت میں حضرت یحیٰ علیہ السلام کہ وہ اپنے وطن میں بھی بے گانہ رہے ۔صوف پوشی میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کہ انکا تمام لباس اون کا تھا۔سیاحت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کہ وہ راہ خدا میں اتنے مجرد اور تنہا تھے کہ سامان زندگی میں صرف پیالہ اور کنگھی رکھتے تھے۔فقر میں حضرت محمد ﷺ کہ اللہ جل شانہ نے روئے زمین کے سب خزانوں کی چابیاں عطا فرمائیں اور حکم دیا کہ محنت ومشقت چھوڑ کر شان وشوکت سے زندگی بسر کرو،مگر حضور نبی کریم ﷺ نے عرض کیا باری تعالیٰ! میں خزانے نہیں چاہتا مجھے ایک روز سیر ہو کر کھانے کو دے اور دوسرے روز بھوکا رکھ۔یہ اصول راہ طریقت میں بہترین ہیں

(کشف المحجوب 94~95)

20۔ ابوالحسین نوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں
التصوف ترک کل حظ النفس تصوف ہر قسم کے حظِ نفس سے دستبرداری کا نام ہے
21۔ ابن جلاء کہتے ہیں۔**التصوف حقیقة لا رسم له** تصوف حقیقت ہے رسم نہیں
22۔ ابوعمرو دمشقی کہتے ہیں **التصوف روية الكون بعين النقص بل غض الطرف عن الكون** تصوف کارگاہ حیات کو ناقص دیکھنا ہی نہیں بلکہ کارگاہ حیات سے آنکھیں پھیر لینے کا نام ہے۔
23۔ حضرت حصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :
التصوف صفاء السر من كدورة المخالفة تصوف دل اور سر حق کو مخالفت کی کدورت سے محفوظ رکھنے کا نام ہے۔
24۔ محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم نے فرمایا
التصوف خلق فمن زاد علیک فی الخلق زاد علیک فی التصوف
تصوف نیک خوئی اور خوش اخلاقی ہے۔جو زیادہ نیک ہو وہ زیادہ صوفی ہوتا ہے۔
25۔ حضرت مرتعش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں **الصوفی لا یسبق همته خطوته البتة** صوفی وہ جس کی فکر اس کے قدم کے ساتھ لامحالہ برابر ہو۔مطلب یہ کہ ہر چیز حاضر ہو، جہاں تن وہاں من اور جہاں من وہیں تن
26۔ حضرت ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ **الصوفی لایرٰی فی الدارین مع الله غیر الله** صوفی وہ ہے جو دو جہاں میں بجز ذات خدا کسی کو نہ دیکھے
27۔ علی بن بندار الصیر فی النیشاپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔
التصوف اسقاط الرویة للحق ظاهراً وباطناً صوفی وہ ہے جو ظاہر و باطن سے بے نیاز ہمیشہ چشم بحق ہو۔
محمد بن احمد المقری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔**التصوف اقامة الاحوال مع الحق** تصوف باری تعالیٰ کے ساتھ اقامت احوال کا نام ہے (کشف المحجوب 91~96)

تصوف قرآن حکیم کی روشنی میں :

فَاَعۡرِضۡ عَنۡ مَّنۡ تَوَلّٰی عَنۡ ذِکۡرِنَا وَلَمۡ یُرِدۡ اِلَّا الۡحَیٰوۃَ الدُّنۡیَا (النجم:29)

پس (اے حبیب مکرم ﷺ) آپ اپنا رخ انور پھیر لیجئے (اس بدنصیب) سے جس نے ہمارے ذکر سے روگردانی کی، اور نہیں خواہش کی مگر دنیاوی زندگی کی۔

اَلۡاَخِلَّآءُ یَوۡمَئِذٍۭ بَعۡضُهُمۡ لِبَعۡضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الۡمُتَّقِیۡنَ ؕ (الزخرف:67)

گہرے دوست اس روز ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے، سوائے ان کے جو متقی اور پرہیزگار ہیں۔

فَذَرۡهُمۡ یَخُوۡضُوۡا وَیَلۡعَبُوۡا حَتّٰی یُلٰقُوۡا یَوۡمَهُمُ الَّذِیۡ یُوۡعَدُوۡنَ ۝ (الزخرف:83)

پس انہیں بے ہودہ باتیں کرنے اور کھیل کیلئے چھوڑ دیجئے، یہاں تک کہ وہ اپنے اس (قیامت کے) دن سے جا ملیں، جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے۔

فَاصۡفَحۡ عَنۡهُمۡ وَقُلۡ سَلٰمٌ ؕ فَسَوۡفَ یَعۡلَمُوۡنَ ۝ (الزخرف:89)

(اے حبیب مکرم ﷺ) آپ ان سے درگزر کیجئے اور انہیں فرمائیے (بس) سلام! پس وہ عنقریب جان لیں گے۔

وَ عِبَادُ الرَّحۡمٰنِ الَّذِیۡنَ یَمۡشُوۡنَ عَلَی الۡاَرۡضِ هَوۡنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الۡجٰهِلُوۡنَ قَالُوۡا سَلٰمًا ۝ وَالَّذِیۡنَ یَبِیۡتُوۡنَ لِرَبِّهِمۡ سُجَّدًا وَّقِیَامًا ۝ (الفرقان:63~64)

اور اللہ کے بندے وہ ہیں جو چلتے ہیں زمین پر آہستہ آہستہ اور جب گفتگو کرتے ہیں ان سے جاہل تو وہ ہر حرف پر یہ کہتے ہیں کہ تم پر سلامتی ہو۔ اور جو رات بسر کرتے ہیں اپنے رب کے حضور سجدہ کرتے ہوئے اور کھڑے ہوئے۔

وَمَا خَلَقۡتُ الۡجِنَّ وَالۡاِنۡسَ اِلَّا لِیَعۡبُدُوۡنِ ۝ (الذٰریٰت:56)

اور نہیں پیدا فرمایا میں نے جنوں اور انسانوں کو مگر اس لئے کہ وہ میری عبادت کریں

وَاعۡبُدۡ رَبَّکَ حَتّٰی یَاۡتِیَکَ الۡیَقِیۡنُ ۝ (الحجر:99)

اور عبادت کیجئے اپنے رب کی یہاں تک آ جائے آپ کے پاس موت۔

يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ ٥ اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ٥
(الشعرآء 89,88)

جس دن نہ مال کام آئے گا اور نہ بیٹے مگر وہ شخص جو لے آیا اللہ تعالی کے حضور قلب سلیم۔

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ٥ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ٥ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ٥ (المومنون:1~3)

بے شک دونوں جہانوں میں بامراد ہونگے ایمان والے ۔وہ ایمان والے جو اپنی نماز میں عجز و نیازی کرتے ہیں،اور وہ جو بیہودہ امر سے منہ موڑ لیتے ہیں

كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ
(البقرہ:151)

اور جیسا کہ بھیجا (حبیب مکرم ﷺ) کو ہم نے تمہارے پاس رسول جو پڑھ کر سناتے ہیں تمہیں ہماری آیات اور تمہیں پاک کرتے ہیں تمہیں سکھاتے ہیں کتاب وحکمت اور تعلیم دیتے ہیں تمہیں ان باتوں کی جو تم نہیں جانتے تھے۔

و من تزکی فانما یتزکی لنفسه

اور جس نے تزکیہ نفس کیا پس اس کا تزکیہ اپنی جان کیلئے ہے۔

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا ٥ وَ قَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا ٥ (الشمس 9~10)

یقیناً فلاح پا گیا جس نے اپنے نفس کو پاک کرلیا۔اور یقیناً نامراد ہوا جس نے ان کو خاک میں دبا دیا

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ؕ (البقرہ:165)

اور وہ لوگ جو ایمان لائے وہ سب سے زیادہ محبت کرنے والے ہیں

قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ٥ (الانعام:162)

(حبیب مکرم ﷺ) آپ فرمایئے بیشک میری نماز،میری قربانیاں،میرا جینا اور مرنا سب اللہ کیلئے ہیں جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے

اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ ط (الزمر:36)

کیا اللہ کافی نہیں اپنے بندوں کیلئے؟

وَ اذْکُرِ اسْمَ رَبِّکَ وَتَبَتَّلْ اِلَیْہِ تَبْتِیْلًا o (المزمل:8)

اور ذکر کیا کرو اپنے رب کا اور سب سے کٹ کر اسی کے ہو رہو۔

وَمَنْ جَاھَدَ فَاِنَّمَا یُجَاھِدُ لِنَفْسِہٖ ط (العنکبوت:6)

اور جو کوشش کرتا ہے (حق کو سربلند کرنے کی) تو وہ اپنے فائدے کیلئے ہی کرتا ہے

❁❁❁

﴿تصوف احادیث کی روشنی میں﴾

1. **ان اللہ لاینظر الی اجساد کم ولاالی صورکم ولکن ینظر الی قلوبکم**
بے شک اللہ تعالٰی نہ تمہارے جسموں کو دیکھتا ہے اور نہ تمہاری صورتوں کو لیکن تمہارے دلوں کی طرف دیکھتا ہے

2. **الا ان فی الجسد مضغۃ اذا صلحت صلح الجسد کلہ واذا فسدت فسد الجسد کلہ الا وھی القلب** (متفق علیہ)
خبردار! انسانی جسم میں ایک ٹکڑا ہے، جب وہ صحیح ہوتو سارا جسم صحیح ہوتا ہے اور جب اس میں خرابی پیدا ہوجائےتو سارا جسم خراب ہوجاتا ہے آگاہ ہوجاؤ! وہ ٹکڑا دل ہے
حدیث جبریل میں نبی کریم ﷺ نے احسان کی تعریف فرماتے ہوئے مشاہدہ اور مراقبہ کی طرف اشارہ فرمایا۔

3. **ان تعبداللہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک** (متفق علیہ)
اللہ تعالٰی کی عبادت اسطرح کر کہ تو اللہ کو دیکھ رہا ہے۔ اگر تو اس کو نہ دیکھ پائے تو یوں خیال کر کہ وہ تجھے دیکھ رہا ہے

''تصوف'' نام ہے قلب کو تمام مخلوقات سے مکمل طور پر فارغ کر لینے ،نفسانی خواہشات پر قابو پا لینے، روحانی کمالات کے حصول کیلئے کوشش اور اتباع شریعت کے ذریعہ وصول ''الی اللہ'' کا۔ نیز تصوف میں تزکیہ نفس،فقر، مجاہدہ نفس، بیعت، سینہ بہ سینہ علم، فناء و بقاء، معرفت،حقیقت،خلوت، کثرت ذکر،مراقبہ،تصرف،وجد وحال،حضور وغیبت،فیض وسط، حزن، توجہ، کشف، وحی والہام، روح، مشاہدہ، استغراق،ترک حب دنیا،توکل علی اللہ، محبت کاملین، خصائل رذیلہ، (غیبت، کینہ،حسد،حرص وطمع، ریا کاری،حب جاہ،تکبر وغرور) سے دوری اور محافظت ہوتی ہے۔ اور خصائل حمیدہ (توبہ،تقوی ٰ،خوف،حیا،صبر،شکر، رضا، اخلاص، قیام محبت، غلبہ) جیسی صفات سے محبت اور لگاؤ پیدا کرنا مقصود ہوتا ہے۔ ان

صفات حمیدہ کے حصول اور خصائل رزیلہ سے کنارہ کشی کرنے کے احکام متعدد جگہ قرآن و حدیث میں مذکور ہیں ان میں سے چند کا ذکر کیا جاتا ہے

تزکیہ نفس:

قرآن مجید فرقان حمید میں جن جن مقامات پر نبوت کے فرائض چہارگانہ (تلاوت آیات، تعلیم کتاب، تعلیم حکمت اور تزکیہ نفس) کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ تزکیہ کو ان میں واضح اہمیت دی گئی ہے۔

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ ط اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝

(سورۃ البقرہ آیت نمبر 129)

ترجمہ: اے ہمارے رب انہی میں سے ایک رسول بھیج۔ جو ان کے سامنے تیری آیات کی تلاوت کرے، انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دے اور ان کا تزکیہ کرے۔ بے شک تو بڑی قوت وحکمت والا ہے۔

دعائے ابراھیمی میں جن صفات کے حامل نبی ورسول کا مطالبہ کیا گیا اس کی خصوصیت میں تزکیہ نفوس کو اہم مقام حاصل ہے اس دعا کی قبولیت اور انعامات کا تذکرہ ایک اور آیت میں اللہ رب العزت نے بطور احسان ان الفاظ میں فرمایا:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ج وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ (آل عمران: 164)

بے شک اللہ تعالٰی نے مومنین پر بڑا احسان فرمایا۔ جبکہ ان میں ایک رسول انہیں کے درمیان میں سے مبعوث فرمایا جو انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے، اگرچہ یہ لوگ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے

سورۃ البقرہ آیت نمبر 151 میں بھی اس رسول کی نشانیوں کا ذکر ان الفاظ میں کیا گیا کَمَا
کَمَآ اَرۡسَلۡنَا فِیۡکُمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡکُمۡ یَتۡلُوۡا عَلَیۡکُمۡ اٰیٰتِنَا وَیُزَکِّیۡکُمۡ ..الخ
اور جیسا کہ بھیجا (حبیب مکرم ﷺ) کو ہم نے تمہارے پاس رسول جو پڑھ کر سناتے ہیں تمہیں ہماری آیات اور تمہیں پاک کرتے ہیں۔ تمہیں سکھاتے ہیں کتاب وحکمت اور تعلیم دیتے ہیں ان باتوں کی جو تم نہیں جانتے تھے۔
سورۃ الجمعہ کی آیت نمبر 2 میں اللہ رب العزت نے پھر اس مضمون کو ان الفاظ میں ارشاد فرمایا هُوَ الَّذِیۡ بَعَثَ فِی الۡاُمِّیّٖنَ رَسُوۡلًا مِّنۡهُمۡ یَتۡلُوۡا عَلَیۡهِمۡ اٰیٰتِهٖ وَیُزَکِّیۡهِمۡ وَیُعَلِّمُهُمُ الۡکِتٰبَ وَالۡحِکۡمَةَ ۗ وَاِنۡ کَانُوۡا مِنۡ قَبۡلُ لَفِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ o ان تمام آیات میں نبی کریم ﷺ کی بعثت مبارکہ کے چار مقاصد اور چار فرائض کا ذکر ہے وہ چار مقاصد اور فرائض درج ذیل ہیں۔

1۔ تلاوت آیات 2۔ تعلیم کتاب 3۔ تعلیم حکمت 4۔ تزکیہ نفس

ان سطور میں اختصار کے ساتھ صرف تزکیہ کے مفہوم کو واضح کرنے کی کوشش کی جائیگی۔
اشرف المخلوقات انسان کو اللہ تعالیٰ نے مجموعہ اضداد بنایا ہے
وَنَفۡسٍ وَّمَا سَوّٰهَا o فَاَلۡهَمَهَا فُجُوۡرَهَا وَتَقۡوٰهَا o (الشمس 7,8)
اور قسم ہے نفس کی اور جس نے اسے بنایا پھر بدی اور نیکی کا اسے الہام کیا۔
معلوم ہوا کہ انسان میں تقویٰ اور فجور دونوں کی صلاحیت رکھی گئی ہے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور تصنیف ''حجۃ اللہ البالغہ'' میں فرماتے ہیں۔ انسان میں دو بنیادی جبلتیں یا صلاحیتیں ہیں پہلی ملکیت اور دوسری بہیمیت یعنی ایک تو نیکی اور پرہیز گاری والی ملکوتی صلاحیتیں جو انسان کو خیر کی طرف متوجہ کرتی اور خالق کی معرفت کا سبق دیتی ہیں۔ دوسری طرف بہیمیت یعنی حیوانی صلاحیتیں جو انسان کو کھانے پینے، جنسی خواہشات کی تکمیل، فسق وفجور اور دیگر برائیوں کی طرف لے جانے والی ہیں۔ اول الذکر یعنی پہلی قوت خدا پرستی، شرافت نفس، تقویٰ، احسان، عدل، صبر ورضا، رحم وعفو، شکر، توکل،

نرم دلی، رواداری، اخوت، شجاعت، سخاوت اور اس قسم کے فضائل نفس کا منبع ہیں۔

جبکہ ثانی الذکر یعنی دوسری قوت وحشت وبربریت، ہوس پرستی، کفروطغیان، غرورو سرکشی، عیش پرستی وعیش کوشی، غصب، ظلم، جلد بازی، بےصبری، لالچ، انتقام، شہوت رانی، سنگدلی، بزدلی، حسد، کینہ اور بغض وعناد جیسے رذائل اخلاق کا منبع ہے۔ اگر ایک طرف نفس اور شیطان انسان کو رذائل میں ملوث کرنا چاہتے ہیں تو دوسری طرف اللہ تعالیٰ کے رسولان معظم اپنی مقدس تعلیمات سے اسے رذائل اخلاق سے بچا کر اللہ تعالیٰ کا مطیع وفرمانبردار رہنانے کیلئے دنیا میں تشریف لائے۔ قرآن کریم نے نتیجہ بتلا دیا کہ **قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا o وَ قَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا o** (الشمس:9~10)

وہ شخص فلاح پا گیا جس نے اپنے نفس کو پاک کیا اور وہ خائب وخاسر قرار پایا جس نے اسے گناہوں میں دبا دیا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے کلیم حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کی طرف بھیجا تا کہ اس کو دعوت دیں ہوسکتا ہے وہ پاک صاف ہوجائے۔ **اذهب الى فرعون انه طغىٰ ہ فقل هل لك على ان تزكىٰ** آپ فرعون کے پاس جاؤ جو سرکش ہوگیا ہے اسے کہو کیا تجھے رغبت ہے اس طرف کہ تو ستھرا ہوجائے۔

ہدایت اللہ کی طرف سے ہے جسے چاہے عطا فرمادے۔ فرعون کی ہدایت اللہ کے ہاں مقصود نہ تھی اسلئے اس نے تزکیہ اور ہدایت کا اظہار ہی نہ کیا۔ چونکہ نبی کا کام تبلیغ کرنا اور پیغام ہدایت دینا ہے۔ اسلئے کلیم اللہ علیہ السلام نے اپنا فریضہ انجام دیا۔ اس سے تبلیغ کلیم اللہ میں کوئی فرق نہیں آیا۔ ایک اور مقام پر فرمایا **ومن تزكى فانما يتزكى لنفسه** جس نے تزکیہ کیا اپنے نفس کیلئے کیا۔

نظام تزکیہ:

انبیائے کرام علیہم السلام تزکیہ نفس کیلئے تلاوت آیات یا تعلیم کتاب وحکمت کرتے رہے

ہیں ان کا مقصود صرف یہ ہوتا ہے کہ انسان اپنی حقیقت کی معرفت حاصل کرے۔ اس وسیع و عریض اور حسین وجمیل کائنات پر غور کرے۔ **وفی انفسکم افلا تبصرون** اور پھر آفاق وانفس میں پھیلی ہوئی بے شمار نشانیوں کے ذریعے اپنے خالق ومالک کو پہچانے اور صرف اسی کے آگے سر نیاز جھکائے۔ کسی سے ڈرے نہ کسی سے لالچ رکھے۔ عقیدہ آخرت سوال وجواب کو لازم جانے۔ بنی نوع انسان کے ساتھ حسن سلوک کرے حقوق کی ادائیگی لازم پکڑے اور اللہ تعالٰی کے نظام کو اس کائنات میں برپا کرے۔

طریق تزکیہ:

نظام تزکیہ کو کامیاب بنانے کیلئے انبیاء کرام علیہم السلام آیات الٰہی کی تلاوت فرماتے اور تعلیم کتاب وحکمت دیتے ہیں۔ ان تمام میں مرکزی اور بنیادی حیثیت تزکیہ ہی کو حاصل ہے۔ اس میں سب سے اہم اور پہلی شرط نیت کا درست ہونا ، معلم اور حکیم کیلئے ضروری ہے کہ اس کا نفس مزکی ہو اور وہ اخلاص وصداقت شعاری کا پیکر ہو۔ گویا تلاوت آیات ، تعلیم کتاب ، تعلیم حکمت اور تزکیہ کی نیابت بجاوری بھی تزکیہ نفس پر مبنی ہے جسے اخلاص کا نام دیا جاتا ہے۔
مشہور مفسر امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر کبیر میں رقمطراز ہیں:

انسان دو ہی صورتوں میں کمال حاصل کرسکتا ہے ، یا تو وہ بذات خود حق کو پہچان لے اور پھر اس کے مطابق اپنے اعمال کی اصلاح کرے یا پھر خیر کی معرفت حاصل کرے تا کہ اس پر عمل پیرا ہو کر درجات میں کمال حاصل کرے اگر کوئی انسان ان دونوں چیزوں سے محروم ہے تو وہ رذائل اخلاق سے کبھی بھی رہائی حاصل نہیں کرسکتا۔ نہ اپنے عیوب ونقائص کو دور کرسکتا ہے۔ حضور ﷺ اپنے طریق تزکیہ میں دو طرح کے اقدام فرماتے کبھی تو آپ ﷺ بغیر تلاوت وآیات وتعلیم کتاب وحکمت محض آخرت کی نعمتوں کے وعدوں اور عذاب کا خوف دلا کر وعظ وتذکیر فرماتے اور بار بار اس کا اعادہ فرماتے تا کہ لوگ خود بخود مومن خالص اور مومن صالح بن جائیں اس کیلئے آپ ﷺ کا ذاتی اخلاق جسے قرآن نے خلق

عظیم کے نام سے یاد کیا ہے بڑی حد تک مدد ومعاون بنتا اور (راقم کے نزدیک) سرکار ﷺ کے پاس جو بھی آتا آپ ﷺ توجہ اور نگاہ کے ذریعے ان کا تزکیہ باطن فرماتے، جس کے دل پر ایک نگاہ پڑ جاتی وہ نسلوں تک مزکی بن جاتا اس لئے صحابہ کرام کی زندگی کے تمام اعمال کی ضمانت دی۔ اصحاب عشرہ مبشرہ، اصحاب بیعت رضوان پر نگاہ مصطفی ﷺ کا ہی فیضان تھا۔ دور دور سے آنے والے اور جانوں کے دشمن قدموں میں آکر غلام بن گئے دوسرے یہ کہ آپ ﷺ اپنے فیضان صحبت سے تزکیہ فرماتے اس وقت آیت ویزکیھم والی کا مفہوم یہ ہوگا کہ حضور کل قیامت کے دن مزکی ہونے کی شہادت دیں گے (ملخصاً) تفسیر کبیر سید محمود احمد آلوسی اپنی تفسیر ''روح المعانی'' میں رقمطراز ہیں

یزکیھم ای یطھرھم من ارجاس الشرک وانجاس الشک وقاذورات المعاص وھو اشارة الی التخلیة کما ان التعلیم اشارة الی التخلیة (روح المعانی 387ج1)

یزکیھم کا مطلب یہ ہے کہ آپ انہیں شرک کی ناپاکی، شک کی نجاست اور معصیت کی گندگی سے پاک کرتے ہیں اور یہ اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ پہلے آپ دلوں کو خالی اور پاک کرتے ہیں۔ جس طرح تعلیم کتاب وحکمت سے اشارہ تخلیہ یعنی خلوت کی طرف ہے

علامہ آلوسی اسی مضمون کو چوتھی جلد میں یوں بیان فرماتے ہیں

التزکیة ھی اول امر یحصل منه صفة یتلبس بھا المومنون وھی من قبیل التخلیة المقدمة علی التحلیة لان درالمفاسد اولیٰ من جلب المصالح

(ج ۔۴ ۔ص ۱۱۴) تزکیہ ہی سب سے پہلی چیز ہے جس کے ذریعے مومنانہ صفات حاصل ہوتی ہیں یہ تخلیہ کی جنس سے ہے، جو لازماً تحلیہ پر مقدم ہوتی ہے۔ کیونکہ مفاسد کا دفع کرنا مصالح کو حاصل کرنے سے بہتر ہے۔

تخلیہ اور تحلیہ:

مثال کے طور پر یہ اطلاع ملے کہ فلاں دن فلاں دفتر میں بادشاہ معظم تشریف لائیں گے۔

ضروری ہے کہ بادشاہ کی آمد سے پہلے دفتر کی صفائی ہو، کوڑا کرکٹ ہٹایا جائے، راستے درست کیے جائے، دفتر کی عمارت پر رنگ وروغن کیا جائے جس کمرے میں بادشاہ کوٹھہرانا ہے اسے صاف ستھرا کیا جائے خوشبو سے معطر کیا جائے، بیش قیمت قالین بچھائے جائیں۔ صفائی اور ستھرائی کے بعد جھنڈیاں اور دیگر سامان ڈیکوریشن لگائے جائیں تب بادشاہ آکر دفتر کے اس مخصوص کمرے میں جلوہ افروز ہوگا۔ایسا کبھی نہ ہوگا کہ دفتر میں کوڑا کرکٹ بھرا ہوا ہو، دیوار پے جالے تنے ہوئے ہوں، ہر کونے سے بدبو کے بھبھکے اٹھ رہے ہوں، دیواروں کی کلی ماند پڑ چکی ہوں مگر صرف چند جھنڈیاں لگا دی جائیں اور ایک بیش قیمت قالین بچھا دیا جائے اور اس کمرے میں بادشاہ کو لا کر بٹھا دیا جائے

امام محمد الغزالی رحمۃ اللہ علیہ ''احیاء العلوم'' میں رقمطراز ہیں **قلب المومن عرش الله** مومن کا دل اللہ کا عرش ہے۔اب یہ بات مومن پر ہے کہ وہ اپنے دل کو حقیقی معنوں میں رب جلیل کا عرش بنائے تاکہ اس میں رب ذوالجلال جلوہ افروز ہوں۔اس کیلئے ضروری ہے کہ سب سے پہلے تخلیہ کیا جائے یعنی دل سے کفر وشرک، معاصی اور رذائل اخلاق کو دور کیا جائے جب دل ہر قسم کی آلائش سے پاک اور صاف ہو جائے تو تب اسے قلب مزکی (پاک دل) کہا جائے گا۔اب اس کے تحلیہ یعنی سجانے کی ضرورت پیش آتی ہے، تحلیہ کا عمل اللہ تعالی کے ذکر اور ذکر کے انوار سے انجام پاتا ہے اسے علم وحکمت کا نام بھی دے سکتے ہیں۔معلوم ہوا کہ فرائض چہارگانہ میں اولیت تزکیہ کو حاصل ہے

حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں سیر وسلوک سے مراد نفس امارہ کا تزکیہ اور اس کی تطہیر ہے۔اور اس کا مقصد ان باطل معبودوں کی عبادت سے نجات حاصل کرنا ہے جو اسکی خواہشات نفسانی سے پیدا ہوتے ہیں اور حقیقت میں ایک معبود کے سوا توجہ کا کوئی اور قبلہ نہ رہے۔

اس پر کسی مقصد کو اختیار نہ کرے خواہ وہ دینی یا دنیاوی مقاصد میں سے کیوں نہ ہوں۔دینی مقاصد اگرچہ حسنات میں سے ہیں، لیکن یہ ابرار کا کام ہے مگر مقربین کا مقام ابرار سے بلند

ہے ۔مقولہ ہے کہ "حسنات الابرار سیئات المقربین" یعنی جو مقاصد ابرار کے نزدیک نیکیوں میں شمار ہوتے ہیں وہ مقربین کے نزدیک گناہوں میں شمار کیے جاتے ہیں ۔مقربین سوائے ایک ذات اللہ تعالیٰ کے کسی کو اپنا مقصود نہیں بناتے ۔ان کی زندگی کا "**لا مقصود الا اللہ**" سب سے بڑا مقصد ذات الٰہی کا حصول ہوتا ہے ۔مقربین کو جو دولت حاصل ہوتی ہے وہ فنائے مطلق اور محبت ذاتی کے ساتھ مربوط ہے ۔فنائے مطلق کے بعد عارف کو محبت ذاتی کے مقام تک رسائی ہوتی ہے اس مقام پر عارف کی نظر کسی نعمت یا رحمت پر نہیں ہوتی بلکہ صرف ذات اللہ پر ہوتی ہے

سراج العارفین، ابوالبیان، حضرت علامہ سعید احمد مجددیؒ رقمطراز ہے کہ اس منزل پر سالک ایذاء اور عذاب میں بھی وہی لذت پاتا ہے جو نعمت و راحت میں پاتا ہے حتیٰ کہ انعام و ایلام مساوی ہو جانے کی بنا پر وہ جنت اور دوزخ سے بھی بے نیاز ہو جاتا ہے ۔سالک حضرات اگر جنت کے بھی طالب ہوتے ہیں تو فقط اسلئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کا مقام ہے ۔اگر دوزخ سے پناہ مانگتے ہیں تو وہ بھی اس لئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے غضب کا مقام ہے ۔غرضیکہ ان حضرات کی شان یہ ہوتی ہے کہ وہ جنت کی طلب راحت نفس کیلئے نہیں کرتے اور دوزخ سے پناہ زحمت نفس کی وجہ سے نہیں مانگتے، بلکہ وہ رضائے الٰہی میں فنائے مطلق کے بعد محبت ذاتی کا مرتبہ حاصل کر لیتے ہیں ۔اور "**کل ما یفعلہ المحبوب محبوب**" یعنی محبوب کا ہر کام محبوب ہوتا ہے کے مصداق توحید اور اخلاص کی حقیقت پالینے کا وہی مقام ہے ۔ (البینات شرح مکتوبات صفحہ 115 تا 116)

بقول مولانا رومؒ

عشق آں شعلہ است کہ چوں بر فروخت
ہر چہ جز معشوق باقی جملہ سوخت

عشق وہ شعلہ ہے کہ جب ہے تو معشوق کے سوا ہر چیز کو جلا کر راکھ کر دیتا ہے یعنی ہر روشن عشق کا شعلہ ہوا ماسوا معشوق کے سب جل گیا ۔مطلب یہ ہے تزکیہ نفس کے بغیر آدمی دینی

امور میں بھی خواہشات نفس کے تابع ہو جاتے ہیں۔ پھر علم کا غرور آجاتا ہے اور اپنی تحریر و تقریر پر تکبر آجاتا ہے۔ اپنے آپ کو علم میں سب سے آگے سمجھتا ہے اور دوسرے طور پر اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ دینی امور کا درجہ نہیں جو تقرب الٰہی اور محبت الٰہی کا مرتبہ ہے اسلئے اعلیٰ حصول مقصد ہونا چاہیے، ایک گروہ وہ ہے جو نفسانی خواہشات کا پجاری بنا ہوا ہے۔ **ارئیت من اتخذ الهه هواه** کیا تم نے اسے دیکھا ہے جس نے اپنے جی کی خواہش کو اپنا معبود بنا لیا ہے۔ یہ عوام کالانعام کا طبقہ ہے، حکمرانوں کا طبقہ ہے۔ متکبر افسروں کا طبقہ ہے، غافل امیروں کا طبقہ ہے ارشاد الٰہی ہے ''**فلا تتبعوا الهوى**'' تم ان خواہشات کے پیچھے نہ پڑو۔ دوسرا طبقہ خواہشات سے دور رہنا ہے۔ **ومن الناس من يشرى نفسه ابتغاء مرضات الله والله رؤوف بالعباد** اور لوگوں میں سے کچھ ایسے ہیں جو اپنی جانیں اللہ کی مرضی چاہتے ہوئے بیچتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر مہربان ہے۔

امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مکتوب گرامی میں رقمطراز ہیں:

ایسے خوش نصیب مشائخ عظام اور علمائے کرام کا ذکر کرتے ہیں جو تزکیہ نفس اور تصفیہ باطن کی سعادت سے مشرف ہو کر قلبی طور پر دنیا و **مافیها** سے فارغ و آزاد ہو چکے ہیں۔ اگرچہ ظاہری طور پر دنیا کے ساتھ تعلقات کی بنیاد پر وہ اہل دنیا معلوم ہوتے ہیں لیکن حقیقت میں اہل آخرت ہوتے ہیں۔ کیونکہ دنیا کے ساتھ تعلق اور عدم تعلق، نفس کے تزکیہ اور عدم تزکیہ کے ساتھ مربوط ہے جب تک تزکیہ نفس نہ ہو جائے قلبی طور پر ماسوائے اللہ سے قطع تعلق اور ذات حق سے اصلی محبت محال ہے۔ کیونکہ نفس کی محبت یا حق کی محبت میں سے کسی ایک کو ہی اختیار کیا جا سکتا ہے کیونکہ یہ دونوں محبتیں ایک دوسرے کی ضد ہیں حدیث میں آتا ہے کہ ''**مالدنيا والاخرة الا ضرتان ان رضيت احداهما سخطت**'' دنیا اور آخرت دو سوکنیں ہیں اگر ان میں سے ایک راضی ہو جائے تو دوسری ناراض ہو جائے گی۔ بس معلوم ہوا کہ تزکیہ نفس کے بغیر ماسوائے اللہ سے تعلق اور محبت کا تعلق قائم نہیں ہو سکتا۔

☆☆☆

﴿تصوف کی ضرورت واہمیت﴾

(علم تصوف کیوں ضروری ہے)

حصول علم کیلئے ماہر علم کی ضرورت:

تجربہ اور مشاہدہ دونوں اس بات پر متفق ہیں کہ ہر علم کے حصول کیلئے ایک معلم کی ضرورت ہوتی ہے۔ جو متعلقہ اسی علم کے بارے میں مہارت اور کامل دسترس رکھتا ہو۔ ایک ریاضی کا طالب علم کسی مسئلہ کے حل کیلئے دھوبی یا لوہار کے پاس نہیں جائے گا۔ وہ اپنا رخ صرف ریاضی دان کی طرف ہی کرے گا۔ یا کوئی شخص کسی خرق عادت ظہور کی اصل تک پہنچنے کیلئے عالم طبعیات کی بجائے کسی سنار کے پاس نہیں جائیگا بلکہ وہ تو کسی ماہرین طبعیات کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کرے گا۔ ساخت اور اسکی 4000 چار ہزار سال گزشتہ کی حالت کو معلوم کرنے کیلئے کسی میڈیکل یا طب کے ماہرین کے پاس یا کسی بوڑھی دادی اماں کے سامنے دست سوال دراز نہیں کرے گا بلکہ اسے ماہرین ریاضیات کے پاس ہی جانا پڑے گا، علم تاریخ کے سوالات حل کرنے کیلئے کسی تاریخ دان کی لائبریری میں ہی جانا پڑے گا۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ تمام علوم کسی ایک انسان کو دینا چاہے تو دے سکتا ہے۔ اللہ تو ہر چیز پر قادر ہے "علی ھذا القیاس" ..... مگر صاف ظاہر ہے کہ روحانیت میں کمال حاصل کرنے کیلئے بھی کسی ماہر روحانیت اور کمال درجہ پر متصف آدمی کے سامنے ہی بیٹھ کر، ان کی خدمت کر کے یہ علم تصوف آئیگا بلکہ نہ صرف سیکھنے سکھانے، یا بتلانے سے بلکہ اصل کمال تو ان کی نظر کرم سے ہی ہوتا ہے۔ اسی طرح ایک میڈیکل سٹور کا مالک باوجود ہزار ہا ادویات پاس ہونے کے وہ سر درد یا جسم کی کسی بیماری کیلئے کوئی Tablet یا دوائی استعمال کرنا پسند نہیں کرے گا۔ وہ یا تو متعلقہ بیماری کے کسی Specialist یا کم از کم کسی سول میڈیکل آفیسر (.M.O) یا M.B.B.S سے رابطہ کرے گا پھر اس ڈاکٹر آفیسر کی ہدایت کے

مطابق کوئی Tabletیا دوائی استعمال کرے گا ۔اس سے آگے بیماری جتنی پیچیدہ ہوتی جائے گی Specialists کی ضروت اتنی ہی بڑھتی جائے گی ۔جسم کے ظاہری حصہ اور اندرونی حصہ کی بیماری میں دوا کا استعمال کرنے کیلئے،خواہ کتنی ہی دوائیاں پاس موجود ہوں کسی ماہر ڈاکٹر کی ضرورت محسوس کرنے کے بغیر چارہ نہیں تو جو دل کی دنیا میں بیماری آجائے اس کی اصلاح اور درستگی کیلئے کسی ماہر روحانیت کی ضرورت سے انکار کیونکر ممکن ہو سکتا ہے ۔دل کی صفائی اور تزکیہ نفس بغیر تصوف کے کیسے ہوسکتا ہے اسی طرح بعض مغربی تہذیب کے دلدادہ دماغ رکھنے والے کوتاہ اندیش بھی جو دنیا کے چند علوم (شعبہ ریاضی، سائنس،کمپیوٹر) کے مبادیات سے بھی واقفیت نہیں رکھتے ۔اور اپنے آپ کو اتنا بلند سمجھتے ہیں کہ کسی اور کو انسان سمجھنے کیلئے تیار ہی نہیں ۔کسی ماہر تصوف یا ماہر روحانیت کے پاس جانے کو اپنی کسر شان سمجھتے ہیں اور نہ ہی دوسروں کو اسکی طرف راہنمائی کرتے ہیں بلکہ الٹا تصوف کا انکار بھی کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی اس سے دور رکھنے کیلئے مختلف قسم کے حیلے بہانے تراشتے ہیں ۔اور بعض تو بالکل اسے غلط ،فاسد اور گمراہی قرار دیتے ہیں ۔ایسے لوگ ہمیشہ علم لدنی اور علم نافع سے محروم رہتے ہیں۔

مرشد یا رہبر کی ضرورت واہمیت:

اخلاص نیت سے قرب خداوندی کی لذت وحلاوت حاصل کرنے والے خواہش مند حضرات کیلئے چند معروضات پیش خدمت ہیں ۔تمام اولیاء کرام جو اس راستہ کو طے کرکے عرفان الٰہی کے اعلیٰ مقامات پر پہنچ چکے ہیں ۔اس بات پر متفق اللسان ہیں کہ ہر مبتدی پر لازم ہے کہ سچی توبہ کرنے کے بعد جب اس کا دل اور زبان اپنے گذشتہ گناہوں سے استغفار اور آئندہ اجتناب کے اقرار میں متفق البیان ہوں ۔اگر ایک ایسے مرشد کی تلاش کرے جو راستے کی تمام باریکیوں اور اتار چڑھاؤ سے واقف ہو ۔مقامات رنج وراحت سے اچھی طرح واقف ہو ۔تجربہ کار صائب الرائے ہو اور مرید کی اندرونی بیماریوں نیز ان کے علاج معالجہ کا پورا ماہر ہو ۔اگرچہ ہر شخص کو شروع سے ہی مرشد کی ضرورت نہیں ہوا کرتی

اورتو بہ استغفار کا بیج خداوند تعالیٰ کے فضل ورحمت سے ہی دل کی زمین میں بویا جا سکتا ہے لیکن جب یہ ایک دفعہ بویا جا چکے اور اسکی آئندہ نشو ونما کیلئے مرشد کامل کی نگہبانی نہایت ہی ضروری ہے۔علماء کرام نے اس بارے میں مندرجہ ذیل دلائل اپنی تصانیف میں بیان کیے ہیں۔

انبیائے کرام کا راستہ:

جب انسان کعبۃ اللہ تک بغیر کسی راہنمائی کے نہیں جا سکتا۔حالانکہ راستہ بالکل واضح اور عیاں ہے اللہ تعالیٰ نے چلنے کو پاؤں اور دیکھنے کو آنکھیں عطا فرمائی ہیں پھر یہ کیسے ممکن ہے بیت اللہ کے مالک،عرش الٰہی کے مالک اللہ رب العزت تک رسائی حاصل کرے ایسا راستہ جو ایک لاکھ چوبیس ہزار برگذیدہ انبیائے کرام کا راستہ ہے۔اور جہاں ہمارے ظاہری حواس و اعضا بالکل بیکار ہو جاتے ہیں کیسے کسی رہبر کامل کی راہنمائی کے بغیر قدم اٹھ سکیں گے؟

ابدی ہلاکت سے نجات کا راستہ:

جس طرح دنیاوی گزرگاہوں پر ہزاروں چور اور رہزن بے آسرا مسافروں کو لوٹنے کیلئے موجود ہوتے ہیں۔اور ایسے ہی راستوں پر ہوشیار محافظوں کی نگہبانی کے بغیر سفر کرنا نہ صرف حماقت بلکہ جان بوجھکر ہلاکت کے گڑھے میں کودنا ہے۔اسی طرح باطنی راستوں پر بھی ہزاروں ڈاکو اور رہزن دنیاوی ہوا وہوس اور نفسانی خواہشات کی شکل میں منڈلا رہے ہوتے ہیں کسی راہنما کی نگہبانی کے بغیر سفر کرنا نہ صرف سخت خطرناک بلکہ ابدی ہلاکت کو خود دعوت دینا ہے۔

ایمان کی سلامتی کا راستہ:

اس خطرناک اور مخفی راستے میں بے شمار مہیب غاریں ہیں۔جو سب کی سب بدمستان اور گمراہی کی طرف جاتی ہیں اور جن حضرات نے کسی رہبر کامل کی راہنمائی کو چھوڑ کر صرف اپنے ہی دماغی قوت کے بھروسہ پر اس خطرناک اور مخفی راستے کو طے کرنا چاہا،وہ جلد ہی اصل راستے سے بھٹک کر ان غلط راستوں پر پڑ گئے اور بدمستان کے ریگستانوں اور ہولناک بیابانوں

میں سرگرداں ایڑیاں رگڑ رگڑ کر کفر وشرک کی عمیق غاروں میں جان کھو بیٹھے ۔بعض جوان چیزوں سے بچ بھی نکلے تو نفسانی خواہشات اور حرص کے طلاطم خیز سمندر میں ایسے غرق ہوئے کہ پھر انہیں کنارہ نصیب نہ ہوا اور آخر وہ دین اور دنیا دونوں سے ہاتھ دھو بیٹھے ۔

اعلیٰ درجات کیلئے راہنمائی:

جوں جوں ایک ارادتمند میدان میں قدم رکھتا ہے، اسکی روح اعلیٰ سے اعلیٰ روحانی درجات پر فائز ہوتی ہے ۔حتیٰ کہ اسے ایسا کمال حاصل ہوجاتا ہے کہ جسم عنصری کو فناء کر کے وہ سوائے ذات الٰہی کے چاروں طرف کچھ نہیں دیکھتا **''این ما تولوا فثم و جه الله ''** کی تعبیر اس کے گناہوں میں عیاں ہوتی ہے ۔آسان لفظوں میں یوں کہہ لیجئے کہ اس کا دل شیشے کی مانند صاف ہونے کے باعث تجلیات الٰہی کو جذب کرتا اور چاروں طرف منعکس کرتا ہے سوائے نورِ خدا کے اسے کچھ اور نظر ہی نہیں آتا ۔اور وہ بے ساختہ انا الحق پکار اُٹھتا ہے اس مقام پر پہنچ کر ممکن ہے کہ طالب کو منزل مقصود تک پہنچ جانے کا گمان ہوجائے کیونکہ اس کا دماغ اس حالت کے ادراک سے قاصر ہوتا ہے اور اگر اس مقام پر ایک زبردست اور کامل مرشد ورہنما نہ ہو تو ڈر ہے کہ کہیں ایمان نہ کھو بیٹھے اور توحید سے متعلق غلط خیالات و تصورات کا شکار نہ ہوجائے ۔

رحمانی اور شیطانی مظاہرات کا فرق:

طالب راہ سلوک میں عجیب وغریب اور روحانی منظر جو عقل کو دنگ کرنے والے شیطانی، نفسانی اور الٰہی مظاہرات کا مشاہدہ کرتا ہے ۔لیکن شیطانی اور الٰہی مظاہرات کے درمیان تمیز کرنے میں اس کی عقل قاصر ہوتی ہے اور اگر اس مقام پر ایک کامل مرشد کی، جو ان عجائبات سے واقف ہو دستگیری نصیب نہ ہو تو آگے ترقی کا راستہ مسدود ہوجاتا ہے ۔

خلاصہ کلام:

جب اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے کسی انسان کی چشم بصیرت کو کھول دیتا ہے تو وہ نیکی اور بدی میں تمیز کرنے لگ جاتا ہے اور نیکیوں میں عجلت (تیزی) اور برائیوں سے احتراز

(پرہیز) کرنے کا مضبوط ارادہ کرلیتا ہے لیکن سابقہ طغیان وسرکشی کے باعث اس کا دل اور نفس اس کے ضبط سے ایسے آوارہ ہو گئے ہوں کہ اصلاح اختیاری امر موہوم نظر آئے تو اسے لازم ہے کہ کسی مرشد کامل کی اتالیقی میں اپنے حالات کو بہترین بنانے کا ارادہ کر لے۔مرشد کریم اپنے سایہ عاطفت میں لیکر اس کے دل اور نفس پر دوبارہ قبضہ کرنے میں نہایت ہی بیش قیمت مدد دیگا اور بری صحبتوں سے اسے بچائے رکھے گا ایک کامل استاد یعنی ایک کامل مرشد کی شاگردی میں طالب چند لمحات میں وہ کچھ کر دکھلاتا ہے جو اکیلا عرصہ دراز میں بھی نہیں کرسکتا۔بقول مولانا رومیؒ

یک زمانہ صحبت با اولیاء
بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

تصوف کا ارتقاء

گزشتہ صفحات کے مطالعہ سے یہ بات پایہ ثبوت تک پہنچ چکی ہے کہ تصوف بدعت نہیں، بلکہ اس کی جڑیں اور بنیادیں قرآن وحدیث میں موجود ہیں۔اور بعد کے ادوار میں صحابہ کرام،تابعین وتبع تابعین نے انہی بنیادوں پر تصوف اسلامی کی عمارت تعمیر کی۔

دور خلفائے راشدین:

حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے متعلق حضرت ابونصر السراج اپنی کتاب ”کتاب اللمع“ میں حضرت ابوبکر الواسطی کا یہ قول نقل کرتے ہیں۔**اول لسان الصوفیۃ ظھرت فی ھذہ الامۃ علی لسان ابی بکر رضی اللہ عنہ اشارۃ فاستخرج منھا اھل الفھم لطائف** (اللمع فی التصوف:121)

سب سے پہلے اس امت میں صوفیہ کے اقوال اشارات کی شکل میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی زبان مبارک پر جاری ہوئے ،جن سے اہل عقل نے بہت سی لطیف باتیں اخذ کیں۔

السراج نے لکھا ہے کہ جیش عسرت (غزوہ تبوک) کی تیاری کے موقع پر جب حضرت ابوبکر

صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنا سارا سامان حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پیش کردیا، اور حضور نے ان سے دریافت فرمایا کہ تم نے اپنے اہل وعیال کیلئے کیا چھوڑا؟ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا **بقیت لا ھلی اللہ و رسولہ** میرے گھر والوں کیلئے اللہ اور اس کے رسول ہی کافی ہیں۔ میں اپنی عمر کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہ جواب اہل توحید کیلئے تفرید کے معاملے میں اشارہ جلیلہ ہے۔ اس طرح جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہو گئی، اور صحابہ رسول اللہ ﷺ کے دل مضطرب تھے، تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جو ارشاد فرمائے، ان میں ان کی توحید میں ثبات و استقامت ظاہر ہوئی۔ اس ثبات و استقامت نے صحابہ کرام میں ثبات فی التوحید پیدا کیا۔ نیز آپ کا منکرین زکوۃ کے خلاف جہاد میں ثابت قدمی دکھانا، جیش اسامہ میں حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو ہی امیر لشکر مقرر فرمانا، فراست ایمانی کی اعلیٰ دلیل ہے۔

حضرت بکر بن عبداللہ المزنی نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں جو بات ارشاد فرمائی وہ ثابت کرتی ہے کہ آپ کی زبان پر صوفیاء کے اسرار و معارف جاری ہوتے تھے، **ما فاق ابو بکر رضی اللہ عنہ جمیع اصحاب رسول اللہ ﷺ بکثرۃ الصوم والصلوۃ ولکن بشئی کان فی قلبہ** (کتاب اللمع صفحہ 124)

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو جملہ صحابہ کرام پر جو فوقیت حاصل تھی وہ نماز اور روزے کی کثرت کی وجہ سے نہ تھی اس چیز کی وجہ سے تھی جو ان کے دل میں تھی۔

اس شئے کی تشریح کرتے ہوئے بعضوں نے لکھا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بے پناہ اور پر خلوص محبت تھی جو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے قلب میں راسخ تھی۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ توحید کے بارے میں فرماتے ہیں کہ پاک ہے وہ ذات جس نے مخلوق کیلئے اپنی معرفت حاصل کرنے کے راستوں میں سے سوائے عاجز ہو جانے کے اور کوئی دوسرا راستہ رکھا ہی نہیں ہے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا قول تمام اقوال سے افضل ہے (کتاب اللمع صفحہ 124)

رسول اللہ ﷺ کے فیض صحبت سے مستفیض ہونے کے باعث آپ کے کمالات کا انعکاس ابوبکر رضی اللہ عنہ کی سیرت میں اکمل واتم تھا۔اوراسی ضمن میں صوفیانہ افکار وحقائق بھی آنحضرت ﷺ سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف بتام وکمال منتقل ہوئے۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ:

بہت ساری خصوصیات کے باعث صوفیائے کرام نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو بھی زہد وتقویٰ کے اعلیٰ درجات پر فائز گردانا ہے۔حضور نبی کریم ﷺ نے ارشادفرمایا کہ پچھلی قوموں میں محدثین اور متکلمین ہوگذرے ہیں،اگراس امت میں کوئی محدث ہوتا تو وہ عمر (رضی اللہ عنہ)ہوتے۔ (کتاب اللمع:125)

بعض اہل علم سے محدث کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے بتلایا کہ صدیقین کے درجات میں سے یہ اعلیٰ درجہ ہے۔حضرت عمر فاروق اعظم صاحب کشف تھے۔جب ہی انہوں نے مدنیہ منورہ سے سینکڑوں میل دوری کے فاصلے پر حضرت ساریہ رضی اللہ عنہ کو دیکھ لیا اورانہیں پہاڑ کی آڑ لینے کا حکم دیا۔ساریہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے مشورہ پر عمل کیا اور فتح پائی۔ساریہ سے لوگوں نے دریافت کیا کہ تمہیں کیسے پتا چلا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تمہیں پہاڑ کی آڑ لینے کا حکم کر رہے ہیں تو انہوں نے جواب دیا کہ میں نے خود حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی آواز سنی تھی۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زہد کا یہ عالم تھا کہ حضرت عثمان نہدی سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو خطبہ دیتے ہوئے دیکھا تو اس وقت انکے بدن پر جو قمیض تھی اس میں بارہ پیوند لگے ہوئے تھے۔

حضور نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد بھی مشہور ہے کہ عمر کے سائے سے شیطان بھی بھاگتا ہے۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک تنکا اٹھا لیتے اور فرماتے کاش میں ایک تنکا ہوتا،کاش میری ماں مجھے نہ جنتی،کاش میں کچھ بھی نہ ہوتا (کتاب اللمع)

ابونصر السراج لکھتے ہیں کہ اہل حقائق کا ایک خاص اسوہ ہوتا ہے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ

میں بتام وکمال پایا جاتا ہے۔مثلاً پیوند زدہ کپڑے پہننا، ترک شہوات، مشتبہ خوراک سے بچنا، کرامات کا ان سے ظہور، مخلوق کی ملامت کی پرواہ نہ کرنا، راہ حق میں ہر حال میں مستقیم رہنا، باطل کے مٹانے پر ہمہ وقت آمادہ رہنا، عبادات کی شدت سے پابندی، یگانوں اور بیگانوں سے یکساں سلوک، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فرمودات میں سے ہے۔میں نے چار چیزوں میں عبادت کو پایا ہے۔اللہ تعالیٰ کے عائد کردہ فرائض کی ادائیگی میں، اللہ تعالیٰ کے محرم (حرام اشیاء) سے احتراز میں، اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر امر بالمعروف میں اور غضب الٰہی کے ڈر سے نہی عن المنکر میں۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ:

صوفیاء نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اصحاب تمکین میں شمار کیا ہے اور تمکین متحققین کے اعلیٰ درجے کو کہتے ہیں۔

ابن الجلاء رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا گیا کہ صحیح درویش کون ہوتا ہے؟ فرمایا وہ شخص جو مادی اشیاء اپنے پاس رکھتا ہو لیکن اپنے لئے نہیں دوسروں کو فائدہ پہنچانے کیلئے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا بھی یہی حال تھا۔اگر چہ انکے پاس مال تھا لیکن وہ اسے ذاتی خرچ کیلئے استعمال نہ کرتے انہوں نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ اگر مجھے اس بات کا خیال نہ ہوتا کہ اسلام پر ایسا وقت آسکتا ہے جسے میں اپنے مال کے ذریعے سنبھال سکتا تو میں ہرگز ہرگز مال جمع نہ کرتا۔(اللمع: 127)

اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ مال کو جمع رکھنے سے زیادہ انہیں یہ بات محبوب تھی کہ اسلام کی سربلندی کیلئے ان کا مال خرچ ہو۔یا ان کے مال سے ان لوگوں کو فائدہ پہنچے جو اہل حاجت ہوں۔جیش عسرت کی تیاری اور کنویں کی خریداری کے موقع پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جس فراخ دلی کا اظہار کیا اس کی مثال ملنا مشکل ہے۔

ایک مرتبہ انہوں نے غلام کے ہاتھ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے پاس ایک تھیلی بھیجی جس میں ایک ہزار درہم تھے اور غلام سے فرمایا کہ انہوں نے اسے قبول کرلیا تو تو آزاد

ہے۔حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اس قول سے ان کا شوق انفاق بخوبی واضح ہوتا ہے۔مال کو ٹھیکریوں کی طرح اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا جذبہ اس شخص میں ہوسکتا ہے جو معرفت کے اعتبار سے درجہ کمال پر فائز ہو۔

مال ودولت کی کثرت انسان میں غرور وتکبر پیدا کرتی ہے وہ عیش وآرام کا عادی ہوجاتا ہے لیکن اتنی کثرت دولت کے باوجود حضرت عثمان رضی اللہ عنہ میں کمال درجہ کی فروانی اور تواضع تھی۔آپ کی تمکین کا اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہوسکتا ہے کہ باغیوں کی جماعت ان کے مکان کا محاصرہ کیے ہوئے ہے۔ان پر اوران کے اہل خانہ پر پانی بند ہے۔خود خلیفہ وقت ہیں۔اگر حکم دیتے تو ان کے دفاع کیلئے ہزاروں تلواریں میان سے باہر آجاتیں۔مگر صبر وثبات کے پہاڑ بنے بیٹھے ہیں۔نہ اپنی جگہ سے ہٹے اور نہ ہی اپنا موقف بدلا اورعین حالت تلاوت میں اپنی جان جان آفریں کے سپرد کردی۔

آپ رضی اللہ عنہ اکثر فرمایا کرتے تھے۔کہ

(۱) نوافل کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی محبت کو حاصل کرو۔(۲) اللہ تعالیٰ کے حکم پر صبر کرو۔(۳) اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر راضی رہو (۴) اللہ تعالیٰ کی نظر سے شرم کرو کیا یہ افکار واحوال صوفیانہ افکار واحوال نہیں؟۔یقیناً ہیں۔

شیر خدا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ:

پیشوائے اہل طریقت حضرت علی المرتضیٰ کے بارے میں حضرت جنید البغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ انہیں علم لدنی حاصل تھا وہی علم جو حضرت خضر علیہ السلام کے پاس تھا۔جملہ صحابہ کرام کے درمیان حضرت علی رضی اللہ عنہ چند خصوصیات کے اعتبار سے ممتاز حیثیت کے حامل تھے۔مثلاً آپ کے مکارم اخلاق میں معانی جلیلہ،ارشادات کریمہ اور معرفت و توحید کے اسرار ومعارف بکثرت پائے جاتے ہیں۔آپ کے خصائل واخلاق سے صوفیاء کرام نے بے حد استفادہ کیا ہے۔ایمان کے بارے میں آپ کا ارشاد ہے کہ ایمان چار ستونوں پر قائم ہے۔صبر،یقین،عدل،جہاد پھر ان کے بھی دس دس مقامات بتلائے ہیں۔

امیر المومنین حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ سے سوال کیا گیا کہ کون سا شخص تمام عیوب سے محفوظ رہ سکتا ہے؟۔
آپ نے فرمایا وہ شخص جو عقل کو اپنا امیر، احتیاط کو اپنا وزیر، عبرت کو اپنی لگام، صبر کو اپنا قائد، تقویٰ کو اپنا صبح، خوف خدا کو اپنا ہم نشین اور موت کی یاد اور مصائب کو اپنا انیس بنائے رہے۔
ایک دفعہ اپنے غلام قنبر بن زیاد سے اپنے قلب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔ یہاں علم ہے کاش اسے سنبھالنے والا ملتا (تو میں اس کے حوالے کر دیتا)۔ جب نماز کا وقت آتا تو آپ کے جسم پر لرزہ طاری ہو جاتا۔ آپ کا رنگ متغیر ہو جاتا، لوگ پوچھتے امیر المومنین کو کیا ہوگیا؟ تو فرماتے!
اس امانت کی ادائیگی کا وقت آپہنچا جسے اُٹھانے سے آسمانوں، زمین اور پہاڑوں نے انکار کر دیا پتہ نہیں میں اس کا حق ادا بھی کر سکوں گا یا نہیں
جناب علی المرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اقوال، اعمال اور اخلاق میں ایسی بہت سی باتیں ہیں جن سے صوفیاء کرام، اہل اشارات اور اصحاب مواجید نے فائدہ اُٹھایا اس لئے آپ ہی سے اکثر سلاسل تصوف چلے اور آپ کو امام الطریقت کہا گیا۔

حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ:

اکثر و بیشتر عبادت میں مشغول رہتے، بلکہ بعض اوقات تو ان کا یہ انہماک اتنا بڑھ جاتا کہ ان کے گھریلو کام کاج اور ازدواجی تعلقات بھی متاثر ہو جاتے۔ (مسند احمد بن حنبل: 106/6)
ایک دن حضرت بہلول بن ذریب روتے ہوئے حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، حضور نبی کریم ﷺ نے رونے کی وجہ دریافت کی تو عرض کی۔ یا رسول اللہ ﷺ میں نے تو اتنے گناہ کیے ہیں کہ اگر ایک گناہ کے بدلے میں بھی اللہ تعالیٰ میری گرفت کر لے تو میں ہمیشہ جہنم میں رہنے کے لائق ہوں۔ میرا خیال ہے کہ وہ ضرور میری گرفت کرے گا۔ یہ کہا اور اسی حالت میں روتے ہوئے گلے میں مجرموں کی طرح لوہے کا طوق ڈالے پہاڑ کی طرف نکل گئے۔ وہ وہاں صدا دے رہے تھے اے میرے معبود! میرے آقا! میرے مولا!

یہ تیرا بہلول پابہ زنجیر تیرے دربار میں حاضر ہے اور اسے اپنے گناہوں کا اعتراف ہے (الا صابہ فی تمیز الصحابہ: 171/1)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ:

حضرت عبداللہ بن عباس کے بارے میں روایت ہے کہ وہ اکثر فرمایا کرتے تھے، **افضل المجالس فی قصد بیتک حتی لا تری و لا تری** تیری سب سے افضل مجلس وہ مجلس ہے جو تیرے گھر کے اندر ہو حتیٰ کہ تو کسی کو دیکھے نہ کوئی تجھے دیکھے (اللمع: 136)

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اپنی خادمہ خولہ بنت تویت کی مشقت کو دیکھ کر فرمایا کرتی

علیکم من العمل ما تطیقون فان اللہ لا یمل حتی تملوا واحب العمل للہ ادومہ وان قل (حلیۃ الاولیاء 65,66/2)

تمہیں اتنا ہی عمل کرنا چاہیے جتنا کہ بآسانی ہو سکے کیونکہ اللہ تعالیٰ تمہارے عمل سے نہیں اکتائیگا۔ البتہ تم اکتا جاؤ گے اور اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ وہ عمل محبوب ہے جو پابندی سے ہمیشہ کیا جائے چاہے وہ کم ہی کیوں نہ ہو۔ (یہاں عمل سے مراد نفلی اعمال ہیں)

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حضور نبی کریم ﷺ کے عہد میں پردیسیوں کی طرح مسجد نبوی میں پڑے رہتے نہ ہمارا کوئی گھر تھا نہ کوئی جائے پناہ۔ بے شمار اہل صفہ اور دوسرے صحابہ کرام حقائق و تصوف کے حامل و جامع تھے اگر چہ وہ صوفی نہیں کہلواتے تھے۔ حضرت سید علی ہجویری گنج بخش فیض عالم نے کیا خوب لطیف بات فرمائی۔

''اندر وقت صحابہ و سلف این اسم نبود و معنی اندر ہر کسے موجود کنوں ایں ہست و معنی نے۔''

صحابہ اور سلف صالحین کے دور میں تصوف کا نام نہ تھا لیکن اس کی حقیقت ہر شخص میں موجود تھی۔ آج نام موجود ہے لیکن حقیقت مفقود ہے۔

تابعین رحمھم اللہ کا عہد:

حضرت اسود بن یزید نخعی رحمۃ اللہ علیہ کا عالم یہ تھا کہ عبادت کرتے کرتے ان کے جسم میں

درد پڑ جاتا۔ آخری عمر میں رونے کی کثرت کی وجہ سے بینائی بھی ضائع ہوگئی علامہ ابن قیس نے اتنی شدید ریاضت سے روکا تو عرض کی **راحة مقدار الجسم ارید** میں اپنے جسم کو راحت پہنچانا چاہتا ہوں۔ حضرت ربیع بن خثیم فالج کی حالت میں بھی لوگوں کا سہارا لیکر مسجد میں نماز کیلئے جاتے، لوگوں نے کہا کہ شریعت اجازت دیتی ہے تو آپ فرماتے، **قد علمت ولكن اسمع التداء باالفلاح** میں جانتا ہوں لیکن کیا کروں جب مؤذن کی زبان سے **حی علی الفلا** کی ندا سنتا ہوں تو صبر نہیں آتا۔

حضرت خواجہ اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ تابعین میں صف اول میں ہیں۔ داتا گنج بخش ہجویری رحمۃ اللہ علیہ انہیں آفتاب امت وشمع ملت از کبار مشائخ اہل تصوف کے لقب سے یاد کرتے ہیں آپ فرمایا کرتے تھے کہ سلامتی تنہائی میں ہے۔ جب اہل قرن کو ان کے مرتبہ کا علم ہوا وہ آپ کی کرامت وعزت کرنے لگے تو آپ وہاں سے ہجرت فرما گئے:

صوفیاء تابعین میں حضرت ہرن بن حیان کا نام بھی ہے۔

حضرت ابو سعید الحسن بن ابی الحسن یسار البصر ی ہرم بن حیان اور خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا شمار بھی تابعین صوفیاء میں کیا گیا ہے۔ آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے استفادہ کیا اور اسطرح تقریباً تمام سلاسل طریقت کے امام قرار پائے۔

مورخین نے اس طبقے کے زمانے کو 661ء سے 850ء تک شمار کیا ہے۔ اس میں خواجہ حسن بصری (مذکورہ) حضرت مالک بن دینار، حضرت ابراہیم ادھم رحمۃ اللہ علیہم اجمعین شامل ہیں۔

عہد تبع تابعین:

حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے ہم عصر ایک خاتون رابعہ بصریہ نامی بھی گذری ہیں۔ یہ جنت کی آرزو اور جہنم کے خوف دونوں سے منہ موڑ کر فقط حب الٰہی کو اپنا مطمع نظر بناتی تھی۔ رابعہ کے بعد کی دہائیوں میں اسلام میں معقولانہ خیالات پھیلتے چلے گئے۔ آپ اکثر دعا کیا کرتی تھی!

''اگر میری پرستش صرف تمنائے دیدار کیلئے ہو تو پھر اپنے جمال عالم افروز سے مجھے مشرف

فرما دے۔"اس دور کے مشاہرین میں حضرت ابو حبیب بن سلیم، حضرت ابو حازم مدنی، حضرت امام ابو حنیفہ، رحمہم اللہ اجمعین وغیرھم شامل ہیں۔اس دور کے صوفیاء پر غلبہ عشق تھااس کے بعد تصوف میں حضرت سلطان بایزید بسطامیؒ (261ھ) کو نمائندہ ایران سمجھا جاتا تھا۔حضرت سہل تستری اور پھر حکیم ترمذی (898,896ھ)۔حضرت منصور حلاج بھی اسی دور کے صوفیاء میں سے تھے

پھر عراقی دبستان تصوف کی ابتداء حضرت عبداللہ بن حارث الاسد المحاسبی سے ہوئی حضرت جنید البغدادی رحمۃ اللہ علیہ (م 910) اسی دور میں ہوئے ہیں

بیسویں صدی عیسوی میں مسلمانوں میں گمراہ صوفیاء کے متعدد گروہ پیدا ہوئے ہر کوئی اپنے آپ کو جلووں کا دعویدار کہتا، یہ لوگ ہندوؤں کی طرح تناسخ آوا کون کے قائل تھے دوسرا گروہ صلبیہ کا تھا۔ یہ گروہ بھی مردود تھا۔اس صدی کے صوفیاء میں شیخ ابو سعید ابن العربی (م 952ء)، شیخ ابو محمد الخلامی (م 959) شیخ ابو نصر سراج (م 986) شیخ ابو بکر (م 1000) شیخ ابو طالب مکی (م 996) ابو عبد الرحمٰن سلمی (م 1021) مشہور ہیں۔اس زمانے میں یہ کوشش کی گئی کہ تصوف کو شریعت اسلامی کے عین مطابق ثابت کیا جائے۔اس دور میں تصوف کی اہم ترین کتاب السراج کی "اللمع" لکھی گئی۔ابو طالب مکی کی قوت القلوب بھی اسی دور کی تصنیف ہے۔

گیارھویں صدی عیسوی جس کے بارے میں خلیق احمد نظامی لکھتے ہیں۔گیارھویں صدی عیسوی کے مشائخ میں مندرجہ ذیل بزرگ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔(۱) شیخ ابو نعیم اصفہانی (م 1008ء)(۲) شیخ ابو القاسم قشیری (1072ء)(۳) شیخ علی ھجویری (م 1079 کے درمیان)(۴) شیخ عبداللہ انصاری (م 1088)(۵) شیخ ابو سعید ابو الخیر (م 1049ء)

اس دور میں شیخ علی بن عثمان ھجویری رحمۃ اللہ علیہ نے "کشف المحجوب" لکھی۔اسکا شمار تصوف کی اعلیٰ ترین کتب میں ہوتا ہے اس دور میں باقی تمام کتب معدوم نظر آنے لگیں۔

امام قشیری کی طرح شیخ علی ھجویری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی تصوف کو اسلامی شریعت کے قریب لانے اور غلط فہمیوں کو دور کرنے کی کوشش کی ہے۔ شیخ موصوف کے خیالات میں بڑی صفائی اور انداز بیان میں بڑی گہرائی ہے۔ تصوف کی تقریباً تمام کتب اس وقت عربی میں تھی۔ جن تک رسائی عوام کے بس کی بات نہ تھی۔ اسی لئے عوام کیلئے استفادہ کا موقع بہت کم تھا۔ یہ پہلی کتاب تھی جو فارسی زبان میں لکھی گئی۔ حقیقی تصوف کو عوام تک پہنچانے میں اس کتاب کا بڑا اہم حصہ ہے۔ بعض مشائخ کا تو یہ کہنا بجا اور درست ہے کہ ''جس شخص کا کوئی پیر نہ ہو اس کیلئے کشف المحجوب کا مطالعہ کافی ہے۔ اللہ تعالیٰ خود اس کی مدد و رہنمائی فرمائے گا۔''

(تاریخ مشائخ چشت ص 98)

﴿تصوف پر اُٹھنے والے سوالات کے جوابات﴾

تصوف پر گذشتہ زمانے میں بھی اور آج بھی اپنے اور بیگانوں نے بھی بدنیتی سے یا غلط فہمی کے باعث بڑی بے رحمی سے طعن وتشنیع کے تیروں کا مینہ برسایا ہے اور آج اس تحریک میں مزید شدت پیدا ہوتی جارہی ہے۔ یہاں تک کہ عدل وتحقیق کا دامن بھی بسا اوقات ہاتھ سے چھوٹ چھوٹ جاتا ہے۔ اس حالیہ شدت کی وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ مادی لذتوں کی طرف رجحان روز بروز بڑھتا جارہا ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جو لوگ تصوف کے علمبر دار بنے بیٹھے ہیں ان میں سے بعض ایسے بھی ہیں جو باعث رسوائی ہیں۔ اسلاف میں اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے آثار کو دیکھ کر ابلیسی قوتیں ہراساں ہیں اور وہ مسلمانوں کو اس چشمہ حیات سے متنفر کرنا چاہتے ہیں تا کہ مسلمان اس بیداری اور کامیابی سے مکمل طور پر فائدہ اُٹھانے کے قابل نہ رہے وجہ کچھ بھی ہو ہمیں ان اعتراضات کا جائزہ لینا چاہئے اگر انہوں نے کسی واقعی خاص خامی کی نشاندہی کی ہے تو اس کے ازالے کی طرف متوجہ ہونا چاہیے اور اگر انہوں نے غلط اعتراضات کئے ہیں تو ان کا مسکت جواب دینا چاہیے۔

سیدی مرشدی ضیاءالامت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں۔ ایک بات میں ابتداء ہی میں کہہ دینا چاہتا ہوں کہ ہمیں اس لئے انکار نہیں کہ صوفیاء کی صفوں میں ایسے لوگ بھی در آئے ہیں جو بظاہر عابد وزاہد نظر آتے ہیں لیکن دراصل اپنے زہد وعبادت کو حصول جاہ ومال کا ذریعہ بنائے ہوئے ہیں لیکن مجھے (ضیاءالامت ؒ) یہ تو بتایئے کہ انسانی زندگی کا کونسا ایسا شعبہ ہے جہاں کالی بھیڑیں موجود نہ ہو۔ علماء، اطباء، قضاۃ، تجار، صنعتکار وغیرہ سب جگہوں پر ایسے لوگ موجود ہیں جو اپنے طبقہ کیلئے باعث ننگ وعار ہیں لیکن اگر ان کے وجود سے صحیح لوگوں کی افادیت کم نہیں ہوئی تو جعلی صوفیوں کے ہتھکنڈوں سے بھی صوفیاء کرام کی عظمت پر حرف نہیں آسکتا۔

جن صوفیاء کے بارے میں راقم الحروف اور پیر صاحب قبلہ کی مراد ہے وہ وہ لوگ ہیں جو صحیح معنوں میں اس لقب کے اہل ہیں ان میں (سیدنا غوث الاعظم عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت داتا گنج بخش علی ہجویریؒ، خواجہ معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ جیسے جلیل القدر صوفیاء و مشائخ ہیں)

پہلا سوال:

تصوف کا مآخذ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ نہیں، بلکہ یہ ایک اجنبی چیز ہے جسے اسلام میں زبردستی ٹھونس دیا گیا ہے۔

دوسرا سوال:

مستشرقین ہارٹن (Harton) بلوشیٹ (Blocket) اور میسی نان (Massign Non) جیسے جید لوگوں کا کہنا ہے کہ تصوف کا مآخذ ہندوؤں کے وید ہیں وہ بڑے وثوق سے کہتے ہیں کہ تصوف میں چلہ کشی، ریاضت وغیرہ کے سارے طریقے ہندو جوگیوں اور سادھوؤں سے مستعار لئے گئے ہیں۔

تیسرا سوال:

بعض حضرات (Goldziher) گولڈ زیہر (O leary) اولری جیسے مستشرقین کہتے ہیں کہ مسلمانوں کا زہد و تبتل بدھ مت سے مآخذ ہے یعنی صوفیاء کا دنیا سے قطع تعلق درحقیقت گوتم بدھ کی تقلید ہے۔

چوتھا سوال:

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اسلام کا تصوف دراصل ایرانی تصوف کا آئینہ دار ہے یہ ہر لحاظ سے ایران سے فروتر تھے۔ انہوں نے انہیں سے سب کچھ لیا ہے۔

پانچواں سوال:

اسلام کے تصوف پر نصرانی تصوف کا بہت گہرا اثر ہے یعنی مسلمان صوفیاء نے عیسائی

راہوں سے تصوف سیکھا اور اس کو اپنایا ہے۔

چھٹا سوال:

تصوف جاہلوں اور ناخواندہ لوگوں کا مسلک ہے جو لوگ زیور تعلیم سے آراستہ ہیں اور تحقیق و تدقیق کے میدان میں ید طولی رکھتے ہیں وہ تصوف کے قریب بھی نہیں پھٹکتے۔

ساتواں سوال:

تصوف ایک افیون ہے، اور صوفیاء نے ملت کے قوائے عمل کو مضمحل بلکہ مفلوج کر کے رکھ دیا ہے۔ ملت کو چاہئے کہ تصوف کی بنائی ہوئی ان روپہلی اور سنہری زنجیروں سے اپنے آپ کو رہا کروائیں اور تصوف کی پیدا کردہ خواب آلود فضا سے نکل کر حقائق کی تلخیوں سے دو چار ہونے کیلئے تیار ہو جائیں۔

آٹھواں سوال:

اصل دین وہ ہے جو نبی کریم ﷺ لیکر تشریف لائے۔ آپ نے صحابہ کرام کو اسی دین کی تعلیم دی اور بعد کے لوگوں نے انہی صحابہ سے دین سیکھا۔ لیکن خود نبی کریم ﷺ نے ذکر جہری و سری فرمایا نہ اشغال و مراقبات تجویز فرمائے اور نہ ہی ان کی تعلیم دی۔ پھر یہ چیزیں تصوف کے راستے میں اسلام میں کیسے در آئیں؟۔ کیا یہ چیزیں دین میں اضافہ نہیں ہیں؟۔

پہلا سوال اور اس کا جواب:

جواب نمبر 1:

تصوف اسلامی میں چلہ کشی اور ریاضت کو ہندؤوں جوگیوں اور سادھوؤں سے مستعار کہنے والے صاحبان کو شاید یہ یاد نہیں کہ مسلمان صوفیاء کے ہادی و رہبر نبی کریم ﷺ نے اعلان نبوت سے قبل غار حرا میں چلہ کشی کی تھی اس کے علاوہ ذکر الٰہی پر مداومت کے متعدد احکامات قرآن مجید اور احادیث نبویہ میں بکثرت موجود ہیں اور یہ سب اس وقت ان کو میسر تھا۔ جبکہ ہندوؤں کی تہذیب و تمدن کے بارے میں جزیرہ عرب کے باشندوں کو سطحی قسم کی معلومات

بھی میسر نہ تھیں ۔اس لئے صوفیاءکرام کی ریاضتوں اور چلہ کشیوں کو ہندو جوگیوں کی طرف منسوب کرنا لغویت کی انتہا ہے ۔مزید برآں دونوں ریاضتوں میں بعد المشرقین ہیں ۔

جواب نمبر 2:

مسلمانوں کے زہد و تبتل کو جو کہ ''وتبتل الیہ تبتیلا'' قرآن مجید کا واضح حکم آقا علیہ السلام ﷺ کو تھا ۔بدھ مت کو ماخوذ بنانا اور یہ کہنا کہ جس طرح اس نے تخت و تاج کو ترک کر کے فقر و فاقہ کی زندگی اختیار کر لی تھی ۔اسی طرح مسلمان صوفیاء نے بھی اپنے گھروں کے راحت و سکون کو ترک کر کے جنگلوں اور پہاڑوں کے علاقوں میں بسیرا کر لیا ۔لیکن اتنا بڑا الزام لگانے سے پہلے یہ غور کر لیتے کہ گوتم بدھ خدا کے وجود کا منکر ہے ۔وہ نفس انسانی کو سب کچھ خیال کرتا ہے ۔اس کے برعکس مسلمان اللہ تعالٰی کی ذات ،اسکی وحدانیت پر پختہ ایمان رکھتے ہیں اور یہ ریاضتیں مقصود بالذات نہیں بلکہ بارگاہ الٰہی میں شرف باریابی حاصل کرنے کا ایک ذریعہ ہیں ۔

جواب نمبر 3:

عربوں نے تصوف اسلامی ایرانیوں سے لیا ہے ۔اس کا جواب یہ ہے کہ اگر یہ لوگ اسلام سے پہلے کی بات کہہ رہے ہیں تو ہم اسے تسلیم کرتے ہیں ،لیکن ہمیں اس زمانے سے کوئی سروکار نہیں ۔ہماری بحث تو اس تصوف سے ہے جو آفتاب اسلام کے طلوع ہونے کے بعد رونما ہوا ۔جب قرآن مجید کے فیضان سے عرب مسلمانوں کی جھولیاں علم و حکمت کے جواہرات سے بھر گئیں وہ اپنے گھروں سے نکل کر دنیا کے گوشہ گوشہ میں پہنچے اور بڑی دریا دلی اور فیاضی سے انہوں نے ان جواہرات کو لٹایا ۔

کیا اہل فارس نے عرب مسلمانوں کو دینی ،تہذیبی اور علمی اعتبار سے متاثر کیا؟ ۔نہیں بلکہ وہ عرب تھے جنہوں نے اپنے ظاہری فتوحات کے جھنڈے گاڑنے کے بعد اہل ایران کے عقائد و نظریات و افکار اور تہذیب و تمدن کو یکسر بدل کر رکھ دیا ۔جب اسلام کی برکت سے اہل فارس آتش پرستی چھوڑ کر یکتا و تنہا خدا کے پرستار بن گئے باقی اور کیا چیز تھی جس کیلئے

مسلمان صوفی ان کے شکست خوردہ افکار سے دریوزہ گری کرتے۔

پرفیسر براؤن (Brown) کا یہ کہنا سراسر خلاف حقیقت ہے کہ ایرانی افکار نے عربوں کو متاثر کیا اور اسی سے ان کا تصوف ماخذ ہے۔اس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں، بہر حال اگر کہیں کچھ مشابہت بھی پائی جاتی ہے تو اس سے ہرگز یہ لازم نہیں آتا کہ اسلامی تصوف اہل فارس کے نظریات سے مستعار اور ماخوذ ہے۔

جواب نمبر 4:

اسلام کے تصوف پر نصرانی تصوف (رہبانیت) کے بارے میں عرض ہے کہ اسلام کی آمد سے پہلے کے بارے میں تو یہ نظریہ درست ہوسکتا ہے یہ اس زمانے کی بات ہے جب عرب کا ظلمت کدہ وحی سے روشن ومنور نہ ہوا۔وحی الٰہی کے نورتاباں نے رشکِ صدطور بنادیا۔ان ابجد نا شناسوں کو نہاں خانہ تقدیر کے اسرار سے آشناء کردیا تھا۔حضور نبی کریم ﷺ نے خود اپنے ماننے والوں کو دنیا کی لذتوں میں کھو جانے والوں کو سختی سے روکا تھا۔قرآن مجید کی صدہا آیات ایسی ہیں جو مسلمانوں کو زہد وتقویٰ کی تلقین کرتی ہیں۔اور دنیا کی بے ثباتی کا نقش لوح قلب پر ثبت کرتی ہیں۔

سورۃ الحدید آیت نمبر 20 میں آتا ہے کہ

اعلموا انما الحیٰوۃ الدنیا لعب و لھوو زینۃ وّ تفاخر بینکم و تکاثرفی الاموال والا ولا د کمثل غیث اعجب الکفار نباتہ ثم یھیج فترٰہ مصفرًا ثم یکون حطاماً وفی الاخرۃ عذاب شدید ومغفرۃ من اللہ ورضوان و ما الحیٰوۃ الدنیا الامتا ع الغرور

خوب جان لو! دنیوی زندگی محض لہوولعب، زینت اور ایک دوسرے پر اترانے اور مال اولاد میں زیادتی پر فخر کرنے کا نام ہے۔جیسے مینہ ہے کہ اس کی پیداوار کاشتکاروں کو اچھی معلوم ہوتی ہے، پھر وہ خشک ہوجاتی ہے۔اور دیکھتے دیکھتے اس کا رنگ زرد پڑ گیا ہے پھر وہ ریزہ ریزہ ہوجائے اور (دنیا پرستوں کیلئے) آخرت میں سخت عذاب ہوگا اور (خدا پرستوں کے

لئے)اللہ کی بخشش اور (اسکی) خوشنودی ہوگی اورنہیں ہے دنیاوی زندگی مگر بڑا دھوکہ۔
حضور نبی کریم ﷺ کی حدیث شریف ہے کہ **ان مما اخاف علیکم من بعدی ما یفتح علیکم من زهرة الدنیا و زینتها** (بخاری ومسلم)
اپنے بعد میں تم سے جس چیز کے بارے میں ڈرتا ہوں وہ یہ ہے کہ دنیا کی زینت اور کامیابی کے دروازے تم پر کھول دیئے جائیں گے۔
جس قوم کے پاس ان کی کتاب مقدس میں زہد و پرہیز گاری کے اتنے موثر وعظ موجود ہوں، انہیں ان پریشان حال راہبوں کی تقلید کی کیا ضرورت ہے؟ جو خود بے یقینی کی موجوں کے تھپیڑے کھا رہے ہوں۔اسی طرح عبادت الٰہی کی تلقین وترغیب میں قرآن کی بے شمار آیتیں موجود ہیں،ان کے ہوتے ہوئے کسی اور وعظ کی ایک مؤمن کو اور کیا ضرورت محسوس ہوگی۔ارشاد ربانی ہے۔
وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيْفَةً وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ (الاعراف:205)
اپنے رب کو یاد کیا کرو اپنے دل میں عاجزی اورخوف کے ساتھ زور کی آواز کی نسبت کم آواز کے ساتھ صبح وشام غافلوں میں سے مت ہو جانا۔
دوسری جگہ ارشادفرمایا۔ **يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا o وَّسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا** (الاحزاب:42)
اے ایمان والو!تم اللہ تعالی کو خوب یاد کیا کرو اور صبح وشام اسکی تسبیح کرتے رہا کرو۔
نیز ارشادفرمایا۔**فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ** (البقرہ:152)تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کیا کروں گا۔
جب ذکر الٰہی کی ترغیب وفضیلت کے بیان پر مبنی ایسی آیات موجود ہوں تو ان کے ہوتے ہوئے کسی مسلمان کا کسی غیر کی طرف انہی امور کیلئے متوجہ ہونا عقل وفہم سے بعید اورکم ازکم ہماری سمجھ سے بالاتر ہے۔

الغرض یہ کہنا کہ اسلام میں تصوف باہر سے آیا قطعاً قابل تسلیم نہیں بلکہ صدر اول ہی سے مسلمانوں میں ایک ایسا گروہ تھا جو تلاوت قرآن مجید اور مطالعہ حدیث میں مشغول رہتا تھا۔ان کے تمام افکار ونظریات کا منبع قرآن وحدیث کے بغیر کچھ بھی نہ تھا۔

اکابر صوفیاءکرام نے اپنی مستند کتب میں لکھا ہے کہ صوفی کیلئے کتاب وسنت کے ارشادات پر عمل پیرا ہونا کامیابی کی شرط اول ہے۔حضرت جنید البغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول ہر قسم کے شک وشبہ کے بطلان کیلئے کافی ہے(صرف ترجمہ پر اکتفا کیا جاتا ہے)

''یہ راہ تو وہی شخص پا سکتا ہے جس کے دائیں ہاتھ میں قرآن پاک اور بائیں ہاتھ میں سنت مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم ہو اور ان دونوں شمعوں کی روشنی میں وہ قدم بڑھاتا جائے تا کہ نہ شبہات کے گڑھوں میں گرے اور نہ بدعت کے اندھیروں میں پھنسے''(تذکرہ الاولیاء شیخ عطار صفحہ 8)

شیخ ابوبکر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں **الطریق واضح والکتاب و السنة قائم بین اظهرنا** راستہ کھلا ہوا ہے اور کتاب وسنت ہمارے سامنے موجود ہے۔

حضرت شاہ کلیم اللہ دہلوی ایک خط میں لکھتے ہیں کہ''اے برادر! تفاوت مراتب فقراء اگر امروز خواہی کہ دریابی بجانب شریعت او نگاہ کن شریعت معیار است۔معیار فقیر بر شریعت روشن میگردد''۔

اے بھائی !اگر تم فقراء کے مراتب کا پتہ آج لگانا چاہو تو ان کے اتباع شریعت پر نظر کرو۔شریعت معیار ہے اس کسوٹی پر فقیر کی حقیقت واضح ہو جاتی ہے۔

صوفیاءکرام نے خود بھی کتاب وسنت پر عمل کیا اور اپنے حلقہ عقیدت وارادت میں بھی داخل ہونے والوں کو کتاب وسنت کی تلقین فرمائی۔

مندرجہ بالا تصریحات کے علاوہ قوت القلوب،رسالہ قشیریہ،کشف المحجوب،عوارف المعارف، فوائد الفواد وغیرہ کا مطالعہ کریں آپ کو ان کے ہر صفحہ پر کتاب وسنت پر عمل کرنے کی تلقین ملے گی۔اس کے باوجود اگر کوئی شخص تصوف کو شریعت کے خلاف کہتا ہے تو اس کی مرضی۔

جواب نمبر 5:

کیا تصوف جاہلوں اور ناخواندہ لوگوں کا مسلک ہے؟۔جو لوگ زیورِ علم سے آراستہ ہیں وہ تصوف کے قریب ہی نہیں پھٹکتے۔

اکابر صوفیاء اپنے اپنے زمانہ علم وفضل میں بھی اپنی نظیر نہیں رکھتے تھے۔وہ اپنے ہم عصر علماء وفضلاء پر ہر ہر لحاظ سے فوقیت رکھتے تھے۔بلکہ میدان تصوف میں قدم رکھنے سے پہلے وہ علوم وفنون میں مہارت حاصل کرنا ضروری سمجھتے تھے۔حضرت سیدنا غوث اعظم ،حضرت خواجہ معین الدین اجمیری،حضرت شہاب الدین سہروردی،حضرت علی بن عثمان داتا گنج بخش علی ہجویری،حضرت غوث العالمین شیخ الاسلام حضرت بہاؤالحق والدین زکریا ملتانی، حضرت بہاؤالدین نقشبند،حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین وغیرھم نہ صرف اقلیم فقر ودرویشی کے شہنشاہ تھے بلکہ کشور علم وفضل کے بھی تاجدار تھے۔کون ہے جو ان حضرات اور ان کے جلیل القدر خلفاء پر جہالت کی تہمت لگا سکے۔ان کی تصانیف آج بھی اہل علم و تحقیق سے خراج عقیدت وصول کر رہی ہیں۔حضرت فریدالدین گنج شکر مسعود رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے۔جاہل کبھی مسخر شیطان ہو جاتا ہے اس کی نگاہ حقیقت اور سراب میں امتیاز کرنے سے قاصر رہتی ہے۔وہ دل کی بیماریوں کی صحیح تشخیص اور مناسب علاج نہیں کر سکتا۔

حضرت محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے کہ "پیر آں چناں باید کہ در احکام شریعت وطریقت وحقیقت عالم باشد وچوں ایں چنیں باشد او خود ہیچ نامشروع نفرماید" (فوائد الفواد)

ترجمہ: پیر ایسا ہونا چاہیے جو شریعت وطریقت وحقیقت کے احکام کا علم رکھتا ہو۔اگر ایسا ہوگا تو وہ کسی ناجائز بات کیلئے نہ کہے گا۔

حضرت محبوب الٰہی کا یہ طریقہ بھی تھا کہ وہ کسی ایسے شخص کو خلافت عطا نہیں فرماتے تھے جو عالم نہ ہو۔

داتا گنج بخشؒ،حضرت یحییٰ بن رازی کا یہ قول نقل کرتے ہیں۔

اجتنب صحبة ثلاثة اصناف من الناس العلماء الغافلين والفقراء العاهنين والمتصوفة الجاهلين (کشف المحجوب)

ترجمہ: تین قسم کے آدمیوں کی صحبت سے بچو، ایسے عالموں سے جو جاہل ہوں، ایسے فقیروں سے جو خود دھوکے باز ہوں، اور ایسے صوفیوں سے جو جاہل ہوں۔

علامہ ابن جوزی جو صوفیاء پر تنقید کرنے میں مشہور ہیں۔ وہ بھی تسلیم کرنے پر مجبور ہیں کہ وما کان المتقدمون فی التصوف الا رُوؤسًافی القران والفقر و الحدیث والتفسیر

ترجمہ: صوفیاء متقدمین، علوم قرآن وحدیث وفقہ اور تفسیر میں امام ہوا کرتے تھے۔

جواب نمبر 6:

کیا صوفیاء کرام نے عیسائی راہبوں کی طرح دنیا سے قطع تعلق کر لیا تھا؟۔

اللہ تعالیٰ کی وہ نعمتیں جو اس نے اپنے بندوں کیلئے پیدا کیں ہیں ان سے وہ لطف اندوز ہونے سے دست کش ہو گئے تھے حالانکہ حدیث میں ہے کہ ''**لا رهبانية في الا سلام**'' اسلام میں رہبانیت کیلئے کچھ گنجائش نہیں۔ بے شک صوفیاء کرام ابتداء میں ہر قسم کے علائق سے دست کش ہو کر خلوت گزیں ہو جاتے ہیں، اچھے کھانے اچھے پہننے، رات کو آرام کرنا وغیرہ راحتوں کو ترک کر دیتے ہیں، لیکن یہ ان کا مقصد حیات نہیں ہوتا تھا، بلکہ وقتی طور پر تزکیہ قلب اور تزکیہ نفس کیلئے ان مجاہدات کو اختیار کرتے ہیں۔ اور جب وہ مقصد میں کامیاب ہو جاتے ہیں اللہ تعالیٰ کے نور عشق سے ان کے سینے منور ہو جاتے ہیں۔ مذموم عادات سے ان کی طبیعت پوری طرح متنفر ہو جاتی ہے۔ اور محاسن اخلاق ان کی فطرت ثانیہ بن جاتے ہیں تو پھر ستیزہ گاہ حیات میں اسلام کا پرچم تھامے ہوئے وہ قدم رنجہ فرماتے ہیں ان تربیت یافتہ نفوس کے راستہ میں آلام ومصائب کی کوئی چٹان حائل نہیں ہوتی۔ وہ شخص جو اپنی زندگی اسلام کی سربلندی کیلئے وقف کرنا چاہتا ہو اور دنیا کے گوشے گوشے میں اس پیغام حق کو پہچانے کیلئے میدان میں نکلنا چاہتا ہو اس کے لئے ضروری ہے کہ پہلے تزکیہ نفس اور تزکیہ قلب کے کٹھن مرحلے کو کامیابی سے طے کرے۔ اگر اس میں ذرا سی بھی خامی

رہ گئی تو اس کی ادنٰی سی لغزش اور غلطی اسلام کے وقار کو سخت نقصان پہنچانے کا باعث بنے گی۔اس کے بغیر تو تبلیغ بھی بے معنی سی رہ جاتی ہے۔نہ کلام میں اثر ہوتا ہے۔نہ وعظ و نصیحت کا کوئی نتیجہ برآمد ہوتا ہے۔

مثال کے طور پر جس طرح ہمارے ہاں فوج میں ایک جوان بھرتی ہوتا ہے،ادھر دشمن کے ساتھ جنگ شروع ہو جاتی ہے باوجود ضرورت کے اس نوجوان کو فوراً لڑائی میں نہیں بھیج دیتے کیونکہ خطرہ ہے کہ اصول جنگ و دفاع سے ناواقف ہونے کی بناء پر کوئی نقصان نہ کر دے۔اسے بہت دور چھاؤنی میں بھیج دیا جاتا ہے۔جہاں وہ مشقیں کر کے اور فوجی نظم وضبط کے علاوہ جدید اسلحہ کے استعمال کے تمام طریقے سیکھے گا۔اور جب وہ تربیت کے اس مرحلے کو مکمل کرلیگا تب وہ اس قابل ہوگا کہ اسے میدان جنگ میں بھیجا جائے۔اگر جلدی میں ایسے ناتجربہ کار سپاہی (فوجی) کو میدان جنگ میں بھیج دیں گے تو ہو سکتا ہے کہ دشمن کی بجائے اپنے ہی دوستوں کو نقصان پہنچائے اور یہ بھی بعید نہیں کہ خود اپنی ہی گولی کا نشانہ بن جائے۔

تربیت اور مجاہدہ کی ضرورت و اہمیت کے بعد موازنہ کیا جاتا ہے کہ دونوں میں فرق کیا ہے؟۔عیسائیوں کے قریب رہبانیت مقصد حیات ہے اور ہمیشہ کیلئے دنیا سے الگ تھلگ زندگی بسر کرنے میں سلامتی اور نجات سمجھتے ہیں۔صوفیاء کرام کے ہاں اس قسم کا قطعاً کوئی تصور نہیں۔انہوں نے دنیا کو ترک کرنے کی کوئی تلقین نہیں کی۔بلکہ دنیا کے بے اعتدالانہ استعمال اور اس کی محبت میں کھو جانے سے منع کیا ہے۔انہوں نے شادیاں بھی کیں۔ذاتی مکانات بنائے اور زمینیں بھی خریدیں ہمیشہ کا روزہ صوم داؤدی کی صورت میں (یعنی ایک دن روزہ اور ایک دن بغیر روزہ) ساری ساری رات نوافل کی بجائے کچھ وقت آرام کر کے تہجد کی فضیلت و برکات حاصل کیں۔دوپہر کو قیلولہ کی سنت کو بھی پورا کیا۔اپنے سنگی احباب کی خوشیوں غموں میں شمولیت بھی فرمائی۔تحائف کا لین دین بھی کیا۔ملازمت،کاروبار اور تجارت بھی کیں۔ان حقائق کی موجودگی میں ان پر رہبانیت کا الزام سراسر غلط ہے۔یہ قرآن حکیم کا حکم بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں کی ان الفاظ میں تعریف کرتا ہے

''رجال لا تلهيهم تجارة ولا بيع عن ذكر الله''(النور)

ترجمہ: یعنی وہ مردان پاکباز ہیں اللہ تعالیٰ کے ذکر سے انہیں نہ تجارت غافل کرسکتی ہے اور نہ بیع۔

حضرت خواجہ محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ (صرف ترجمہ)

''ترک دنیا کا یہ معنی نہیں کہ کوئی آدمی اپنے آپ کو برہنہ کر کے اور لنگوٹہ باندھ کر بیٹھ جائے بلکہ ہمارے نزدیک ترک دنیا یہ ہے کہ ''لباس پوشد و طعام بخورد'' لباس بھی پہنے اور کھانا بھی کھائے۔ اور حلال کی جو بھی چیز دستیاب ہو اسے استعمال کرے۔ لیکن دولت کو جمع کرنے کی خاطر راغب نہ ہو اور دل میں اس کو جگہ بھی نہ دے (فوائد الفواد)

جواب نمبر 7:

کیا تصوف افیون ہے؟

نہیں نہیں بلکہ یہ ایک بہت بڑا الزام ہے سراسر غلط اور بے بنیاد ہے، حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے بلکہ ان بزرگان نے ملت کے عروق مردہ میں ہمیشہ نئی روح پھونکی ہے۔ ان کی فیض نگاہ سے حوصلوں میں بلندی عزائم میں پختگی ولولوں میں جوانی اور قیادت عمل میں برق آسا سرعت اور چمک پیدا ہوتی ہے۔ ذرا تعصب کی پٹی اتار کر انصاف کی نگاہ سے اگر دیکھیں تو واضح ہوگا کہ تبلیغ اسلام کی تحریک کے جوانمرد علمبرداروں کو دیکھتے ہوئے ان میدانوں تک پہنچنے کی کوشش کریں۔ جہاں حق نے باطل پر ابدی فتح حاصل کی۔ آپ صرف برصغیر پاک و ہند پر ہی ذرا نظر ڈالیئے۔ آزادی پاکستان کے وقت تو نعرہ ہی یہی تھا ''اولیاء کا ہے فیضان ۔۔۔۔ پاکستان پاکستان'' قائد اعظم محمد علی جناح سے جب پوچھا گیا کونسا پاکستان اور کس پاکستان کی بات کرتے ہو۔ تو آپ نے فرمایا برصغیر ہندوستان میں پاکستان کی بنیاد اسی دن رکھی گئی جس دن ایک مرد درویش نے دریائے راوی کے کنارے پر ڈیرہ لگا لیا تھا۔ اور اسلام کی آواز پہنچائی تھی۔ شاید اس سے ہی (مراد حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ) انہی میں سے فیض یافتہ ایسے مرد قلندر جو اپنی زمین، مکان، رشتہ داریاں الغرض سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر ایک ظالم راجے کی ریاست میں اس کی راج دھانی میں جا کر

مصلیٰ بچھا کر اللہ اللہ کرتا ہے وہ ساری آبادی بت پرست ہے اور اپنے اس مشرکانہ عقائد میں حد درجہ غلو رکھتی ہے وہ اپنے ان معبودان باطلہ کے خلاف کوئی بات سننے کو تیار نہیں جگہ جگہ مندر موجود ہیں ۔بڑے بڑے برہمن ان کے عقائد ونظریات کی حفاظت میں موجود ہیں اس ناسازگار ماحول میں ایک مرد حق اُٹھتا ہے ۔جو ہر قسم کے خطرات کے سامنے سینہ سپر ہوتا ہے ۔اور اسلام کے پرچم کو اس طرح لہراتا ہے کہ اسے صدیوں کے انقلابات بھی سرنگوں نہیں کر سکتے ۔یہ مرد فرید حضرت خواجہ خواجگان خواجہ معین الملت والدین حضرت معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ ہیں ۔جنہوں نے ایک نظر میں لاکھوں ہندوؤں اور سکھوں کو کلمہ پڑھایا ۔کاش اس قسم کے نفوس قدسیہ ملت کو ہمیشہ نصیب ہوتے ۔

چنگیزی طوفان کے وقت ایک خراسانی بزرگ جو سلسلہ عالیہ قادریہ سے نسبت رکھتے تھے ۔ اشارہ غیبی کے تحت ہلاکو خان کے بیٹے تگودار خان کو دعوت اسلام دینے کیلئے تشریف لائے اسکے زبردست سوال کہ "اے درویش تمہاری داڑھی کے بال اچھے ہیں یا میرے کتے کی دم" جیسے بیہودہ سوال پر بھی برہم نہ ہوئے بلکہ بڑے تحمل سے فرمانے لگے اگر میں اپنی جان نثاری اور وفاداری سے اپنے مالک کی خوشنودی حاصل کرلوں تو میری داڑھی کے بال اچھے ورنہ۔۔۔

چنانچہ تگودار خاں کا بیٹا اس بزرگ کے ہاتھ پر اسلام لے آیا اور اپنا نام احمد رکھا ہلاکو خان کا چچا زاد بھائی "برکہ" نے بھلا کس مرد کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا؟ وہ حضرت شیخ شمس الدین باجوزی رحمۃ اللہ علیہ تھے ۔

فتح قسطنطیہ اسلامی فتوحات کی تاریخ کا ایک لافانی واقعہ ہے ۔بائیس سالہ سلطان محمد کو کس نے اس کٹھن مہم کو سر کرنے کیلئے برانگیختہ کیا؟

وہ صوفی حضرت شمس الدین تھے جو سلطان محمد کے مرشد طریقت تھے ۔انہیں کی ترغیب و بشارت سے سلطان نے یہ بے نظیر کارنامہ سرانجام دیا ۔سومنات کا مندر گرانے والے سلطان محمود غزنوی ؒ کی حیات کا اگر مطالعہ کیا جائے تو یہ ظاہر ہوگا کہ اصل کامیابی کس کے جبہ کی برکت سے ہوئی ؟ (حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی کے جبہ مبارک کی برکت سے ؒ) ۔اس

طرح ان پاک باز صوفیاء کی جرات ایمانی اور دل آویز اسلوب تبلیغ کے طفیل "پاسبان مل گئے کعبہ کو صنم خانے سے"

جن صوفیاء کی مساعی جمیلہ کے صدقے دنیا میں اسلام پھیلا قلعے اور شہر فتح ہوئے قوموں اور ملکوں کے مقدر سنور گئے۔ اسی کے کپوت اگر یہ کہیں کہ تصوف ایک افیون ہے یہ غور و فکر کی قوتوں کو شل کر دیتا ہے۔ تو اس سے اور زیادہ کیا زیادتی ہوگی؟۔

پرفیسر خلیق احمد نظامی صوفیاء کے بارے میں لکھتے ہیں۔

یورپ کے مستشرق جب اسلامی تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں تو انہیں حیرت ہوتی ہے کہ مسلمانوں کا سیاسی زوال کبھی ان کے دینی نظام کو تباہ نہ کر سکا۔ بلکہ بقول پروفیسر (HiTTi) اکثر ایسا ہوا ہے کہ سیاست اسلامی کے تاریک ترین لمحات میں مذہب اسلام نے بعض نہایت شاندار کامیابیاں حاصل کیں۔ ہالینڈ کے ایک فاضل "لوگے گارڈ" نے دبے انداز میں اس بات پر استعجاب کا اظہار کیا ہے کہ گو اسلام کا سیاسی زوال تو بار ہا ہوا لیکن روحانی اسلام میں ترقی کا سلسلہ ہمیشہ جاری رہا (تاریخ مشائخ چشت صفحہ 9)

پروفیسر موصوف نے ایک مشہور مستشرق (H.R,Gibb) کا حوالہ بھی دیا۔

تاریخ اسلام میں بار ہا ایسے مواقع آئے ہیں کہ اسلام کے کلچر کا شدت سے مقابلہ کیا گیا۔ لیکن بایں ہمہ وہ مغلوب نہ ہو سکا۔ اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ تصوف یا صوفیاء کا انداز فکر فوراً اس کی مدد کو آجاتا تھا۔ اور اس کو اتنی قوت اور توانائی دیتا تھا کہ کوئی طاقت اس کا مقابلہ نہ کر سکتی تھی تحریک پاکستان میں صوفیاء کرام نے جو شاندار کام سرانجام دیئے ہیں۔ یہ تو کل کی بات ہے اس کا انکار کون کر سکتا ہے؟۔ الغرض عصر حاضر مادیت گذیدہ ہے۔ ہر شخص مادی ثروت، مادی لذتوں اور مستیوں اور مادی جاہ و منصب کے حصول کیلئے دیوانہ وار مصروف ہے۔ اس کا مؤثر ترین طریقہ ہے کہ ان پاکیزہ فطرت ہستیوں کی زندگی کا مرقع زیبا پیش کریں۔ جہاں للّٰہیت، خلوص، قناعت، استغناء، عالی حوصلگی، جرأت، سخاوت اور انسان سے بے پناہ ہمدردی کے انوار قلب کو فرحت بخش رہے ہوں۔ اور یہ ساری خوبیاں اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ صوفیاء کرام کی سوانح حیات میں ہی دستیاب ہو سکتی ہیں۔

آخری سوال کا جواب:

سب سے پہلے ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ دین میں کون سی چیز مقصود اور مامور ہے۔ جس کا حصول نبی کریم ﷺ نے ضروری قرار دیا ہے۔ مثال کے طور پر دین سیکھنا اور سکھانا (تعلیم و تعلم) مامور بہ ہے اور ہر مسلمان پر فرض ہے حضور نبی کریم ﷺ کے دور میں یہ کام صحبت سے حاصل ہو جایا کرتا تھا۔ بعض اوقات تو آپ ﷺ کی ایک نظر کرم ہی مقدر سنوارنے اور ذرے کو آفتاب بنانے کیلئے کافی ہوا کرتی تھی اس لئے آپ کے دور مبارکہ میں اس تعلیم و تعلم کیلئے کوئی مستقل انتظام نہ تھا۔ نہ کتابیں لکھی گئیں، نہ مدارس قائم تھے، نہ تحقیقی مراکز و اکیڈمیاں تھیں۔ لیکن بعد میں حالات ایسے ہو گئے تھے کہ محض صحبت کافی نہیں رہی۔ بلکہ کتابوں اور مدرسوں کی ضرورت پیش آ گئی۔ تو اللہ کے نیک بندوں نے اپنی ساری عمر اس کام میں کھپا دی انہوں نے کتابیں تصنیف کیں۔ مدرسے بنائے اور اس کے کام سے تعلیم و تعلم کا سارا سلسلہ چل پڑا۔ کیا سلف صالحین کے اس اقدام کو "دین میں اضافہ" کا نام دیا جا سکتا ہے؟ نہیں اس لئے کہ دین میں اضافہ تو اس وقت ہوتا جبکہ تصنیف کتب اور بنائے مدارس کو مامور بہ امر سمجھ کر انجام دیا جاتا۔ لیکن اگر کوئی ذریعہ یا وسیلہ کسی دور میں ناکافی سمجھا جانے لگا اور ضرورت محسوس کی جانے لگی کہ امر شرعی کے حصول کیلئے دیگر ذرائع یا وسائل اختیار کیے جائیں تو ان کے اختیار کرنے میں نہ تو کوئی مضائقہ ہے۔ اور نہ ان کا اختیار کرنا دین میں اضافہ متصور ہوگا۔ مثلاً حضور نبی کریم ﷺ کے دور اقدس میں قرآن مجید یا تو سینوں میں محفوظ تھا یا مکتوب کی صورت میں منتشر اوراق کی صورت میں موجود تھا۔ مگر جب جنگ یمامہ میں حفاظ کی بہت بڑی تعداد شہید ہو گئی اور حضرت فاروق اعظم کو اندیشہ لاحق ہوا کہ کہیں اس طرح حفاظ کے قتل ہو جانے یا وفات پا جانے سے قرآن مجید ضائع نہ ہو جائے۔ تو انہوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو مشورہ دیا۔ کہ "قرآن کو بین الدفتین" جمع کر دیا جائے۔

اس پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جواب میں فرمایا **کیف افعل لم یفعله رسول اللہ** ﷺ جس کام کو رسول اللہ ﷺ نے نہیں کیا میں اس کو کیسے کروں۔ **ھذہ**

بدعة یہ بدعت ہے۔حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بار بار اصرار کرتے اور ابو بکر رضی اللہ عنہ اس سے انکار کرتے، آخر یہ سلسلہ جاری رہا۔حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا انکار اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا اصرار۔آخر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے جواب پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا هـذه بدعة؟ بل نعمة البدعة هذه ہاں یہ درست ہے کہ بدعت ہے لیکن بدعت اچھی ہے اس میں امت کا بھلا ہے۔فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں کہتا رہا ''حتٰی شرح الله صدر ابی بکر '' یہاں تک کہ اللہ تعالٰی نے ابو بکر کا سینہ کھول دیا۔چونکہ حفاظت قرآن ایک امر ماموربہ ہے۔اس لئے تھوڑی سی بحث کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اس کام پر راضی ہو گئے۔اور جمع کرنے کا حکم دیا۔

اسی طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں جب لہجوں کے اختلاف کی بناء پر قرات قرآن میں اختلاف ہونے لگا اور صحابہ کرام نے ضرورت محسوس کی کہ ''قرات قریش'' پر سب کو جمع کر دیا جائے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حفصہ حضرت رضی اللہ عنہا کے پاس محفوظ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے وقت کا جمع کیا ہوا قرآن منگوا کر اس کی نقلیں کروائیں۔متعدد نقلوں کو کوفہ، مصر، شام وغیرہ کے علاقوں میں بھیج دیا۔تا کہ لوگ قرأت قریش پر جمع ہو جائیں۔

کیا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اس فعل کو بدعت قرار دیا جاسکتا ہے؟۔اسی طرح ابتداء میں اعراب کا رواج نہ تھا اہل عرب اپنی زبان اور مشق و مہارت کی بنیاد پر قرآن مجید کی تلاوت کرتے تھے۔لیکن جب اسلام عرب و عجم میں پھیلا ضرورت محسوس ہوئی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ایک شاگرد ابوالاسود دؤلی نے حجاج بن یوسف کے عہد میں قرآن کریم پر اعراب اور نقاط لگائے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ کسی عمل پر ''احداث فی الدین یا بدعت '' کا حکم لگانے سے پہلے اتنا ضروری ہے کہ یہ جانچ لیا جائے کہ آیا وہ کام ماموربہ سمجھ کر کیا جا رہا ہے یا امر ماموربہ کی غرض سے۔اس عمل کو بطور وسیلہ اختیار کیا گیا ہے۔لہذا یہ اعتراض درست نہیں۔

سوانح حیات

حضرت خواجہ کرامت حسین رحمتہ اللہ علیہ

﴿ولادت باسعادت﴾

اسم گرامی:۔ ''کرامت حسین''

القابات:۔ ''صوفی، خواجہ خواجگان''

آپ 11 جنوری 1917ء میں ''کنتر یلہ''، ضلع جہلم میں پیدا ہوئے۔ یہ علاقہ جہلم شہر کی فوجی مل کے قریب واقع ہے جس کے ایک طرف گاؤں ''کالا گجراں'' اور دوسری طرف کنتر یلہ شریف واقع ہے۔ دونوں گاؤں کے درمیان سے ریلوے لائن گذرتی ہے جس کا ریلوے اسٹیشن ''کالا گجراں'' کے نام سے مشہور ہے۔ کنتر یلہ شریف کے قبرستان کے ساتھ پیر جھلن شاہ صاحب کا مزار ریلوے لائن کے بالکل قریب ہے۔

خاندانی حالات

نام ونسب:

آپ کے والد گرامی چوہدری غلام حسن صاحب تھے جو اس وقت تحصیلدار کے عہدے پر فائز تھے۔ یہ انتہائی فیاض وسخی اور اپنے فرائض انتہائی ایمان داری کے ساتھ سرانجام دینے والے انسان تھے۔ وہ کسی کے ساتھ بھی ہونے والی زیادتی برداشت نہ کرتے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے دادا جان میاں قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت کے عظیم بزرگ اور انتہائی فیاض وسخی تھے۔ علاقہ سے جس کسی کو کہیں سے بھی کچھ نہ ملتا وہ آپ کے کاشانہ کی طرف توجہ کرتا۔ آپ کے در پر آنے والا سائل کبھی بھی آپ کے در سے خالی نہ جاتا۔

میاں قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت کے ایک چوٹی کے ولی اللہ تھے۔ عمر 117 سال کے قریب تھی۔ آپ سلسلہ نوشاہیہ کے بزرگ تھے۔ بیعت کے بعد 12 (بارہ) سال تک مکمل روزہ میں رہے۔ امت محمدیہ میں ایسے متواتر روزوں کو صیام داؤدی کہتے ہیں اور یہ ایک دن روزہ اور ایک دن افطار کے اصول پر رکھے جاتے ہیں۔ آپ نے چھ ماہ تک قبر کا

اور ایک سال تک دریا کا چلہ بھی کیا۔اگر چہ آپ حافظ قرآن بھی تھے مگر آپ نے (آج کے عام حفاظ کی طرح) قرآن کے فقط ظاہری الفاظ کی تلاوت کو ہی کافی نہ سمجھا بلکہ اس کے ساتھ ساتھ انکے باطنی رموز ومعارف سے بھی واقفیت حاصل کی اور اس سے بڑھ کر ایک ایک حکمِ قرآنی پر عمل پیرا ہونے کو اپنی زندگی کا مقصد بنایا۔شیخ مکرم کے سامنے شاید یہ بات تھی کہ میری زندگی کی ریاضتیں ،نوافل ،عبادات آنے والی نسلوں میں اثر چھوڑیں گی اور مخلوق خدا قیامت تک ان سے فیض پاتی رہے گی ۔

آپ کے زہد کا یہ عالم تھا کہ دس دس دن تک مخلوق خدا سے خلوت نشینی اختیار کئے رکھتے یہاں تک کہ گھر تک کی بھی خبر نہ لیتے ۔حضرت میاں قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ کی بیعت قطب زمانہ میاں شیر محمد نوشاہی رحمۃ اللہ علیہ سے تھی ۔جو کھائی شریف میں قیام پذیر تھے، کھائی شریف کا دربار کنتر یلہ شریف سے 27 میل کے فاصلے پر جنوب کی طرف واقع ہے ۔میاں شیر محمد رحمۃ اللہ علیہ ایک بلند مرتبت، یکتائے زمانہ اور روحانی قوتوں کے مالک ایک مغلوب الحال بزرگ تھے ۔

انہوں نے جب میاں قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ کے اندر مخفی صلاحیتوں اور روحانی ذوق کے ٹھاٹھیں مارتے سمندر کا مشاہدہ کیا تو آپ کو اپنی خصوصی توجہ کا مرکز بنایا اور سلوک کی منازل طے کرانا شروع کر دی۔

میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے پیر ومرشد کے احترام اور خدمت میں ذرا سی بھی سستی کا مظاہرہ نہ فرماتے ۔اور زیادہ سے زیادہ دعائیں اور فیوض وبرکات حاصل کرتے ۔

آپ نے دیگر چلہ جات کے علاوہ اپنے پیر ومرشد کے حکم سے بھی چلے فرمائے اس کا اثر یہ ہوا کہ نصرت خداوندی شامل ہو گئی ۔اور اللہ تعالیٰ کا خاص کرم ہوا۔جو بھی بیمار آپ کے پاس آتا اسکی بیماری دور ہو جاتی اور وہ شفایاب ہو کر واپس لوٹتا۔

میاں شیر محمد صاحب اکثر فرمایا کرتے تھے تمہارا برتن بھی بھر جائے گا اور گدیاں بھی بن جائیں گی ۔کمال قدرت یہ دیکھئے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی کو اپنا بنالیتا ہے تو اس بندے کیلئے دنیا کی تمام رکاوٹیں اور آنے والی مشکلیں خود بخود آسان ہو جاتی ہیں ۔

میاں صاحب جب اس درویشی لائن میں گھر سے دوری اور ترک دنیا کی طرف پختگی سے مائل ہو گئے تو آپ کے والد گرامی نے ان کی اہلیہ سے کہا کہ تمہارا خاوند تو درویش ہو گیا ہے، اب وہ تو شاید اس طرف نہ آئے۔ میں تمہاری تنہائی کو دیکھتے ہوئے محسوس کرتا ہوں کہ تمہیں تمہارے میکے چھوڑ آؤں۔اس پر انکی اہلیہ محترمہ (چوہدری صاحب کی بہو) نے جواب دیا کہ اگر میں اپنے خاوند (جو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مصروف ہیں) کی خدمت کا شرف حاصل نہیں کر سکی تو اب میں صرف آپ کی خدمت کروں گی کیونکہ اب آپ ہی میرے والد کی جگہ ہیں۔ چنانچہ میں اپنے خاوند کی یاد میں ادھر ہی ٹھہروں گی۔

اللہ رب العزت کسی کا حق نہیں دبا تا بلکہ وہ تو یہ فرماتا ہے ''**ھل جزآء الاحسان الا الاحسان**'' کیا احسان (نیکی) کی جزا سوائے احسان سے کچھ اور بھی ہے؟ بلکہ جب اس کے اپنے دینے کا وقت آتا ہے تو فرماتا ہے ''**من جآء باالحسنة فله عشر امثالها**'' جو کوئی ایک نیکی کرے میرے پاس دس گنا نیکیوں کا اجر ہوگا۔ ستر سال تک یہ پارسا خاتون اپنے خاوند کی یاد میں عبادت الٰہی میں مصروف رہی۔اس کی جزا اللہ رب العزت نے انھیں یہ دی کہ میاں قطب الدین کئی سال کے بعد حکمت الٰہی کے تحت اپنے گھر تشریف لے آئے۔ گھر آئے تو اس پاکباز بلند حوصلہ عورت کو اللہ نے یوں صلہ دیا کہ چوہدری غلام حسن ،فیض بی بی اور غلام حسین ،تین بچوں کی صورت میں یکے بعد دیگرے نوازا۔ چوہدری غلام حسن تہجد گذار، پکے نمازی اور اپنے والد گرامی کے بڑے خدمت گذار تھے۔

چوہدری غلام حسن (خواجہ کرامت حسینؒ کے والد گرامی) ابتدائی طور پر تحصیلدار اور پھر A.C مقرر ہو گئے ۔انگریز حکومت میں یہ پوسٹ کچھ کم نہ تھی۔ایک انگریز D.C آفیسر کو جس نے مسلمانوں کے خلاف نازیبا حروف استعمال کیے، جب دورہ پر آیا تو آپ نے اسے قتل کروا دیا۔اور اپنی سیٹ (Chair) یا منصب کی کچھ پرواہ نہ کی۔اتنا ہی نہیں بلکہ آپ اس دریدہ دہن D.C کو واصل جہنم کرنے والے (مرد مجاہد) کے اہل خانہ کی دو سال تک مالی خدمت بھی کرتے رہے۔اس کے علاوہ آپ غریب غرباء یتامیٰ اور بیواؤں کے

گھروں میں خفیہ طور پر خرچ بھیجا کرتے تھے۔ آپ نے 90 سال کی عمر میں وصال فرمایا۔ میاں قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ کی کرامات بہت زیادہ تھیں۔ لیکن حصول برکت کیلئے چند ایک کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

(1) انگریز کے زمانے میں جب ریلوے لائن کنتر یلہ شریف کے قریب بچھائی جا رہی تھی تو ریلوے لائن سیدھی پیر جھلن شاہ صاحب کے مزار پر سے گذرتی تھی۔ میاں قطب الدینؒ انگریز آفیسر کو فرمانے لگے کہ یہ اللہ کے مقبول اور برگذیدہ بندے کا مزار ہے اس سے ہٹ کر ریلوے لائن گذاری جائے۔ لیکن انگریز آفیسر نے ماننے سے انکار کر دیا ہمیاں صاحب نے فرمایا کہ اچھا مزار والہ خود اپنے آپ کو سنبھال لے گا۔ انگریز بڑے فخر وغرور سے اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور گھوڑے کو ایڑی لگا کر چلا گیا۔ کنتر یلہ شریف کے قریب ہی ایک گڑھا تھا۔ اس کے ایک طرف ایک بڑی لکڑی پڑی ہوئی تھی۔ جب وہ انگریز وہاں پہنچا تو اپنے گھوڑے کو چھڑی لگائی تا کہ وہ اس گڑھے کو چھلانگ لگا کر عبور کرے۔ گھوڑے نے جب چھلانگ لگائی تو اس کی پچھلی ٹانگیں اس لکڑی سے ٹکرائیں اور گھوڑا زمین پر گر پڑا۔ انگریز گھوڑے کے نیچے آیا جسے بڑی مشکل سے لوگوں نے گھوڑے کے نیچے سے نکالا، انگریز کہنے لگا کہ مجھے میاں صاحب کے پاس لے چلو۔ میاں صاحب کے پاس آ کر وہ آپؒ سے معافی مانگنے لگا،تو آپؒ نے فرمایا کہ اس مزار والے کے پاس جاؤ اور اس سے معافی طلب کرو۔ انگریز میاں صاحب کو لیکر پیر جھلن شاہ صاحب کے مزار پر گیا اور معافی کا طلبگار رہوا۔ اس کے بعد انگریز نے کئی دیگیں پکوا کر لوگوں میں تقسیم کرا دی۔ پیر جھلن شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کے قریب ریلوئے لائن میں موڑ بنایا گیا ہے تا کہ ریلوے لائن مزار پاک سے ہٹ کر گزرے (یہ تمام معلومات حاصل کرنے کیلئے راقم بذات خادم دربار شریف کے ساتھ رائیکہ شریف میں صوفی اقبال رحمۃ اللہ علیہ صاحب کے پاس حاضر ہوئے اور طویل ملاقات سے معلومات حاصل کیں)۔

(۲) ریلوے لائن سے بارہ یا تیرہ میل کے فاصلے پر ایک گاؤں "ٹوگراں" کا راجہ غلام محمد آپ کا مرید تھا۔ راجہ غلام محمد آپ کو اکثر وبیشتر لے جاتا اور کئی کئی روز تک آپ وہاں قیام

فرماتے ۔راجہ صاحب کی بیوی مسماۃ نورالٰہی بھی آپ کی مرید تھی ۔وہ بہت عقیدت منداور تابعدار تھی ۔راجہ غلام محمد کے ہاں اولاد نہ تھی ۔اس کی برادری کےافراد نے راجہ صاحب کو دوسری شادی کرنے پر مجبور کیا ۔راجہ غلام محمد نے یہ تمام قصہ اپنے پیر ومرشد میاں قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ کوسنایااور دوسری شادی کی اجازت مانگی ۔حضرت صاحب نے راجہ غلام محمد کوکہا کہ کیا کوئی باپ اپنی بیٹی کی سوکن سوتن لاناپسند کرتا ہے،راجہ غلام محمد نے کہا جناب نہیں،اس پر آپؒ نےفرمایا کہ فقیراللہ تعالیٰ سے دعا کرے گااوراللہ تعالیٰ آپ کوسات بیٹے عطا کرے گا۔راجہ صاحب نے کہا! جناب اس آخری عمر میں ان کا کیا دیکھوں گا۔آپ نے فرمایا کہ غلام محمد !تم ان کودیکھ کرہی دنیا سے کوچ کرو گے۔

فقیر کےمنہ سے نکلی ہوئی بات اللہ پاک نےاس انداز میں منظور فرمائی کہ اس راجہ کو یکے بعد دیگرے سات بیٹے عطا کیئے جو جوان ہوکر بڑے بڑے عہدوں پر فائز ہوئے اور راجہ صاحب نے اپنی آنکھوں سے دیکھے ۔کافی عرصہ بعد راجہ غلام محمد کا انتقال ہوا۔

وصال:

میاں قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ کا وصال 2 نومبر 1953ء بروز پیر ہوا۔آپؒ نے 117 سال کی طویل زندگی پائی ۔آپ کا مزار مبارک کنتریلہ شریف میں واقع ہے ۔قبر مبارک کے ساتھ آپ کی بہوحسن بی بی حضرت خواجہ کرامت حسین رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ محترمہ ہیں ۔مائی صاحبہ نے 22 جنوری 1977ء بروز جمعۃ المبارک کوانتقال فرمایااور 130 سال کی عمر کثیر پائی ۔

خواجہ صاحب کی پھوپھی صاحبہ اورمیاں قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ کی صاحبزادی فیض بی بی حضورخواجہ حافظ عبدالکریم رحمۃ اللہ علیہ کے دست اقدس پر بیعت تھی ۔اس کی رہائش ساتھ ہی کوٹھاپنڈ میں تھی ،پھوپھی کے ساتھ ساتھ انہیں حضرت خواجہ صاحب کی (Mother in Law) ساس ہونے کا بھی شرف حاصل ہے۔

این سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

﴿پیدائش اور ابتدائی حالات﴾

آپ (کرامت حسین رحمۃ اللہ علیہ) کے والد گرامی "چوہدری غلام حسن" انگریز کے دور میں اسسٹنٹ کمشنر تھے۔ والدہ کا اسم گرامی "حسن بی بی" تھا جو نہایت پارسا اور پاک دامن خاتون تھی۔ شادی کے بعد دس سال تک اولاد نہ ہوئی تو باپ، بیٹے اور بہو کو اپنے سلسلہ عالیہ کے ایک نامور بزرگ حضرت سید سیدن شاہ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار اقدس پر "چوہا سیدن شاہ" حاضر ہوئے۔ یوں یہ گوہر بے مایہ 11 جنوری 1917ء کو زینت آغوش مادر ہوا۔ دادا جان نے آپ کا اسم گرامی "کرامت حسین" منتخب کیا۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے حسن ظاہری سے خوب نوازا تھا۔ آپ کے دادا حافظ قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ آپ رحمۃ اللہ علیہ سے بہت پیار کرتے تھے۔ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی پھوپھی ساس فیض بی بی جو حضرت حافظ عبدالکریم رحمۃ اللہ علیہ کے دست مبارک پر بیعت تھی۔ انہوں نے حافظ عبدالکریم رحمۃ اللہ علیہ کی دعوت کا اہتمام کیا۔ استقبال کیلئے شاندار جھنڈیاں لگائیں، راستے میں دور تک لمبی سفید چادر بچھائی۔ اس کے اوپر روئی کے بڑے بڑے گوڑے رکھے تاکہ پیر و مرشد کے پاؤں زمین پر نہ لگیں۔ جب حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فیض بی بی کے گھر تشریف لائے تو والہانہ عقیدت دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ اے خوش نصیب بی بی! میں دیکھ رہا ہوں کہ عنقریب تیری اولاد میں سے ایک ایسی پاکباز ہستی دنیا میں آنے والی ہے جس سے ایک جہاں روشنی پائے گا اور تیرا مقدر بدل جائے گا۔ گویا حافظ عبدالکریم رحمۃ اللہ علیہ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے آنے کی نوید سنائی۔

تعلیم و تربیت:

بچہ کی پہلی درسگاہ ماں کی گود ہوتی ہے۔ جو درس وہاں سے ملتا ہے اس کے اثرات تادیر باقی رہتے ہیں۔ گھر کی خصوصی توجہ اور فطری سعادت نے مزاج میں حد درجہ نفاست پیدا کر دی

تھی۔لباس خوراک اور رہن سہن میں انتہائی نفاست پسندی نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت کوایک انفرادیت عطا کی جوتمام عمر قائم رہی۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ابتدائی تعلیم اپنے مقامی سکول میں حاصل کی اور دینی تعلیم اپنی دادی جان اور گاؤں کتر یلہ شریف کے مشہور عالم دین میاں علم الدین رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی۔آپ رحمۃ اللہ علیہ بچپن ہی سے نماز روزہ کے پابند تھے۔آپ رحمۃ اللہ علیہ سنت رسول ﷺ کے انتہائی گرویدہ تھے۔اسی سنت رسول ﷺ کی پیروی نے آگے چل کر آپ رحمۃ اللہ علیہ کومقام ولائیت پر فائز کیا۔آپ رحمۃ اللہ علیہ،اعلیٰ لباس ملبوس فرماتے،گھڑ سواری سے آپ کوبڑا لگاؤ تھا۔اعلیٰ قسم کی عمدہ گھوڑی خرید کرسواری فرماتے،آپؒ نے آخری عمر تک گھڑسواری کاشوق برقرار رکھا۔آپ رحمۃ اللہ علیہ نے انتہائی امیر،چوہدری گھرانے میں پرورش پائی تھی چنانچہ آپ کے ڈیرے میں لوگوں کی اکثریت رونق افروزہوتی۔

ایک دفعہ ضلع مظفرگڑھ کے ایک گاؤں مشوری والا میں محفل ذکر کاپروگرام تھا۔وہاں سے رخصتی کے وقت سنگیوں کوکہا کہ سات آٹھ گھوڑیوں کابندوبست کرو،گھوڑیوں کاانتظام کردیا گیا،سنگی ان گھوڑیوں پر ریلوے اسٹیشن تک گئےاس پرآپ نے بڑی مسرت کااظہار کیااور فرمایا کیاخوب منظر ہے۔

ملازمت:

آپ ملازمت کے سلسلے میں مختلف مقامات پرتعینات رہے۔1956ءکوگوجرانوالہ کے قریب ''کامونکی''میں سرکاری دفتر میں تعینات تھے۔اللہ تعالیٰ مسبب الاسباب ہے،جب کبھی بندے کی ہدایت کاارادہ کرتا ہےتو خودبخود وہی سبب پیدا کردیتا ہے۔آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ایک جوان مولوی فتح محمد دفتر میں ملازمت کرتا تھا۔اسی دوران ایک مرد درویش مرد صالح حضرت زریں زربخت خواجہ صوفی نواب الدین رحمۃ اللہ علیہ کاعلاقہ کامونکی میں محفل پاک کاپروگرام تھا،آپ کے استقبال کیلئے لوگ ریلوے اسٹیشن پرموجود تھے۔مولوی فتح محمد اور آپ رحمۃ اللہ علیہ دونوں استقبال میں شریک ہوئے اورجلوس کے ساتھ محفل گاہ

تک گئے۔محفل کے اختتام پر آپ رحمۃ اللہ علیہ واپس گھر آ کر سو گئے۔آپ رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں ایک بزرگ کی زیارت ہوئی اورانہوں نے فرمایا کہ جس بزرگ کے استقبال کیلئے تم گئے تھے،وہ ایک خاص ولی اللہ ہیں،جاؤان کے دست اقدس پر بیعت ہوجاؤ۔

شرف بیعت:

آپ اس خواب سے بیدار ہوئے توفوراً مولوی فتح محمد کی معیت میں محفل گاہ کی طرف پہنچے تو محفل ختم ہو چکی تھی۔حضرت خواجہ نواب الدین رحمۃ اللہ علیہ اپنی مخصوص آرام گاہ پر تشریف لے جا چکے تھے۔ان کے خصوصی خادم صوفی عبدالرحمٰن سندھی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو بتایا کہ اس وقت حضرت صاحب آرام فرما ہیں۔اندر سے حضرت خواجہ نواب الدین رحمۃ اللہ علیہ نے فراست مومنانہ سے دیکھ لیا کہ کوئی متلاشی ہدایت اور جویائے راہ طریقت آیا ہے۔ آواز دی!کہ ہمارا درویشوں اور فقیروں کا آرام اور ہر عمل عوام الناس اور خلق خدا کی خدمت اور راہنمائی کیلئے ہے،اس لئے اس آنے والے کو آنے دو کہ اس کا میں بڑی شدت اور طویل مدت سے انتظار کررہا ہوں۔اس طرح آپ کو شرف باریابی عطا ہوا۔جب آپ کی نگاہ حضرت خواجہ نواب الدین رحمۃ اللہ علیہ کے چہرے پر پڑی تو یوں لگا جیسے ازل سے روحیں آشنا تھیں۔طویل مدت سے ایک دوسرے کے آشنا ہیں۔حضرت صاحب نے فرمایا کہ بابو جی!کوئی بات کرو۔آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کچھ توقف کے بعد عرض کیا کہ جناب کو دیکھ کر حافظ عبدالکریم رحمۃ اللہ علیہ کی صورت یاد آ گئی ہے۔کیونکہ کچھ عرصہ پہلے حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی پھوپھی صاحبہ کے گھر تشریف لائے تھے۔آپ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت خواجہ نواب الدین رحمۃ اللہ علیہ کے دست اقدس پر 40 سال کی عمر میں بیعت کی۔خواجہ صاحب نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو ذکر اذکار کی تلقین کی۔اور فرمایا کہ فقیر سے ملاقات رکھنا،اللہ بہتر کرے گا۔دوسرے دن حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے لاہور سے پروگرام کر کے آنا تھا،آپ ملاقات کیلئے کافی دیر تک ریلوے اسٹیشن پر سراپا انتظار رہے۔رات بارہ بجے ٹرین کامونکی اسٹیشن پر پہنچی تو حضرت خواجہ نواب الدین رحمۃ

اللہ علیہ آپ کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ آپ نے مرشد کی قربت کے حصول کی لئے سروس کے تبادلے کی درخواست دی۔ دوسرے دن ہی آپ کا تبادلہ وزیر آباد ہو گیا۔ پہلی ملاقات میں ہی شیخ کامل نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے اندر پنہاں صلاحیتوں کا اندازہ لگا کر آپ رحمۃ اللہ علیہ کو شریعت وطریقت کی بلندیوں سے آشنا کرنے کا تہیہ کر لیا تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ہر اتوار کو مرشد خانہ پر مسلسل حاضری کا وظیفہ معمول بنالیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ وزیر آباد تبادلے کے چھ ماہ بعد ایک دن اپنے آبائی گاؤں کنتریلہ شریف گئے تو آپ کے اہل خانہ آپ کو نہ پہچان سکے۔ چونکہ پہلے سے آپ کے لباس اور شکل وشباہت میں تغیر آچکا تھا، گئے تو تھے بابو جی بن کر جب لوٹے تو کسی کے بن کر، کسی کا رنگ لیکر کسی کے ہوکر اور سب سے بڑی بات غلامی رسول ﷺ میں ڈھل کر۔ سنت رسول ﷺ کے عملی رنگ میں رنگ کر۔ اپنے شیخ سے رابطہ عمل کے بعد پہلی دفعہ عرصہ کثیر (6 ماہ) کے بعد اپنے گھر تشریف لے گئے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کے دادا جان میاں قطب الدین نوشاہی رحمۃ اللہ علیہ کی اہل خانہ کو زیارت ہوئی اور فرمایا! باؤ جی جس پیر کی بیعت ہوئے ہیں تمام اہل خانہ اس فیض میں شامل ہو جائیں، یعنی جو نورانیت کی بارش باؤ جی پر ہو رہی ہے کوئی اس سے محروم نہ رہے اور تمام لوگ اس پیر صاحب کی بیعت ہو جائیں، کیونکہ کہ وہ مرد، زمانہ کی عظیم ترین ہستی اور مرد کامل ہے۔

بارگاہ مرشد میں حاضری کا عجیب انداز:

آپؒ کی انقلابی زندگی کا آغاز 1956-57ء میں ہوا۔ آپؒ نے بیعت کرنے ہی کو سب کچھ نہ سمجھا بلکہ اپنا ہر قدم صحبت مرشد کے حصول کے لیے آگے ہی کی طرف بڑھایا۔ آپ نہ صرف خود اس رنگ میں رنگے بلکہ طالبین اور سالکین کو بھی اس راہ کے انداز اس طرح سکھائے کہ:

مٹا دے اپنی ہستی کو اگر کچھ مرتبہ چاہیئے
کہ دانہ خاک میں مل کر گل و گلزار ہوتا ہے

نامعلوم آپ کو آداب محبت کے یہ انداز کس نے سکھائے کہ:

''سکھائے کس نے اسماعیل کو آداب فرزندی''

شاید محبوب پر مر مٹنے کا جذبہ بدرجہ اتم ہی ان کا معلم بنا۔آپؒ جب شیخ کے حلقہ ارادت میں داخل ہوئے تو کردار کی اس خوبی نے خوب رنگ دکھانا شروع کر دیا۔اس زمانے میں دربار عالیہ موہری شریف کو کوئی سڑک نہ جاتی تھی۔کھاریاں شہر سے صرف ایک پگڈنڈی جاتی تھی جس پر کھیت،خاردار باڑوں کے کانٹے اور چھوٹے چھوٹے نوکیلے کنکر کثرت سے بکھرے ہوئے تھے۔تپتی ریت اس پر مستزاد۔یہ تپتی ریت جب اس بلال ثانی،عاشق صادق کو آزماتی ہوگی تو یقیناً ہر بار یہ کہنے پر مجبور ہوگئی ہوگی کہ اس راہ پر چلنے والوں کے نرم ونازک پاؤں اور نازونعم سے پلے جسموں کو یہ تمازت تھکا نہیں سکتی۔بلکہ ان کے ذوقِ روحانی و وجدانی کی آگ بڑے بڑے آتش کدوں کو سرد کر دیتی ہے کیونکہ اس لائن پر چلنے والوں کو گلزارِ خلیل کی بادِ صبا سے بلاواسطہ فیض عطاء ہوتا ہے۔"یانار کونی برداً و سلاماً علی ابراھیم "کا یہ حکم قیامت تک باقی اور دائمی ہے۔نوکیلے پتھر،سخت گرمی،راستے کے ٹیڑھے میڑھے اصل میں تربیت کے عوامل ہیں اور جو راہی دشواریٔ منزل سے گھبرا جائے وہ منزل کی راحت کیسے حاصل کر سکتا ہے۔اس ضمن میں شریعت کی پابندی کے مطابق "ستر" کا حکم ضروری ہے ورنہ اس کو بھی غیر سمجھا جاتا ہے۔جوتے "نعلین" کیونکہ جسم سے علیحدہ کیے جا سکتے ہیں۔بلکہ جب انسان حریم کبریا کی تجلیات میں داخل ہوتا ہے تو جناب کلیم اللہؑ کو بھی یہی حکم دیا جاتا ہے کہ "فاخلع نعلیک انک بالواد المقدس طوی" ہماری طرف آنے والوں کیلئے یہ پابندی بھی ہے کہ جوتے اتار کر آؤ۔شیخ کا در،راہ طریقت کے سالکین اور طالبین کیلئے باطنی طور پر وادیٔ مقدس کا مقام رکھتا ہے:

در مرشد دا خانہ کعبہ تے حج ضروری کریئے
تقویٰ رکھ محبوباں والا تے چل دوارہ ملیئے

داعیہ باطن کے احکامات و آداب سالکین طریقت کیلئے ضروری ہیں۔حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس راز کو شاید جلد ہی جان لیا تھا!راہ مرشد میں آنے والی تکالیف،باعث راحت ہیں باعث تکلیف نہیں:

''جے یار مرا میرے دکھ وچ راضی تے میں سکھ نوں چلہے ڈاواں''

دکھ سدا سکھ گاہے گاہے اساں دکھاں توں سکھ وارے
دکھ قبول محمد بخشا تے راضی رہن پیارے

اس راہ کا ہر کانٹا پھول کی طرح خوشبو دیتا ہے ہر نوکیلا پتھر نرم و نازک روئی کی طرح محسوس ہوتا ہے۔اس کی قدر کوئی عاشق ہی جان سکتا ہے،یا کوئی اس منزل میں گم۔اس طرح آپؒ نے نہ صرف اس سبق کو خود ازبر کرلیا بلکہ سنگیوں کو بھی اپنے عمل ،اخلاق اور کردار سے ثابت کر کے دکھایا کہ جو سرور لطف اور مزہ راہ مرشد میں جوتے اتار کر چلنے میں ہے،وہ پہن کے چلنے میں نہیں۔ایک دو دفعہ نہیں بلکہ یہ آپ کی زندگی بھر کا معمول رہا،کہ آپ جب بھی مرشد خانہ کی طرف سفر فرماتے،اپنے جوتے اتار کر علیحدہ کر لیتے،کوئی جبہ،دستار،یا عبا زیب تن نہ کرتے بلکہ بارگاہ مرشد میں اس ملزم کی طرح حاضر ہوتے جو قید یا بری ہونے کے اضطراب میں لرزتا،کانپتا عدالت میں پیش ہوتا ہے کہ نا معلوم فیصلہ کیا ہو بری یا پھنس جاتا ہوں۔یہاں سے اگرچہ خیر ہی خیر کا حصول ہوتا مگر جب تک دیار یار میں پہنچ نہ جاتے اور چہرہ یار سے قلب و عیون کو ٹھنڈا نہ کر لیتے مضطرب ہی رہتے۔اور آپ کی مرشد کے لئے طلب میں اضافہ ہی اضافہ ہوتا جاتا۔یوں کہہ لیجئے کہ آپ اس طرح دیدار شیخ کے بغیر گذرے دنوں کی پیاس بجھاتے اور آنے والے وقت کے لئے آس اور امید کا سامان بہم پہنچاتے۔آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاؤں زخموں سے چور ہو جاتے بلکہ بعض اوقات ان سے خون بھی بہنا شروع ہو جاتا اور بعض دفعہ ان میں ورم آجاتا،لیکن زبان پر آہ تک نہ آتی،ایک ایک قطرہ خون باعث تسکین ثابت ہوتا۔ایک دو دفعہ نہیں بلکہ متواتر یہ عمل جاری رہتا۔خوشی غمی زندگی کا حصہ ہیں ایمرجنسی''EMERGENCY''ہر انسان کے ساتھ ہوتی ہے لیکن عدالت شیخ میں یہ اصطلاح''TERM''بھی نہیں چلتی۔اور نہ ہی یہ عذر بنتا ہے۔ہر اتوار حاضری معمول بنالیا تو اسطرح استقامت اور دوام بھی اختیار کیا کہ کوئی رکاوٹ راستہ میں حائل ہوئی نہ آپ نے حائل ہونے ہی دی۔دوران سفر حضوری اور توجہ شیخ کی کیفیت یہ

ہوتی کہ دنیا ومافیھا سے بےخبری آخری درجے کو پہنچی ہوئی ہوتی ۔ایک دفعہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ آپ کی اہلیہ" بے جی صاحبہ رحمۃ اللہ علیہا" بھی دربار شریف چلیں ۔آپ رحمۃ اللہ علیہ پر شیخ کی زیارت وملاقات کا جذبہ اس قدر غالب تھا کہ تیز تیز چلتے تا کہ زندگی کے زیادہ سے زیادہ لمحات وادی عیاری میں گذریں۔آپ کو یہ خدشہ بھی لاحق ہوتا کہ کہیں ملک الموت نہ آجائے اور ایک عاشق صادق وادی محبوب سے زیادہ دور ہی تڑپ تڑپ کر نہ مرجائے چنانچہ اس سفر میں بھی تیز چلنے کی وجہ سے آپ رحمۃ اللہ علیہ آگے نکل گئے ،(چونکہ عورتیں سفر میں بھی عام طور پر مردوں جیسا نہیں چل سکتیں اس لیئے پیچھے رہ گئی ہونگی)حضور بے جی محترمہ پیچھے رہ گئیں،اس وقت سڑک نہ تھی بلکہ سنسان علاقہ تھا۔اتفاقاً ایک سائیکل سوار کا وہاں سے گذر ہوا اور کہنے لگا کہ میاں جی ! پیچھے آنے والی خاتون خانہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ہیں؟۔آپ رحمۃ اللہ علیہ شوق دیدار میں اس طرح غرق تھے کہ آپ کو کچھ خبر نہ تھی کہ آپ کے ساتھ کوئی ہے بھی یا نہیں چنانچہ اس کیفیت میں بے ساختہ آپ نے پوچھا: کون سی خاتون؟۔چند لمحے توقف کے بعد پیچھے مڑ کر دیکھا تو فرمایا کہ ہاں وہ میرے ساتھ ہے۔یہ انداز تو اس وقت کا تھا جب آپ رحمۃ اللہ علیہ بیعت ہوئے تھے اور راہ سلوک کے مبتدی مسافر تھے۔پھر جب آپ رحمۃ اللہ علیہ کو اجازت خلافت مل گئی اور لوگ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ ارادت میں داخل ہونے لگے تو اس وقت بھی دیدار محبوب کا نشہ پورا نہ ہوتا۔مریدین آپ رحمۃ اللہ علیہ کے جوتے پکڑ لیتے اور حضرت صاحب خود ننگے پاؤں چلتے۔چونکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا انداز تبلیغ زیادہ تر حال پر مبنی تھا۔قال کی دنیا پر کم ہی تھا اس لئے زبان سے کم کم ہی بولتے مگر جب بھی بولتے تو پھر بس کمال ہی بولتے ۔اور ہر ہر بول پر ہزاروں جانیں قربان ہوتیں۔صوفی اقبال حسین نقشبندی اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ میں 1970ء میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر بیعت ہوا اور سالانہ عرس مبارک میں مرشد کے ہمراہ جانے کی سعادت حاصل ہوئی ،جب ہم کھاریاں پہنچے تو حضرت صاحب نے اپنے جوتے اتار دیئے جو ایک سنگی نے اٹھا لیئے۔آپ رحمۃ اللہ علیہ آگے آگے تشریف لے

جارہے تھے۔ میں (صوفی اقبال حسین نقشبندی) بھی پیچھے پیچھے ساتھ ہولیا، دل میں خیال آیا کہ سفر تو مرشد کے ساتھ کریں لیکن مرضی اپنی یہ کیسی رفاقت اور سنگت ہے؟، چنانچہ از روئے عقیدت کہ مرشد تو ننگے پاؤں چل رہے ہیں لہذا میں بھی جوتے اتار لیتا ہوں، میں نے بھی اپنے جوتے اتار کر ہاتھ میں پکڑ ے مگر جب اس حال میں تقریباً ایک فرلانگ کا سفر طے کیا تو دیکھا کہ میرے پاؤں سرخ ہوگئے ہیں اور درد کرنے لگے ہیں۔ کیونکہ اس راستے پر مٹی میں ریت اور روڑ مکس (Mix) تھے۔ کہیں کہیں جھاڑیوں کے کانٹے بھی بکھرے ہوئے تھے۔ میں نے فوراً جوتے پہن لئے۔(کیونکہ آپ کا حکم تو تھا نہیں بس اتباع کی خاطر تھا)، اس طرح دوسرے سال عرس مبارک کے موقع پر حافظ محمد جمیل صاحب بھی ان کے ہمراہ پیر خانے کی طرف جانے لگے۔ انہوں نے بھی شیخ کی متابعت میں اپنے جوتے اتار لئے اور مجھ سے کہنے لگے کہ مرشد تو ننگے پاؤں چلیں اور مریدین اس طرح خراماں خراماں چلتے رہیں یہ خلاف ادب ہے۔ چنانچہ ابھی دو یا تین فرلانگ کا ہی سفر طے ہوا ہوگا کہ انہوں نے حافظ صاحب کی طرف دیکھا کہ جوتے پہنے ہوئے ہیں اور رواں دواں ہیں۔ جب پوچھا کہ حافظ صاحب! آپ نے جوتا پہن لیا؟ عرض کیا ہاں یار میرے تو پاؤں خراب ہوگئے تھے۔

پیرخانے میں آداب حاضری:

جیسا کہ پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ دوران حاضری مرشد کوئی جبہ و دستار یا عبا نہ پہنتے بلکہ ایسا کرنے کو خلاف ادب گردانتے اور فرماتے کہ پیر خانے میں آؤ تو سائل بن کر آؤ، پیر بن کر نہیں کیونکہ آپ

''بے ادب بے مراد باادب بامراد''

کی سچی تصویر تھے۔ پیر خانے جا کر نہ کبھی کھانے کی طلب نہ کبھی پینے کی طلب فرماتے۔ نہ کبھی شیخ سے سوال، ہر وقت اپنے شیخ مرشد کی زیارت کے متمنی رہتے اور رضائے شیخ کی تلاش میں مگن۔ آپؒ کی اس مخلصانہ لگن سے آپ اکثر رضائے شیخ حاصل کرنے میں کامیاب رہتے، اور اسی طرح آپ پر آپ کے شیخ کی باطنی توجہ کا رنگ بھی چڑھتا رہا۔ پیر

خانے کی ضروریات کو پوری کرنے میں لگے رہنا اپنی خدمات پیش کرنا اور جستجو رکھنا کہ کس چیز کی مرشد خانے ضرورت ہے ۔ ہر مرید اور سنگی کی خواہش ہوتی ہے لیکن یہ وارفتگی اور جنون کا ایک عجیب ہی عالم تھا ۔ باوجود آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مالی حالات اچھے نہ تھے ۔ واپسی پر سوائے کرائے کے سب کچھ خدمت کر کے ہی آتے اور اسی میں لذت و فرحت محسوس کرتے ۔

''جیویں من دا اِی یار منائی جا''

کے حقیقی مصداق تھے ۔ ایک دفعہ خواجہ کرامت حسین رحمۃ اللہ علیہ کو دربار عالیہ موہری شریف سے واپسی پر ایک پیغام ملا کہ لالہ موسیٰ میں فلاں سنگی (دوست) کو میرا پیغام دینا کہ لنگر شریف کیلئے گھی کے ٹین کا انتظام کر کے بھجوا دے ، آپ حسب معمول اپنا سارا مال سوائے کرایہ کے مرشد کی نظر کر چکے تھے ۔ سوچا کہ لالہ موسیٰ جاؤں گا اس سنگی کو تلاش کروں گا اور پیغام دوں گا ، اس سارے عمل پر کافی وقت درکار ہو گا ، نا معلوم مرشد خانہ میں اس کی کتنی ضرورت ہو ، چنانچہ جب آپؒ کھاریاں واپس تشریف لائے تو اپنی اہلیہ بے جی حضور سے پوچھا ! کہ پاس کوئی رقم ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ سوائے کانوں کی بالیوں (زیورات) کے اور کچھ نہیں ۔ تو آپ نے ان بالیوں ہی کو سستے داموں ، اونے پونے میں بیچ کر گھی کا ایک ٹین خریدا ، اور یوں اپنے اس عمل کیلئے اللہ تعالیٰ کی اس خریداری کے مصداق ٹھہرے کہ :

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ط (التوبہ:۱۱۱)

اور تھوڑے ہی وقت میں واپس شیخ کی خدمت میں حاضر ہو گئے ۔ دوران حاضری موہری شریف آپؒ کا یہ بھی ایک انوکھا ہی انداز تھا کہ حضرت صاحب قبلہ پیر و مرشد کو کبھی پیغام نہ بھجواتے اور نہ ہی اپنے آنے کی اطلاع کرتے ، اور فرمایا کرتے کہ حضرت صاحب خود ہی اپنی مرضی سے نیچے تشریف لائیں تو قدم بوسی اپنا شرف سمجھوں گا ، ورنہ میرے پیغام پر اگر تشریف لائے تو آپ کے معمولات میں فرق آئے گا اور یہ چیز ان کی طبع نازک پر گراں گذرے گی ۔ جب مرشد کسی کام میں پریشانی سمجھیں تو مرید اور سالک کو اس میں خوشی

کیسی؟ اسلئے فرماتے: خبر دار! کوئی میرے (خواجہ کرامت حسینؒ) آنے کی اطلاع نہ کرے۔حضرت خواجہ نواب الدین رحمۃ اللہ علیہ اس تعمیل حکم پر بہت خوش ہوئے چونکہ اللہ کریم نے اپنے محبوبوں کی آنکھیں روشن کی ہوتیں ہیں اور وہ مومنانہ فراست کے نور سے سب کچھ دیکھ رہے ہوتے ہیں کبھی خاموشی اختیار فرماتے ہیں تو اس میں بھی راز اور حکمت پوشیدہ ہوتی ہے چنانچہ آپؒ پر یہ بات منکشف ہوگئی کہ میرے اس مرید معتقد اور پیارے کے پاس تو اتنے پیسے نہ تھے، کہ اس سے گھی خرید سکتا، اگر چہ باطن میں اس کا خزانہ بھرپور ہے۔بمصداق حدیث کہ:

"لیس الغنی بکثرۃ العروض بل الغنی غنی النفس" غنی وہ نہیں ہوتا جس کے پاس مال کی کثرت ہو بلکہ غنی وہ ہوتا ہے جس کا دل غنی ہو۔نگاہ مرشد کی برکت سے دل غناء کی صفت سے متصف ہو چکا تھا۔اس صفت کے اظہار کیلئے مرشد کریم نے پوچھا کہ صوفی صاحب! پیسے تھے؟ عرض کیا جی حضور تھے، دوبارہ مرشد کریم نے پوچھا کہ صوفی صاحب! کیا تمہارے پاس پیسے تھے آپ نے پھر عرض کیا جی حضور تھے، اصل غرض اس مرید صادق کی اتباع صدیق تھا کہ سارا سامان لیکر بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں پیش کر دیا اور جب پوچھا گیا!

ما بقیت لا ھلک یا ابا بکر؟ تو اس پیکر صداقت کی زبان صداقت ترجمان سے یہ بول نکلے " بقیت لا ھلی اللہ و رسولہ" میرے گھر والوں کیلئے اللہ اور اس کا رسول ﷺ ہی کافی ہے۔یہاں انداز استفسار کچھ مختلف ہے لیکن انداز جواب اور انداز محبت وہی تھے۔حضرت خواجہ نواب الدین رحمۃ اللہ علیہ نے جواب میں فرمایا! اچھا صوفی صاحب پیسے تھے تو جاؤ قیامت تک تمہارے ہاں پیسے ختم نہ ہونگے۔نامعلوم ان الفاظ میں کیا طاقت تھی، یا یہ دعائیہ کلمات اپنے اندر کیا اثر رکھتے تھے، کہ آج نصف صدی کے بعد بھی یہاں نوٹوں کی بارش رہتی ہے، لنگر چل رہا ہے مخلوق خدا کھا رہی ہے اور سلسلہ چل رہا ہے نہ صرف ان کی آل میں بلکہ متعلقین کے پیسے بھی ختم نہیں ہو پاتے، بلکہ یقیناً قیامت تک ختم ہونے بھی نہ

پائیں گے حدیث پاک ہے کہ **"واللہ لو اقسم لابرہ"** اللہ کی قسم اگر کسی معاملے میں وہ بندہ (خاص) قسم اُٹھا لے تو اللہ اس کو ضرور پورا فرماتا ہے۔ مرید نے اپنے مرشد خاص سے دعائیہ کلمات لینے یا سننے کا گویا ڈھب سیکھ لیا تھا چنانچہ متعدد مرتبہ اس جیسی دعائیں لی ہوں گی۔

اتوار کی حاضری:

اپنے پیر خانے میں اتوار کی محفل میں حاضر ہوتے تو صاحب جبہ و دستار اور خلیفہ مجاز بن کر نہیں بلکہ ایک متمنی اور سائل مرید بن کر۔اس دوران منظر دیدنی ہوتا۔ چونکہ ان دنوں سرکاری چھٹی اتوار کی ہوتی تھی اس لیئے پیر خانے میں اتوار کی محافل میں آپؒ سب سے آخر میں یعنی جوتوں والی جگہ پر کھڑے ہوتے۔ مگر آپؒ کے مرشد کامل کی نظر بھی فاصلے سمیٹ کر اور تمام سنگیوں کو کراس کرتی ہوئی آپؒ پر باران رحمت کیطرح برستی۔ گویا نورانی ہما فوراً آپؒ کے سر پر آبیٹھتا۔ آپؒ بھی ہمیشہ اسی کوشش میں رہتے کہ میرے علاوہ کوئی دوسرا خدمت شیخ میں مجھ سے سبقت نہ لے جائے۔ اکثر آپؒ اپنی اس دھن میں کامیاب رہتے۔ اگر کوئی ہمسر درویش زیادہ خدمت کرنے کی کوشش کرتا تو آپؒ انداز ہی ایسا اختیار فرماتے کہ باقی سب دنگ رہ جاتے، گویا دوسروں کو بھی آداب رضا سکھا رہے ہیں۔ واہ! کیا خوبصورت انداز تھا طلب رضائے یار کا۔ شروع شروع میں جس وقت، آپؒ کی تنخواہ تقریباً/100 روپے سکہ رائج الوقت تھی، آپ نے تین سو روپے میں ایک شاندار (قالین نما) دری خرید کر دربار موہری شریف میں پیش کی کہ جب اس پر میرے محبوب اور محبوبوں کے محبوب، وخدام کے قدم لگیں تو سینہ کے اندر دل میں راحت نصیب ہو۔ فضائے محبوب سے ٹھنڈی ٹھنڈی اور ہلکی ہلکی ہوا میرے دل کو معطر کرے۔ بحر نورانیت اور روحانیت پھر ایک دفعہ موج میں آ گیا۔ اپنوں اور بیگانوں کو نوازنے والے مرشد کریم اس خدمت سے اس قدر خوش ہوئے کہ فرمایا، صوفی صاحب! یہ کام آپ کی طاقت سے زیادہ ہے آدھے پیسے مجھ فقیر سے لے لو۔ یقیناً یہ محبت بھرے الفاظ سننے کیلئے ہی تو یہ سب کچھ کیا تھا، سن کر عرض کیا! غریب نواز ان ظاہری پیسوں کی ضرورت نہیں بلکہ دین کی دولت چاہیے،

روحانیت کے نور کا طلب گار ہوں تو سخی مرشد نے کہا جاؤ! صوفی صاحب قیامت تک یہ خزانہ ختم نہ ہوگا۔ نیز فرمایا صوفی صاحب! آپ کو اللہ تعالیٰ دین ودنیا دونوں کی دولت سے مالا مال اور نعمتوں سے سرفراز فرمائے۔

بقول شاعر:

تجھ سے تجھی کو مانگ کر مانگ لی ساری خدائی

بس یہ فرمانا ہی تھا کہ دیکھتے ہی دیکھتے حالات بدلنا شروع ہو گئے۔ آپؒ پر ظاہری اور باطنی دولت کی بارش ہونا شروع ہوگئی۔ دین ودنیا کا سرمایا بام عروج تک پہنچنے لگا۔

استقامت فی حضور الشیخ:

کہا جاتا ہے کہ "الاستقامة فوق الكرامة" استقامت کرامت سے زیادہ بڑی چیز ہے۔ قرآن وحدیث میں اس کی بڑی اہمیت بیان ہوئی ہے یعنی کسی کام کو متواتر کرتے رہنا۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ اللہ کے نزدیک دوام یعنی دائمی عمل بہت پسندیدہ "ان اقل" اگر چہ وہ تھوڑا ہی کیوں نہ ہو۔ آپؒ نے شیخ کے دربار میں حاضری کا آغاز کیا تو پھر مقناطیس کی طرح اپنے دل کا رُخ ادھر ہی رکھا۔ خواہ راستے میں جیسے بھی طوفان آئے ان کو خوشی سے قبول کیا۔ لیکن اپنے عمل میں رکاوٹ نہ بننے دیا اور اپنے راستے پر سیدھے چلتے رہے۔ آپؒ دوسال کے عرصہ تک منازل سلوک طے کرتے رہے۔ سردی، گرمی یا خزاں کا موسم اس پر اثر انداز نہ ہوتا۔ حتیٰ کہ انتہائی تیز بارش بھی آپ کا راستہ روکنا تو درکنار آپ کے ارادے میں ذرہ بھر کمی نہ لا سکتی تھی۔ حتیٰ کہ اس پہاڑی وادی (جس کو اس مرد درویش کے آنے سے پہلے چوروں کی وادی کہتے تھے۔ اور بعد میں مرد کامل کے قدموں کے صدقے سے موہری شریف کہلائی) کے سنگلاخ راستے بھی آپ کے سفر شوق میں حائل نہ ہو سکے۔ وہ حیران تھے کہ یا الٰہی کیا چھپا رکھا ہے ان کے عزم میں کہ کوئی چیز بھی ان کے راستے میں حائل ہی نہیں ہوتی۔ حیرانگی کا یہ عالم بڑھتا گیا اور خاموش سوال کرتا رہا، لیکن اس کا جواب کسی سے نہ بن پڑا۔ آپؒ کے پھولوں کی مانند نازک پاؤں پتھریلی زمین اور کانٹے دار جھاڑیوں کے

راستوں سے چھلنی تو ہو جاتے اور متورم ہو کر سوج تو جاتے مگر محبت شیخ اور عشق محبوب میں رنگے ہوئے آپؒ کے پائے استقلال میں کبھی لغزش نہ آتی۔ گویا آپؒ ایک ایسی وادی محبت کے مسافر تھے جس میں کوئی شاید ہی کوئی مسافر منزل مقصود پر پہنچتا ہے اور جو پہنچ جاتا ہے، منزلیں اس کے قدم چومتی ہیں۔ مسافتیں سمٹ جاتیں ہیں۔ اس وادی کا ہر کانٹا اسے پھول کی طرح سلام محبت پیش کرتا ہے۔ یہ ایک ایسی وادی ہے کہ: "کوئی ورلیاں موتی لے تریاں"۔ اس دریا میں غوطہ زن ہونے والا شخص ڈوبتا نہیں بلکہ بھٹی سے گزر کر سانچے میں آنے والی دھات کی طرح صاف و شفاف ہو جاتا ہے۔ پھر اس نگیں کی قیمت پڑتی ہے۔ موصوف علیہ الرحمۃ نے اس وادی میں قدم انجانے میں نہیں رکھا تھا ان تمام نزاکتوں سے آپؒ بے خبر تھے آپ نے آنے والے مسافروں کو اپنے عمل سے بتا دیا کہ:

یہ عشق نہیں آساں بس یوں ہی سمجھ لیجیے
اک آگ کا دریا ہے اور ڈوب کر جانا ہے

دو سال تک ایک اتوار بھی ایسا نہ آیا جب آپؒ خدمت مرشد میں نہ پہنچے ہوں۔ ہر اتوار کو آپؒ کے شیخ کی نگاہ بھی اپنے سچے طالب کی راہ میں سراپا انتظار رہتی۔ آپؒ کا ہر لمحہ پہلے سے نمایاں ہوتا چلا گیا۔ اس منزل شوق میں آپؒ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی سنت کو اپنایا اور اپنے لخت جگر کی وفات کے وقت بھی اپنے مرشد کے دربار کی غیر حاضری کو گوارہ نہ کیا۔ آپ نے اس میں بے ادبی سمجھی کہ بیٹے کی وفات کا سانحہ اس معمول میں حائل ہو اور سوچا کہ اگر غم میں سائیں کا در چھوڑ دیا تو نام کہیں بناوٹی اور جعلی پروانوں میں نہ شمار ہو جائے۔ جبکہ میں تو اس شمع کا پروانہ ہوں جس پر ہزاروں پروانے جان دینا اپنی سعادت سمجھتے ہیں آپکے دل میں یہ بھی خیال آیا کہ کہیں اس غیر حاضری سے پچھلی ساری کمائی ختم نہ ہو جائے۔ موت تو حکم الٰہی اور قضائے الٰہی ہے۔ **"انا للہ و انا الیہ رجعون"** وہ **ارحم الراحمین** اس کا بہتر نعم البدل عطا فرمائے گا۔ لیکن یہ قربت مرشد کی گھڑیاں دوبارہ کہاں نصیب ہوں گی۔ کیونکہ نمازوں کی قضاء تو ممکن ہے لیکن نگاہوں کی قضاء ممکن نہیں ہے۔ چنانچہ آپ نے اتنے

بڑے غم میں بھی ایسے عالی حوصلہ کا اظہار کیا کہ اپنے چہرے پر کوئی غم و آثار بھی ظاہر نہ ہونے دیئے۔بعد میں جب آپؒ کے مرشدِ کریم کو علم ہوا تو آپؒ نے فرمایا: بس صوفی صاحب! اب تمہاری منزلیں پوری ہوگئیں اور تم تمام امتحانات میں سو فیصد کامیاب ہوئے ہو۔چونکہ اس منزل کے امتحانات میں کامیابی کے نمبر 33 فیصد نہیں ہیں بلکہ Cent Percent یعنی سو فیصد ہیں اور آپ نے اتنے ہی فیصد حاصل کئے ہیں۔اب تم نہیں آؤ گے کیونکہ تمہاری منزلیں پوری ہوچکی ہیں۔اب جہاں تم بلاؤ گے فقیر خود آیا کرے گا۔

اجازت خلافت:

کہتے ہیں سائل دیوانہ ہوتا ہے۔وہ ہر وہ کام کر گذرتا ہے جو اتصالِ محبوب کا ذریعہ بنے۔ آپ جس وادی معرفت کے مسافر تھے۔اس میں ایک ایک کانٹا ہزاروں پھولوں سے نرم محسوس ہوتا ہے۔اس علاقے کی گرم لو، بادِ نسیم سے بھی نرم و نازک اور ٹھنڈی محسوس ہوتی ہے۔اس علاقے کی غبار آلود ہوا بھی مشام جان کو معطر کرتی چلی جاتی ہے سالک اسے اپنی آنکھوں کا سرمہ بنانا بھی اپنے لئے فخر محسوس کرتا ہے۔محبوب کے علاقے کا شخص بھی ایک عجیب سرور کا باعث ہوتا ہے کیونکہ اس سے خوشبوئے یار آتی ہے اور ایک سالک جب اس وادی میں مستغرق ہو جائے تو اس کے انداز بھی نرالے ہوتے ہیں، اصل مقصد رضائے شیخ ہوتا ہے، باقی سب ادائیں رضائے یار کی خاطر ہوتی ہیں۔

"والذین جاهدوا فینا لنهدینهم سبلنا". یہ حکم خداوندی اور سنت الٰہیہ ہے کہ کوئی اس کی طرف رخ کرکے تو دیکھے وہ کیسے راہیں دکھلاتا ہے مشکلیں آسان فرماتا ہے۔خواجہ حضور رحمۃ اللہ علیہ دو سال کے عرصہ تک منازل سلوک تیزی سے طے کرتے رہے آپ کا کوئی چکر یا کوئی حاضری بھی ترقی درجات سے خالی نہ ہوتی۔یوں کہہ لیجئے کہ منزلیں قریب تر آتیں گئیں۔لوگوں کیلئے ہفتہ سات دنوں کا ہوتا ہے لیکن اس عاشق صادق کیلئے نامعلوم اتوار کتنے مہینوں اور سالوں کی مسافت اور بُعد کے بعد آیا کرتی۔کسی نے سچ ہی کہا ہے کہ **"الانتظار اشد من الموت"** انتظار کی گھڑیوں میں افتراق اپنے عروج پر

ہوتا ہے اور جب وصال کی گھڑیاں آئیں تو پھر تیسرے کی درمیان میں گنجائش گوارا نہیں ہوتی ۔ظاہری طور پر اتوار کی چند گھڑیاں (12 گھنٹے یا اس سے کم وبیش) گذرتیں ، لیکن دیکھنے والوں نے دیکھا اور محسوس کرنے والوں نے محسوس کیا کہ انہی ایام اور شب و روز میں آپؒ نے کیا اور کیسے پایا ۔یہ دن راتیں تیزی سے گذرتی گئیں ۔عرصہ دوسال کے بعد آپؒ کے پیر ومرشد حضرت خواجہ نواب الدین رحمۃ اللہ علیہ اس مرید خاص کو مراد بنا دیا ۔ خرقہ خلافت عطا فرمایا اور مسند ارشاد پر فائز فرمایا ۔آپؒ اپنے خلوص اور محبت شیخ کی وجہ سے جلد ہی اپنے شیخ کامل کے حلقہ خاصاں میں شامل ہوگئے ۔اجازت خلافت کے وقت آپؒ کی نگاہ کریمی کے الطاف دیکھ کر دست بستہ عرض کی کہ بندہ نواز !بندہ تو اس غرض سے نہیں آیا تھا ۔فقط آپؒ کی غلامی میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کی گدائی و رضا ہی مطلوب ہے ۔اور یہ ہی دنیا ومافیہا میں کافی ہے ۔

اس پر حضرت صاحب نے فرمایا: صوفی صاحب !فقیر حکم کا بندہ ہے اس امانت کو آپ کے سپرد کرنے پر مامور ہے ۔یہ میرا ذاتی کام یا مشورہ نہیں بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کا حکم اور کام ہے اور وہ فرماتا بھی ہے "**ان اللہ یا مرکم ان تؤد والا مانات الی اھلھا**"میں تو اس حکم کا بندہ ہوں ۔اور امانت اسکے اہل کی طرف لوٹا رہا ہوں ۔اللہ تعالیٰ جس سے کام لینا چاہتا ہے اسکو اپنا برگزیدہ بنالیتا اور منتخب کرلیتا ہے اور فرشتے آسمان پر اس کی ولائیت کا ڈنڈورا پیٹتے ہیں ۔

خواجہ نواب الدین رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ حافظ عبدالکریم رحمۃ اللہ علیہ ایک رات تشریف لائے اور روحانی مکان کی اینٹیں ، ریت ، بجری اور سیمنٹ دے گئے اور مکان بھی تیار کرگئے ۔فرمایا !فقیر نے بھی تمہارے لیئے ریت ، بجری اور سیمنٹ وغیرہ لگوا کر روحانی مکان تیار کردیا ہے ۔

رہبر ومرشد نے فرمایا کہ میں یہ کام اپنی مرضی سے نہیں کررہا بلکہ بندہ مامور من اللہ ہے ۔ آپ (حضرت خواجہ کرامت حسینؒ) نے عرض کی حضور ! بندہ تو یہ سمجھتا تھا کہ مرید ہمیشہ ساری زندگی غلام ہی رہتا اور غلامی میں ہی فخر محسوس کرتا رہتا اس پر حضرت خواجہ نواب

الدین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا! "لگن سچی ہوتو ایک دن مرید بھی پیر بن جاتا ہے"۔ آپؒ کے صدق ومحبت بھرے الفاظ نے جام محبت چھلکا دیا۔ بحرِ کرم موجیں مارنے لگا اور دریائے رحمت جوش میں آ گیا۔ آپؒ پر ایک عجیب سی کیفیت طاری ہوگئی نیز فرمایا کہ تم جہاں جاؤ گے میں وہاں ہوں گا۔ تمہاری اور میری توجہ میں کوئی فرق نہ ہوگا۔

حضرت خواجہ نواب الدین رحمۃ اللہ علیہ نے علیحدگی میں فرمایا: صوفی صاحب: میرے بے شمار خلفاء ہیں میں نے کبھی کسی کو نہیں فرمایا کہ بیعت کرویا نہ کرو۔ مگر آپ کو میرا حکم ہے کیونکہ آپ کے وجود سے فیضِ عام ہوگا۔ پھر ایک رات آپؒ کو حضور نبی کریم ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی اور اشارہ ملا کہ صوفی کرامت! دین کا کام کرو، تمہارے وجود سے فیضِ عام ہوگا۔ آپؒ نے شیخ کے حکم کی تعمیل میں 1960ء میں با قاعدہ بیعت لینا شروع کر دی۔

بحیثیت مبلغ وداعی:

آپؒ نے آقا ومولا ﷺ کی سنت پر عمل کرتے ہوئے، کوچہ کوچہ اور گھر گھر جا جا کر پیغامِ حق زبان حال وقال سے سنانا شروع کر دیا۔ شمع رسالت کے پروانے دنیا کے کونے کونے سے حاضرِ خدمت ہو کر فیض یاب ہوتے۔ اور آگے سلسلہ تبلیغ کے اجراء کا وعدہ **"لیظھرہ علی الدین کلہ"** کے اس عظیم سلسلۂ تبلیغ میں غلامی دینے والے اس غلام اور عاشق کی پیروی اور سنت مصطفیٰ ﷺ کے احیاء کے لئے دور دراز علاقوں میں قریہ قریہ گھوم کر کلمہ اعلائے حق اور **"اللہ ھو"** کی صدائیں بلند فرمائیں۔ چنانچہ آپؒ نے اس راہ میں آنے والی کسی مشکل یا رکاوٹ کی پرواہ نہ کی۔ آپؒ اپنے سنگیوں کو ہمراہ لیکر اپنے مریدین کے پاس تشریف لے جاتے۔ اس طرح جن گلیوں، بازاروں اور بستیوں میں شیطانی کاموں کی نمائندگی علی الاعلان ہوتی، چوری، شراب خوری، ڈاکہ زنی اور نامعلوم کیا کیا قباحتیں اپنے ڈیرے جمائے ہوتیں اور بے پردگی، بے حیائی اور بے غیرتی کے سیلاب ایمان کو ضائع کر رہے ہوتے اور ہر طرف سے الاماں الاماں کی صدائیں بلند ہوتیں۔ آپؒ ان صداؤں پر لبیک کہتے ہوئے ان علاقوں، بستیوں اور گلیوں میں **" لا یخافون لو مۃ لائم "** کی عملی تصویر

بن کر کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے بے نیاز ہو کر اپنا مخصوص لباس اور چہار گوشہ ٹوپی زیب تن کئے مریدین اور سنگیوں کے ہمراہ ذکر **"الله هو"** اور **"لا اله الا الله"** یعنی کلمہ شریف اور اسم ذات کا ذکر بلند آواز سے کرتے ہوئے گذر جاتے۔ جو فضائیں ظلمات اور گناہوں سے بھری ہوتیں انہیں صدائے **" لا اله الا الله"** سے منور و معطر کرتے۔ دیکھنے والے دیکھ کر دنگ رہ جاتے۔ جن کی تقدیر میں خیر ہوتی، وہ ابتداء میں تو تماشائیوں کی طرح آتے مگر آہستہ آہستہ حلقہ ذکر میں شامل ہو کر **"هم قوم لا يشقىٰ جليسهم"** کی عملی تصویر بن جاتے۔ یعنی ان مجالس میں آنے والے بد بخت نہیں رہتے تھے۔ مرجھائے ہوئے دل منور ہو جاتے مردہ بستیوں میں زندگی کی نئی لہر دوڑ جاتی، دین کی سربلندی ہوتی اور قلوب و اذہان کو ذکر و فکر کی خواہش پیدا ہوتی۔ جو بھی اس قافلہ روحانیت اور حلقہ ذکر کے قریب سے بھی گذر جاتا وہ محروم نہ رہتا (بشرطیکہ ہدایت اس کے مقدر میں ہوتی) دیکھنے میں بسا اوقات یہ بھی آتا کہ پوچھنے والا پوچھتا کہ اس قافلہ کا سالار کون ہے یعنی پیر صاحب کون ہے؟۔ اور مرید کون؟ تو بتایا جاتا کہ اس کاروان معرفت اور کاروان ذکر کا ہر راہی پیر بھی ہے اور مرید بھی۔ کیونکہ اس کارواں کا اصل مقصد رضائے الٰہی اور رضائے رسول ﷺ ہے۔

وسعت سلسلہ بیعت:

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے حکم شیخ رحمۃ اللہ علیہ سے 1960ء سے باقاعدہ سلسلہ بیعت کا آغاز فرمایا بعد ازاں آپ کے مرشد کریم کی دعاؤں اور آپ کی اپنی روحانی توجہات کے سبب یہ سلسلہ بڑی تیز رفتاری سے ترقی کرنے لگا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مریدین کی خاطر خواہ تعداد کے باوجود اپنے مرکز (پیر خانے) کے ادب و احترام میں کوئی کمی نہ آنے دی۔ بلکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ حسب سابق "نعلین در بغلین" جوتا بغل میں دابے ننگے پاؤں پیر خانے تشریف لے جاتے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ سب کچھ اسی احترام اور خدمت کے سبب پایا تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی نگاہ شفقت نے ایسا رنگ اختیار کیا کہ آپ کو ملنے والا اور بیعت ہونے والا جلد ہی صوفیانہ زندگی کا حامل ہو جاتا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی پر کشش اور تیز نگاہ

میں بجلی کی سی سرعت اور تیزی کا اثر تھا۔ آپؒ کی صحبت میں بیٹھنے والا کبھی خالی نہ جاتا۔ نگاہوں میں بجلی کی سی ایسی تاثیر تھی کہ جس طرح بجلی میں کرنٹ آتا ہے اسی طرح اس متلاشی روحانیت کے جسم میں بھی کرنٹ آجاتا۔ ایک دفعہ لاہور شہر میں شاہ نور اسٹوڈیو کے نزدیک حضرت خواجہ صوفی کرامت حسین رحمۃ اللہ علیہ کی زیر صدارت محفل پاک کا پروگرام تھا۔ جس میں فلمی اداکار رنگیلا بھی بیعت ہوا تھا۔ اس محفل پاک کے بعد ایک بیٹھک میں چند سنگی مع حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ بیٹھ گئے اور لوگ اجازت لیکر واپس جا رہے تھے۔ ایک پٹھان بابا بھی اجازت لینے کیلئے آگے بڑھا اور کہنے لگا حضور اجازت ہے! آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اجازت ہے۔ اس نے کہا ایسے ہی چلا جاؤں؟۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ پھر تو چاہتا کیا ہے؟۔ اس پٹھان نے عرض کیا! کرنٹ چاہتا ہوں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے پر کشش نگاہیں اس کی طرف اُٹھائیں تو وہ پٹھان بابا بڑی شدت سے تڑپنے لگا کہ حضور اب ٹھیک ہے!۔ فلمی اداکار رنگیلا نے بھی اعتراف کیا کہ میں نے لوگوں کے دلوں میں قبضہ کیا اور آج ایک ایسا فقیر مل گیا جس نے میرے دل پر قبضہ کر لیا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں بیٹھنے والا کبھی خالی نہ جاتا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ہر عام و خاص کو عشق رسول ﷺ کے رنگ میں رنگنا شروع کر دیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت سے ہزاروں بدکار لوگوں کی زندگیوں میں انقلاب برپا ہوا اور ہزاروں بھٹکے ہوئے لوگوں نے صراط مستقیم اختیار کیا۔ دراصل آپ رحمۃ اللہ علیہ اس جماعت کے افراد میں شامل ہیں جن کے بارے میں قرآن نے ''**منعم علیھم**'' قرار دیا یعنی "**فاولٓئک مع الذین انعم اللہ علیھم من النبیین والصدیقین والشھداء والصالحین وحسن اولٓئک رفیقا**" کے زمرے میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کا شمار ہونے لگا۔

بقول شاعر:

جو خود نہ تھے راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے
وہ کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کر دیا

ایک دفعہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کوجرانوالہ شریف، ریلوے اسٹیشن سے سنگیوں کی ایک خاص تعداد کے ہمراہ موہری شریف (پیر خانہ) جا رہے تھے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مرید سے ایک اجنبی مسافر نے پوچھا! کہ آپ میں سے پیر کون ہے؟۔آپ رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کہ یہ کیا پوچھ رہا ہے؟۔مرید نے عرض کیا کہ حضور یہ پوچھ رہا ہے کہ آپ میں سے پیر کون ہے؟۔آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تجھے ان میں پیر کون نظر آتا ہے؟ وجہ یہ بھی تھی کہ پچاس مریدین بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ ہوتے تو سب کے سب باریش اور باوضع قطع سر ڈھانپے ہوئے (ٹوپی لئے) ذکر الٰہی میں مگن ہوتے تھے۔نگاہ مرشد نے سب کو ایک ہی لڑی میں پرو دیا تھا۔لگتا تھا کہ سب ایک ہی تسبیح کے دانے ہیں:

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا نہ کوئی بندہ نواز

بالکل اسی طرح کا ایک اور واقعہ علاقہ بورے والہ میں پیش آیا آپ رحمۃ اللہ علیہ تبلیغی دورے پر تھے عصر کی نماز کا وقت آ گیا۔راستے میں ایک گاؤں کی مسجد میں نماز ادا کرنے کیلئے سنگی وضو کرنے لگے۔آپؒ نے بھی تازہ وضو کیا۔وضو کا نور ایک طرف مرشد کی نگاہوں کا نور اس پر مستزاد، ذکر الٰہی کی تجلیات کا نور عیاں تھا۔آپ چند سنگیوں کے ہمراہ صف پر بیٹھ گئے۔گاؤں کے ایک اجنبی آدمی نے پوچھا کہ ان حضرات میں سے پیر کون ہے؟۔آپؒ نے سن لیا فرمایا کہ آپکو پیر کون معلوم ہوتا ہے؟۔وہ آدمی کہنے لگا مجھے تو سب ایک ہی شکل میں دکھائی دیتے ہیں۔آپؒ نے جبہ مبارک اُتارا ہوا تھا اور سفید لباس میں ملبوس تھے اور سنگیوں کا لباس بھی عموماً سفید ہی ہوتا تھا۔آپؒ فرمانے لگے یہ سب پیر ہیں۔پیر کا یہی کمال ہے کہ مرید کو اپنے رنگ میں ہی رنگ دے۔نگاہ مرشد نے سب کو ایک ہی لڑی میں پرو ڈالا۔اور سب ایک ہی تسبیح کے دانے بن گئے۔

نگاہ ولی میں یہ تاثیر دیکھی
بدلتی ہزاروں کی تقدیر دیکھی

یہ سب فیضان موہری شریف کا تھا۔ کیونکہ اپنے مرکز محور کے بغیر بندہ کچھ بھی نہیں ہوتا۔ ظاہری دنیا میں ہم ایک مقناطیس کو دیکھتے ہیں کہ وہ لوہے کو کھینچتا ہے، اب اگر لوہا کہے کہ میں مقناطیس کا بڑا تابع ہوں وہ جب بھی سامنے آتا ہے تو میں کھنچ کر اس کے ساتھ چمٹ جاتا ہوں۔ یہ بات کسی حد تک تو درست ہوگی، لیکن بندہ (راقم الحروف) کا خیال ہے کہ یہ درست ہے کہ لوہے کا کمال بھی ہے وہ مقناطیس کی اطاعت کرتا ہے مگر بنظر غائر دیکھیں کہ اصل کمال تو مقناطیس کا ہے جو ہر وقت اپنے اندر لوہے کو کھینچنے کی صلاحیت لئے رکھتا ہے۔ اسی طرح مرید تو یہ سمجھتا ہے کہ میں اپنے خیالات میں حضرت صاحب کی زیارت کرتا ہوں دور دراز کے سفر طے کر کے حاضری دیتا ہوں ٹھیک ہے اس کی عقیدت برحق ہے لیکن اصل پاور (Power) اور قوت اس شیخ کی دیکھئے جو ہمہ وقت اپنی توجہات مرید کی طرف رکھتا ہے۔ اپنے نوافل، شب بیداریوں، تہجدوں، روزوں، دعاؤں اور استخارات میں مرید کی طرف توجہ کرتا ہے، دعاؤں میں یاد رکھتا ہے اور جب کبھی وہ دائیں بائیں شریعت سے منہ موڑ کر دوری اختیار کرنے لگتا ہے تو شیخ اپنی توجہ کے ذریعے یا خواب کے ذریعے یا خود پاس بلا کر یا پیغام بھجوا کر اس کو فوراً راہ مستقیم پر لے آتا ہے۔ لہٰذا ماننا پڑے گا کہ اصل طاقت، قوت اور کرشمہ مقناطیس کا ہے۔

تو عرض کر رہا تھا کہ یہ سب کچھ فیضان موہری شریف تھا جو کہ فیضان کرامتؒ بن کر گمراہ اور بے راہ روی کا شکار امت مسلمہ کی آبیاری کر رہا تھا۔ وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ آپؒ کے نام نامی اسم گرامی کرامت حسینؒ کی نسبت سے کرامات کا ظہور اس تیزی سے ہونا شروع ہوا کہ ہم عصر دنگ رہ گئے۔ یہ بھی مشہور ہے کہ آپؒ زندگی بھر اپنے پیر خانے دربار عالیہ موہری شریف کبھی جبہ و دستار یا ویسٹ کوٹ پہن کر حاضر نہ ہوئے۔ آپؒ کے ہم عصر اور آپ سے سینئر خلفائے کرام آپؒ کے شاندار طریق، حلقہ احباب اور شوق و ولولہ کو دیکھ کر آپؒ کو داد دیئے بغیر نہ رہ سکے۔ انہوں نے آپؒ سے کہا کہ صوفی صاحب! ہم جبہ و دستار ہی پہنتے رہ گئے، لیکن جو کچھ دربار موہری شریف کا تھا وہ تو (صوفی کرامت صاحبؒ) آپ

ؒ لے گئے ہیں۔آپؒ کو حضرت خواجہ نواب الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا ''صوفی صاحب! آپ دودھ بھی لے گئے اور مکھن بھی لے گئے بس لسی باقی رہنے دی''۔ اکثر فرماتے کہ پیر خانے پیر بن کر جانا مناسب نہیں۔

ہجرت اور وسعت حلقہ احباب:

حضرت خواجہ صوفی نواب الدینؒ نے آپؒ کو ایسی زمین پر ڈیرہ لگانے کیلئے حکم دیا جو پہلوانوں کا شہر تھا۔جہاں پہلوانی کے عجیب دساتیر تھے۔یہاں گجر برادری بھی جو اپنے کاموں میں ماہر تھے،آپؒ سے قبل بھی صوفیاء اور اولیاء ہو گذرے ہیں جنہوں نے اپنے اپنے وقت میں دین اسلام کی اشاعت وتبلیغ کا کام کیا۔لیکن آپؒ کے مرشد نے یہ بھانپ لیا کہ ''ذرا نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی'' نیز یہ لوہاروں کا شہر ہے جہاں لوہے کی اشیاء کثیر تعداد میں بنتی ہیں۔آپؒ نے جب اس شہر کا رخ کیا،ریلوے اسٹیشن سے گزر کر سول لائن کے آخری کونہ میں ڈیرہ لگا دیا۔وہاں آپؒ نے ایک مختصر پلاٹ حاصل کیا اگرچہ مرشد کریمؒ کا کہنا تھا کہ جگہ زیادہ خرید لو کیونکہ ایک وقت ایسا آئے گا کہ حلقہ مریدین کی وسعت ہوگی اور یہ جگہ ناکافی ہوگی۔آپؒ نے گنجائش کے مطابق مجلس خانہ کیلئے جگہ تو خریدی لیکن جتنی چاہیئے تھی نہ خرید سکے۔

بہرحال آپؒ نے اس جگہ تشریف فرما ہو کر پیغام الٰہی صدائے "**اللہ ھو**" کی صورت میں شروع کیا۔کہتے ہیں کہ اپنا آنا اور ہوتا ہے اور کسی کے کہنے پر ڈیرہ لگانا اور آنا اور ہوتا ہے۔کسی کا بٹھانا کچھ اور ہی رنگ دکھاتا ہے۔خاص طور جب اشارہ شیخ پر کوئی درویش ڈیرہ لگاتا ہے تو یقیناً جنگل کو منگل بناتا ہے۔پہلوانوں کے شہر میں ڈیوٹی لگانے کا ایک مقصد یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ دنیا کی قوت وطاقت کے پہلوان ہیں اور اپنے اپنے شاگردوں کو تیار کرتے ہیں چنانچہ اے صوفی کرامت حسینؒ!تم عالم روحانیت کے پہلوان تیار کرو،اور یقیناً آپؒ نے یہ کر کے بھی دکھایا،جس کو ایک دفعہ آپؒ توحید الٰہی اور ذکر الٰہی کے گر بتاتے وہ دوبارہ پیچھے نہ ہٹتا۔

گجر برادری کا یہاں کافی عمل دخل تھا،یہ برادری بھینسوں کی حفاظت اور نگہبانی کے سلسلہ

میں مصروف رہتی ہے، آپؒ نے انہیں بھی رزق حلال کی ترغیب دیتے ہوئے صفائی اور پاکی کا درس دیا اور عملاً کر کے بھی دکھایا۔ ساتھ ساتھ اس برادری کو بھی یہ راستہ دکھایا۔ لوہار برادرز جو کاروبار کے سلسلے میں اعلیٰ سوچ و مقام رکھتے تھے آپؒ نے حصول رزق کیلئے ان کے سامنے کاروبار کر کے دکھایا کہ ذکر الٰہی اور حصول رزق حلال کی تلاش کیا ہوتی ہے۔

آپؒ اکثر اوقات آنے والے نئے احباب سے پوچھتے کہ تم کیا کام کرتے ہو؟ آنے والا جو کام بتاتا تو فرماتے کہ میں بھی وہی کام کرتا ہوں۔ اور ظاہراً انہیں باتوں میں مانوس کر کے ایسی ضرب ذکر الٰہی لگاتے کہ وہ اپنا سب کچھ بھول جاتا اس کے دل کی دنیا روشن ہو جاتی، کسب رزق حلال کا وعدہ کر کے اُٹھتا۔ اسی طرح آپؒ نے گجر برادری کو ترغیب دلائی کہ اللہ تعالیٰ کی خالص نعمت دودھ کو خالص ہی رکھیں نیز مخلوق خدا کیلئے سبیل لگایا کریں۔ جس طرح حضور داتا صاحب گنج بخشؒ کے عرس کے موقع پر لگائی جاتی ہے۔ الغرض آپؒ کی خدمت اقدس میں اگر کوئی زمیندار آجاتا تو آپؒ اس کے مطابق کھیتی اور فصلوں کی بات کرتے۔ اس کو عزت و مرتبے کا مقام دیتے، تا کہ وہ سمجھے کہ میری اصل عزت تو یہ ہے۔ دنیا داری میں حصول عزت تو غلطی تھی۔ محبت شیخ کے جنون نے آپؒ کو قرب رسول اللہ ﷺ کے عظیم مقام پر فائز فرما دیا۔ آپؒ نے آہستہ آہستہ سلسلہ نقشبندیہ کی ترویج بھی فرمائی اور ذکر بالجہر کی صورت میں موہری شریف والے اسباق بھی مخلوق خدا کو سکھائے۔

محافل ذکر کا انعقاد:

بسم اللہ پڑھ کر ابتداء کی تھی محفل کی لوگ شامل ہوتے رہے محفل با رونق بنتی گئی حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی رہائش گاہ پر ذکر کی محفل کا آغاز کیا۔ شروع میں تو اہل خانے کے افراد ہی شامل ہوتے رہے۔ محفل میں ختم خواجگان، کلمہ شریف، ذکر اسم ذات، درود و سلام اور ہدیہ نعت پیش کیا جاتا۔ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کا شجرہ شریف پڑھ کر خوب ذکر ہوتا، جب چند لوگ سلسلہ عالیہ میں شامل ہو گئے تو آپؒ نے ان لوگوں کی دعوت پر ان کے گھروں میں ذکر کا انعقاد فرمایا۔ ابتداً تو یہ سفر چند روز کا ہوتا تھا۔ پھر ہفتہ، عشرہ اور مہینوں کا

ہونے لگا۔ اکثر اوقات یہ سفر تین تین ماہ تک کا بھی ہوتا اور روزانہ ایک دن میں کئی مقامات پر محافل ذکر منعقد ہوتیں۔

تبلیغی سفر کا پروگرام تاریخ وار با قاعدہ مرتب ہوتا اور دربار شریف کوجرانوالہ میں خصوصی محفل میں تقسیم کیا جاتا۔ تین تین ماہ کے اس لمبے سفر کے دوران وقت اور تاریخ کی ہمیشہ پابندی ہوتی۔ پروگرام کے مطابق دوستوں کو معلوم ہوتا کہ فلاں تاریخ کو آپؒ فلاں مقام پر تشریف فرما ہونگے، اس طرح آپؒ کا تبلیغی سفر بھی جاری رہتا اور سنگیوں سے ملاقات کا سلسلہ بھی جاری رہتا۔ کو مرتب شدہ پروگرام کی پابندی پر کاربند رہنے کیلئے بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا، کبھی موسم کی خرابی، کبھی جسمانی تھکاوٹ، کبھی سیلاب کے پانی کی رکاوٹ، کبھی جسمانی بیماری کا عارضہ رکاوٹ بنتا مگر محافل حسب پروگرام جاری رہتیں۔

ایک دفعہ ملتان کے تبلیغی دورے کے بعد فیصل آباد کا پروگرام تھا۔ دریائے راوی میں بہت بڑا سیلاب آگیا۔ چیچہ وطنی اور کمالیہ کا راستہ بند ہو چکا تھا، پہلے آپؒ لاہور تشریف لے گئے اور لاہور سے پھر فیصل آباد رات دیر سے محفل میں پہنچے اور محفل ذکر کے پروگرام میں شریک ہوئے۔ آپؒ اکثر فرمایا کرتے "میں سنگیوں اور لوگوں کو جو دور دراز کا سفر کر کے آتے ہیں، پریشان اور مایوس ہوتے نہیں دیکھنا چاہتا، وقت اور تاریخ کی پابندی کو مدنظر رکھتے ہوئے عام لوگوں پر بہت اثر پڑتا۔ کچھ لوگ اس پابندی کو دیکھ کر حلقے میں شامل ہو جاتے۔ کیونکہ آپؒ **"اوفوا بالعهد ان العهد كان مسئولا"** پر سختی سے عمل پیرا ہونے کا مظاہرہ فرماتے۔ محفل میں موجود ایک ایک آدمی پر کافی متوجہ رہتے اور ذکر کی ضربیں لگاتے۔ کبھی اپنی تھکاوٹ محسوس نہ کرتے، سفر کرتے وقت بھی دوستوں کو ذکر میں مشغول رکھتے۔ گویا آپؒ کا Motto تھا

"ذکر کرو، کثرت سے ذکر کرو، ذکر الٰہی بڑی بات ہے"

ایک دفعہ تبلیغی سفر موضع گڑھ فتح شاہ فیصل آباد کے قریب موضع دانیال میں محفل کا پروگرام تھا۔ راستے میں ایک جگہ آپؒ نے گھوڑی کو روک لیا۔ اور سنگیوں کو حلقہ کی شکل اختیار کرنے کا حکم دیا، اور کہا کہ اسم ذات کا ذکر شروع کرو، آپؒ کی طبیعت بڑی موج میں تھی، جدھر بھی

نگاہ اٹھاتے تو سنگی وجد کی حالت میں تڑپنے لگتا۔ آپ کی طبیعت حالت سفر کے دوران بڑی موج میں ہوتی، بعض علاقے جہاں زیادہ دنوں کا تبلیغی سفر ہوتا، تربیت گاہ کے نام سے مشہور تھے، جن میں خاص کر بورے والے کا علاقہ تھا، جس کا پروگرام گرمی کے موسم میں ہوتا تھا۔ اس وقت سکولز اور کالجز میں گرمی کی چھٹیاں ہوتیں۔ آپ کے شیڈول کے مطابق ایک دن میں دو دو تین تین دیہات کا سفر ہوتا، ان میں ذکر کی خوب محفلیں ہوتیں۔ اس وقت سڑکیں پختہ نہ تھیں بلکہ کچے راستے ہوتے۔ حضرت صاحب گھوڑی پر سوار ہوتے اور دوست احباب پیدل ہوتے، کئی کئی میل پیدل سفر ہوتا۔ دوران سفر سنگی دوست ذکر میں مصروف ہوتے۔ دوستوں پر وجدانی کیفیت طاری رہتی، بعض اوقات حضرت صاحب کسی درخت کے سائے میں رک جاتے، دوست احباب حلقے کی شکل اختیار کر کے ذکر شروع کرتے اور اکثر وجدانی کیفیت میں بے خود ہو کر زمین پر گر پڑتے۔ اس طرح عرصہ دراز سے زنگ آلود دلوں کی صفائی ہو جاتی۔

فیض روحانی سے مستفید ہونے کیلئے ملازمت پیشہ لوگ چھٹیاں لیکر سفر میں شمولیت اختیار کر لیتے۔ علاوہ ازیں سکولوں اور کالجوں کے اساتذہ اور طلبہ چھٹیوں میں اپنی روحانی تربیت کیلئے شمولیت اختیار کرتے اور فیضیاب ہوتے۔

آخری تبلیغی سفر:

صوفی کرامت حسین رحمۃ اللہ علیہ نے پاکستان اور بیرون ممالک میں تقریباً 20 بیس سال تک تبلیغی سفر کیا۔ الحاج چوہدری مظفر صاحب خلیفہ مجاز لاہور فرماتے ہیں 1979ء کے سالانہ تبلیغی دورہ سفر میں فرمایا کہ "یہ فقیر کا آخری تبلیغی سفر ہے، اس کے بعد میری جگہ خواجہ منیر حسین رحمۃ اللہ علیہ تبلیغی سفر کیا کرے گا۔ اس کے بعد میری جگہ صوفی منیر حسین رحمۃ اللہ علیہ ہی آیا کرے گا"۔

میں نے فقیری میں 23 برس بڑی عزت و آبرو کے ساتھ گزارے ہیں اس پر اپنے رب العزت کا شکر ادا کرتا ہوں۔ آپ نے شکرانے کے طور پر مسلسل آٹھ دن ایک ایک بکرا بطور

صدقہ ذبح کیا۔ دوست احباب اور مریدین کو ایک محفل میں مدعو کیا اور تمام حاضرین محفل کی موجودگی میں فرمایا کہ اللہ رب العزت نے اس دین متین کی جو ذمہ داری اس فقیر کو سونپی تھی، وہ اللہ کی توفیق ونصرت سے نبھانے کی کوشش کی، اب یہ ذمہ داری فقیر اپنے بیٹے منیر حسینؒ کے سپرد کرتا ہے اور وہ ہی اس کے اہل ہیں اور باہمت بھی ہیں۔

فقیر یہ ذمہ داری حضور نبی کریم صاحب لولاک ﷺ کی اجازت سے حضرت خواجہ صوفی منیر حسینؒ کو مرحمت کرتا ہے۔

1978ء میں جب حج بیت اللہ کی سعادت نصیب ہوئی تو اس وقت حضرت خواجہ صوفی منیر حسینؒ کے ہاتھ اپنے آقا علیہ السلام کی بارگاہ میں پیش کیئے۔ کہ انہیں دین کی خدمت کیلئے قبول فرمائیں۔ تو سرکار مدینہ سرور قلب وسینہ ﷺ نے انہیں قبول فرمالیا۔ اس پر اپنے رب کریم کا بے حد شکر گزار اور ممنون ہوں۔ پھر حضور خواجہ صاحبؒ نے سب سے مخاطب ہو کر فرمایا کیا آپ اسے میرے بعد بطور جانشین قبول کرتے ہو۔ اور اس کے ساتھ تعاون کا وعدہ کرتے ہو جو اس سے تعاون کرے گا چنگا رہ جائے گا۔ یہ سن کر تمام حاضرین محفل نے حضرت خواجہ منیر حسینؒ سے تعاون کا یقین دلایا۔ حضرت صاحب قبلہ کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ یہ آنسو تشکر کے تھے فرمایا کہ میری آنکھوں کے آنسو اس لئے نہیں ہیں کہ سنگیوں نے میرے بیٹے کو بطور جانشین قبول کرلیا ہے۔ بلکہ اس لئے ہیں کہ دین کی خدمت کے جس کام کیلئے میں نے انہیں تیار کیا تھا منیر حسینؒ اس سے مستعد نظر آرہے ہیں، کسی بھی شخص کی حقیقی کامیابی اس کے مشن کی کامیابی ہوتی ہے۔ خلفائے عظام نے ہاتھ بلند کر کے حضرت خواجہ منیر حسینؒ کی جانشینی کو قبول کیا اور کہا کہ ہمیں خواجہ صاحب کے آنے کی بڑی خوشی ہوئی اور یہ سراپا نظارہ بن جائیں گے۔

سجادہ نشینی کا تقرر:

21 دسمبر 1979 بوقت عصر دربار شریف میں خصوصی محفل کا پروگرام ہوا، جس میں خصوصی طور پر خلفاء عظام کو بلایا گیا۔ آپؒ نے انہیں نصیحتیں فرمائیں تعویذات اور دیگر ضروری

باتیں سمجھائیں۔آپ نے شکرگڑھ میں صوفی عبدالحمید خان کے ہاں صوفی منیر حسینؒ کو بوجہ علالت طبیعت بھیجا اور خود دربار شریف میں حاضر رہے۔اور اس موقع پر آپؒ نے اعلان فرمایا کہ 11 جنوری کو ایک محفل ہوگی۔اس میں سب لوگ شامل ہونے کی کوشش کرنا کیونکہ یہ بہت بڑی محفل ہوگی، یہ محفل محفل وصال ثابت ہوئی، گویا آپ نے زندگی میں ہی اپنے وصال کا اعلان فرمایا۔

اس سے قبل 1978ء میں عاشق رسول میاں محمد بخش رحمۃ اللہ علیہ کے مزار اقدس کھڑی شریف میں کثیر سنگیوں سمیت مراقبہ اور حاضری کے دوران آپ نے دعا فرمائی تھی کہ تمام عمر سنت رسول اللہ ﷺ کی پاسداری میں ہی گزاری ہے آخری خواہش ہے کہ جب فقیر دنیا سے جائے تو سنت رسول ﷺ کے مطابق اسکی عمر بھی تریسٹھ سال کی ہو کیونکہ اس سے زیادہ عمر مجھے نہیں بھاتی، کہ سرکار ﷺ کی اتنی ہی عمر تھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بھی اتنی ہی عمر تھی۔مراقبہ کے بعد آپ نے صحن مسجد میں محفل کروائی اور واپسی کا حکم دیا۔راستے میں پوچھنے پر خود ہی فرمایا کہ آج فقیر پر اللہ کا بڑا کرم ہے کہ ایک درویش کی خدمت میں اللہ نے فقیر کو اپنے محبوب کی سنت کے مطابق عمر (تریسٹھ سال) میں قبول کرلیا ہے۔اور فقیر کی عمر 90 سال سے تریسٹھ سال منظور ہو چکی ہے۔اور یہ درویش وقت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نگاہ کرم کا صدقہ ہے کہ اللہ نے ان کی دعا قبول فرمائی ہے۔فقیروں کی باتیں یا فقیروں کے راز فقیر ہی جانتے ہیں۔سو انہوں نے سفارش کی۔اللہ رب العزت نے قبول فرمالیا۔اور فقیر کی آخری خواہش جب دنیا سے جائے تو رسول اللہ ﷺ کی سنت کے مطابق 63 سال کی عمر میں جائے اللہ رب العزت نے پوری فرمائی۔

ایک دفعہ فرمایا کہ 11 جنوری 1980 کو فقیر اس دنیا سے رخصت ہو جائے گا، مریدین زاروقطار رونے لگے آپ نے فرمایا۔

دوستو! سیٹیں خالی پڑی ہیں گھوڑے دوڑالو۔بڑی بڑی گدیوں پر مٹی کے مادھو بیٹھے ہیں جو کسی کام کے نہیں ،جلدی جلدی ملنے کی کوشش کرنا تاکہ ان خالی سیٹوں کو پر کیا جائے، حضرت صاحب تین بجے تک اس کیف و مستی میں بیٹھے رہے۔

محفل پر روانگی اور ارشادات:

حضرت خواجہ کرامت رحمۃ اللہ علیہ نے کوجرانوالہ شریف میں ایک محفل کا انعقاد کیا جس میں کثیر تعداد میں خلفائے عظام موجود تھے۔ حضرت صاحبزادہ منیر حسین (رحمۃ اللہ علیہ) کو دستار فضیلت اور جبہ ولائیت سے نوازا۔ سجادہ نشین مقرر کرنے کا اعلان فرمایا۔

خصوصاً چوہدری مظفر صاحب نے جب پہلے سفر کی ساری روئیداد آ کر سنائی تو حضور قبلہ عالم بہت خوش ہوئے اور علیحدگی میں چند نصیحتیں فرمائی۔ جو صوفی مظفر صاحب اور حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان راز تھیں۔ ان میں سے چند درج ذیل ہیں۔

(۱) فقیر کا ساتھ دینا اس سے تمہاری بات بھی بنی رہے گی۔

(۲) 31 دسمبر 1979ء شام کی نماز ہمارے ساتھ آ کر پڑھنا، ایک بڑی محفل ہو گی۔

چوہدری مظفر فرماتے ہیں کہ مقررہ تاریخ کو میں کچھ دیر سے پہنچا تو حضرت مشتاق صاحب فرمارہے تھے کہ چوھدری صاحب آپ کا ہی انتظار ہو رہا ہے۔ محفل شروع ہوئی تلاوت قرآن پاک، ختم خواجگان اور شجرہ مبارک پڑھا گیا۔ صوفی مظفر علی شرقپوری نعتیہ اشعار پڑھ رہے تھے۔ وجد کی کیفیت تھی۔ ابھی پہلا مصرع پڑھا ہی تھا کہ فرمایا اسے بار بار پڑھو۔

''سدا'' سجناں ولوں آیا　　تے اسی نال خوشی دے ٹر چلے۔

کچھ دیر بعد فرمایا مظفر یہ اشعار کسی اچھے کاتب سے لکھواؤ اور مجھے اس کی کاپی بھجوا دینا۔

(۳) اب 11 جنوری 1980 سے قبل دربار شریف نہ آنا، اس دن ایک بہت بڑی محفل ہو گی۔ آخر میں آپ نے چند مزید نصیحتیں فرمائیں، جو ہمارے لئے راہ طریقت میں سنگ میل ثابت ہوئیں۔

(۴) جو اسے منیر حسینؒ صاحبزادہ خیال کرے گا وہ فیض سے محروم رہے گا مگر جو اسے فقیر سمجھے گا وہ سب کچھ حاصل کر لے گا۔

(۵) نئی حکومت اپنا مسودہ قانون وقت کے تقاضوں کے مطابق تیار کرتی ہے جس پر عمل پیرا ہونا ضروری ہوتا ہے۔

(۶) (OnDuty) سپاہی اعلیٰ آفیسر کی گاڑی کو روک سکتا ہے ،یعنی سجادہ نشین با اختیار ہوتا ہے۔

(۷) فقیر نے بیس سال کی محنت شاقہ سے قطرہ قطرہ ڈال کر ایک بوتل تیار کی ہے، جب اس کا ڈھکن کھلے گا تو ایک جہاں فیض یاب ہوگا۔

(۸) میرا حبیب (حضرت خواجہ منیر حسین) میرے فیض کو دریا کی مانند لٹائے گا یعنی تقسیم کرے گا۔

(۹) فقر والا محکمہ میں سپاہی ہو تو اس کی کوشش ہوتی ہے اس کا بیٹا بھی آفیسر ہو فقیر اس محکمہ (فقر) میں سپاہی بھرتی ہوا تھا اور حبیب منیر حسینؒ کو آفیسر بنا کر جا رہا ہے

(۱۰) اپنی اولاد کے بارے میں یہ کلمات ارشاد فرمائے کہ جس دوست نے بھی میرے ایک بیٹے سے دوسرے بیٹے کے متعلق چغل خوری کی یا حسد اور بغض رکھا گویا اس نے میرے ساتھ بغض کینہ یا عداوت رکھی۔

اولا دامجاد:

حضرت خواجہ کرامت حسین رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے چار بیٹے اور ایک بیٹی عطا فرمائی تھی ۔ایک بیٹا بچپن میں ہی انتقال کر گیا۔باقی تین بیٹے اور ایک بیٹی ہے ۔

(۱) بڑے بیٹے حضرت خواجہ منیر حسین صاحبؒ

(۲) مجھلے بیٹے خواجہ مشتاق حسین صاحب

(۳) چھوٹے بیٹے صاحبزادہ لیاقت حسین صاحب ہیں ۔

آپ کی اولاد نے آپ کو باپ نہیں بلکہ پیرومرشد سمجھ کر ادب واحترام کی مثال قائم کر دی۔ اور آپ کے ہر حکم کی پیروی کی،محافل ذکر کے انعقاد کے پروگرام مرتب کرنے اور سنگیوں کو اطلاع کرنے کیلئے خط وکتابت کا کام مہمان دوستوں کے لنگر و آرام کا بندوبست سب ان کے ذمہ تھا۔انہوں نے دربار شریف کے ہر طرح کے انتظامات کو بڑے احسن طریقے سے نبھایا۔صاحبزادگان دین کی تبلیغ اور مشن میں حضرت صاحب کے ساتھ شریک سفر رہے اور

دربار شریف کے ہر کام میں انتھک محنت کر کے حضرت صاحب کے بہترین معاون ثابت ہوئے اتنا ہی نہیں بلکہ تمام صاحبزادگان آپ کی تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر حقیقی جانشین ثابت ہوئے۔

صوفی مظفر صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت صاحب نے اپنے صاحبزادگان کی ڈیوٹی اس انداز سے لگائی، جملہ سفر اور حضرت صاحب کے تبلیغی ادوار کے نگران صاحبزادہ صوفی منیر حسین صاحب ؒ کو بنایا اور لنگر کی ساری ڈیوٹی خواجہ لیاقت حسین صاحب کی لگائی تو بندہ نے عرض کی کہ حضور! آپ نے خواجہ مشتاق صاحب کو کیا دیا ہے آپ نے اس بات کو بہت خوب سمجھا اور فرمایا کہ ملازم ہے ابھی فارغ نہیں۔ اللہ بہتری کے دروازے کھول دے گا۔

وصال:

صوفی مظفر صاحب کہتے ہیں کہ ہمیں تو آپ نے پابند فرما دیا کہ 11 جنوری سے قبل دربار شریف نہیں آنا چنانچہ حکم کی تعمیل میں 31 دسمبر 1979ء تا 10 جنوری 1980ء تک حاضر خدمت نہ ہوئے۔ لیکن کیا معلوم تھا کہ یہ تاریخیں ہمیشہ کیلئے ہی ہماری محرومی کا باعث بنیں گی اور دوبارہ کبھی موقع نصیب نہ ہوگا۔

حضرت صوفی حنیف صاحب لاہور والے کہتے ہیں کہ بندہ اس رات حضور کی خدمت میں حاضر تھا، کچھ اور سنگی بھی آئے ہوئے تھے رات گئے تک نشست رہی۔ اسی رات حضرت خواجہ منیر حسین جھوک دتہ (ستیانہ) ضلع فیصل آباد میں تھے۔ حضور قبلہ عالم نے دربار شریف میں سنگیوں کو فرمایا کہ صاحبزادہ صاحب نے بھی محفل ختم کر دی ہے اور اب ہم بھی محفل برخاست کرتے ہیں۔ تقریباً رات کے گیارہ بج چکے تھے آپ رحمۃ اللہ علیہ گھر میں تشریف لے گئے، نماز تہجد کی ادائیگی اول وقت میں ہی کر لی اور آرام کیلئے چارپائی پر لیٹ گئے کلمہ شریف اور دیگر اذکار کرتے کرتے خالق حقیقی سے جا ملے (انا للہ وانا الیہ راجعون)

ہمارے لیئے تو یہ 10 اور 11 جنوری کی رات تھی لیکن حضرت صاحب کیلئے یہ وصال یار کی رات تھی۔

وصال کے وقت آپ کی عمر تریسٹھ سال تھی نماز جنازہ قیوم پنجم خواجگان حضرت خواجہ

محمد معصوم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے پڑھائی، اور ختم چہلم بھی آپ کی زیر صدارت ہوا۔ محمد اعظم چشتی نے اپنے مخصوص اشعار سنا کر سنگیوں کے دلوں کو منور کیا آپ کا مزار پاک آپؒ کے فرمان اور نشان کے مطابق تعین کردہ جگہ پر ہے۔ آپؒ کثیر الفیضان بزرگ تھے۔ آپ کے خانقاہی مرکز سے بے شمار مرید اور خلفاء روحانی تربیت پا کر ملک کے کوشے کوشے میں پھیل گئے۔ جہاں جہاں ان کے قدم پہنچے وہاں علم وعرفان کی شمعیں روشن ہوتی گئیں، جن کی چمک چوند سے ملک کی ساری فضا جگمگا اُٹھی۔

تعلیمات، ارشادات وفرمودات

حضرت خواجہ کرامت حسین رحمۃ اللہ علیہ با قاعدہ تقاریر نہ فرماتے تھے، تاہم محفل کے اندر دوران نعت ہی موج میں آ کر یا کسی سنگی کو خصوصی پیغام دیتے ہوئے چند کلمات ارشاد فرما دیتے، یا علیحدگی میں چند خلفائے عظام کو نصائح کی شکل میں
ذیل میں انہی ارشادات کو قلمبند کیا جاتا ہے۔

صوفی مظفر صاحب (لاہور والے) کے بقول:

(1) فقیر قبر میں بھی منزلیں طے کرتا رہتا ہے، بلکہ اپنے مریدوں کے مراتب بھی بلند کرواتا رہتا ہے۔اس کی مثال ایک زیر تربیت اور تربیت یافتہ فوجی کی شکل میں دیا کرتے۔ کہ ایک زیر تربیت فوجی کو نشانہ بازی کیلئے گولیاں گن کر دی جاتی ہیں اور جب وہ میدان جنگ میں ہوتا ہے تو اسے گولیوں کی پیٹیاں دی جاتیں ہیں۔اور نیز اس سے حساب بھی نہیں لیا جاتا۔اسی طرح فقیر دنیا میں شریعت کی حدود وقیود کا پابند رہ کر فیض دیتا ہے اور جب قبر کے اندر جاتا ہے تو اپنے مریدین پر بے پناہ عنایات روحانی کرتا ہے۔

(2) ذکر الٰہی کرو، اللہ کے ذکر میں ہی سب کچھ ہے

(3) مرید صادق وہ ہے جو شیخ کی رضا پر ہمیشہ آمین کہے۔شیخ جانتا ہے کہ اس نے مرید کو کیسے رکھنا ہے۔وہ اپنے مرید کو بے سہارا نہیں چھوڑتا۔
کبھی کبھار جب محفل پورے جوبن پر ہوتی تو فرماتے۔

(4) اگر مجھے دوستوں کے آرام کا خیال نہ ہوتا تو آج ہم ساری رات اسی حالت میں بیٹھے رہتے۔

(5) پیر کی مثال تو ہوائی جہاز کے پائلٹ کی مانند ہوتی ہے سواریوں کا کام تو بس ٹکٹ

خرید کرسوار ہونا ہوتا ہے نہ کہ جہاز کو چلانا، یہ پائلٹ کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ اسے کیسے چلائے کتنی بلندی پر لے جائے اور کیسے پورے راؤنڈ کرے۔

(6) جونہی مرید اپنے پیر کے ہاتھ بیعت کرتا ہے تو اس کے روحانی سفر کا آغاز ہو جاتا ہے، پیر نئے سرے سے کلمہ پڑھاتا ہے، نماز روزے کی پابندی کا حکم دیتا ہے نیز مالی استطاعت کے مطابق زکوۃ اور حج کا بھی حکم دیتا ہے۔اور مرید کے نفس کے اندر سے فاضل مادے خارج کرنے کیلئے اللہ ہو کی ضربیں لگا کر اسے بقعہ نور بنا دیتا ہے۔

(7) اصل فتح تو دل کی فتح ہوتی ہے جسے دلوں کی فتح نصیب ہوگئی وہ ہی فاتح زمانہ ہے۔

(8) ماں باپ کی خدمت کرو۔کیونکہ ماں باپ کا نافرمان جنت میں نہیں جائے گا، خواہ وہ کتنا ہی بڑا زاہد و عابد کیوں نہ ہو۔

(9) نماز باقاعدگی سے ادا کرنا کیونکہ جس کی نماز پنجگانہ میں اسے ایک بھی نماز ترک ہوگئی اس کا شمار بے نمازیوں میں سے ہوگا، اور جس نے تمام نمازیں چھوڑ دیں۔ **من ترک الصلوۃ متعمدًا فقد کفر** گویا اس نے کفر جیسا کام کیا۔کپاس کی مثال دیتے تھے کہ جب ایک زمیندار کپاس کاٹتا ہے تو گندم بونے تک تقریباً دو تین ماہ کا عرصہ درکار ہوتا ہے۔اس دوران وہ ہل چلاتا ہے۔اتفاق سے یا جان بوجھ کر تھوڑا سا خطہ خالی چھوڑ دیتا ہے، جب گندم بوتا ہے تو اس جگہ سے گندم کا رنگ مختلف ہوتا ہے، اس کی قوت بھی کم ہو جاتی ہے، بس یہ ہی مثال نمازی کی ہے اگر کسی نے پانچ میں سے دو یا تین نمازیں نہیں پڑھی، تو وہ کمزور رہ جاتا ہے،

(10) بچیوں اور بچوں کی شادی سنت مصطفیٰ کے مطابق کرنا، جیسے میں نے اپنے بیٹوں اور بیٹیوں کی کی ہے۔جہیز میں صرف جائے نماز، لوٹا اور قرآن پاک دیا ہے۔کیونکہ جہیز مکمل نہ ہونے پر لڑکیاں بیچاری کنواری بیٹھی رہتی ہیں۔اور حالت یہ ہو جاتی ہے کہ لوک تک رکھدے رکھدے لک ٹڑا پیندے نیں۔

(11) مجھے جتنا روحانی اور مالی فائدہ سنت مصطفیٰ ﷺ پر عمل کرنے سے ہوا ہے اتنا کسی اور چیز سے نہیں ہوا۔

(12) ہر ویلے راضی رہو ہر تے راضی رو۔ یعنی ہر شخص پر راضی اور ہر وقت راضی رہنا فقیری ہے۔

(13) اگر کسی انسان میں دس میں سے نو باتیں بری پائی جائیں، ایک اچھی تو اس ایک اچھی بات کی بنا پر اس سے محبت کرتا ہوں کہ میرے نزدیک اس فعل کی وجہ سے اس کی بری عادتیں ختم ہو جائیں گی۔

(14) اگر کوئی باشرع بزرگ ہو تو اس کی صحبت اختیار کرو اور اسکی خدمت کرو۔ اور میرا تصور بھی نہ کرو کہیں ایسا نہ ہو کہ اسے میرا تصور کرنا ناگوار گذرے میرا اور آپ کا تعلق ہی توڑ دے۔ یعنی اگر کہیں کسی اللہ والے کی صحبت ملے تو ضرور جاؤ اور اسے اس قدر محبت اور ادب سے پیش آؤ کہ میرا تصور بھی نہ کرو۔ اس سے جو دعا فیض ملے سمجھو کہ یہ میرے شیخ کا صدقہ ہے۔

(15) بیٹا! فرائض کی قضاء ہے لیکن ارادہ زنا (بری نظر) کی قضا نہیں اسلئے اس سے بچنا چاہئے۔

(16) چھوٹوں سے شفقت کرنا اور بڑوں کا ادب کرنا کیونکہ "با ادب بانصیب بے ادب بے نصیب"

(17) بری سوسائٹی سے بچو! کیونکہ گناہ اور نافرمانی اتنا نقصان نہیں دیتی جتنا نقصان بری سوسائٹی دیتی ہے۔

دربار شریف میں بیٹھے ہوئے یہ ارشادات حضرت خواجہ نوید حسین مدظلہ العالی اور حضرت خواجہ مشتاق حسین نے بذات خود ریکارڈ سے دیکھ کر لکھوائے۔ تفصیل درج ذیل ہے۔

(18) دریا کی مثال دیا کرتے تھے:

کہ جب دریا موج میں آتا ہے تو سارے لاہور کا گندا پانی، ندی نالوں کا گندا پانی اپنے اندر لیتا ہے تو اس گندے پانی کو یہ معلوم نہیں ہوتا کہ میں کس میں گرا ہوں۔ آہستہ آہستہ کنارے کنارے چلا جاتا ہے، شاید کہ کسی دوست کو سمجھ نہ آئی ہو کہ گندا نالہ کون ہے؟۔ دریا کون ہے؟۔ جب دریا میں موج آتی ہے تو وہ ایک چھل مارتا ہے تو سارے کا سارا گندا پانی اپنا نام ونشان ہی بھول جاتا ہے۔ یعنی اس گندے پانی کا پتہ ہی نہیں چلتا کہ وہ صاف دریا میں گر کر کہاں گیا، وہ گندے پانی سے بدل کر صاف اور معطر پانی میں بدل جاتا ہے۔ یعنی بُرا شخص نیک بندوں کی صحبت میں آ کر نیک بن جاتا ہے۔

(19) بارات اور دولھا کی مثال:

جب بارات تیار ہوتی ہے اس میں چوہدری، امیر، غریب، چھوٹا بڑا سب شامل ہوتے ہیں۔ کوئی پیدل، کوئی سوار دولھا گھوڑی پر سوار تمام باراتیوں کو دیکھتا ہے جب تک اس کے تمام باراتی اکٹھے نہ ہو جائیں اور اس کی خواہش یہ ہوتی ہے کہ تمام باراتی اکٹھے ہو کر چلیں۔ اس میں دولھا کون ہے اور باراتی کون ہیں؟۔ مطلب یہ ہے کہ ذاکرین کی جماعت میں ہر درجہ کے لوگ بلاامتیاز طریقت کے سفر میں ہمسفر رہتے ہیں۔

(20) کیڑے کی مثال:

ایک چھوٹا سا کیڑا یہ چاہتا ہے کہ میں مدینہ جاؤں لیکن اس کے کیلئے یہ ناممکن ہے۔ کوئی ذریعہ نہیں، آخر اس کیڑے کو ایک ترغیب سوجھی، کہ وہ کبوتر کے پاؤں میں لگ جائے۔ کبوتر چونکہ مدینے کا راہی تھا، چنانچہ جیسے جیسے وہ کبوتر روضہ رسول پر پہنچ گیا اس کے ساتھ ساتھ ہی وہ کیڑا بھی مدینے پہنچ گیا۔ فرمانے لگے۔ کبوتر

باتیں کرتے تھے کہ روضہ دور ہے لیکن وہ ایک بڑی پروان کے ساتھ اُڑے جو سب سے آگے تھا اس نے کہا کہ میرے ساتھ آتے میرا ساتھ نہ چھوڑنا، سفر بہت لمبا ہے تو کوئی بات نہیں ۔فرمایا کہ یہ نہ کہو کہ دو سال گذر گئے پانچ سال، دس سال گذر گئے بلکہ جس نے تمہارے ساتھ وعدہ کیا ہے وہ تمہیں ضرور منزلِ مقصود پر پہنچادے گا۔

(21) فقیر دنیا نالوں قبر دے وچ زیادہ کم کرداا ے۔

(22) جن کی مثال:

جن کی مثال بیان فرماتے تھے اگر کسی بندے میں جن آجائے تو بظاہر بندہ بولتا ہے، لیکن اس میں اصل طاقت جن کی ہوتی ہے۔اسی طرح جب کوئی ولی اللہ بولتا ہے تو زبان بندے کی ہوتی ہے مگر اس میں اصل طاقت اللہ کی ہوتی ہے۔

(23) بھریا اس دا جانیے جہدا تو ڑ چڑھے۔

صوفی محمد یونس صاحب (خادم دربار عالیہ کے بقول:)

(24) دوران سفر کوئی چیز تقسیم فرمانے لگتے تو فرماتے سب سے پہلے ان سنگیوں کو دو جن کے چہرے پر سنت مصطفیٰ ﷺ سجی ہوئی ہے اور سفید ہے پھر ان کو جن کی داڑھی سیاہ ہے، آخر میں ان کو دو جنہوں نے ابھی نہیں رکھی۔انشاء اللہ رکھ ہی لیں گے۔

(25) کبھی کبھار ایسا بھی فرماتے کہ جن چہروں پر سنت مصطفیٰ ﷺ ابھی تک نہیں سجی ہوئی وہ کمرہ سے باہر نکل جائے ابتداء بعض دفعہ اس زد میں صاحبزادگان بھی آجاتے۔کیونکہ ابھی تک وہ بھی اس زیور سے مزین نہ تھے۔صاحبزادگان باہر آتے اور کہتے کہ داڑھی رکھنے میں ہی بھلا ہے۔

(26) فقر یا طریقت میں جب تک کوئی صوفی نماز کا پابند نہیں ہوتا اس کی کلاس آگے نہیں بدلتی۔طریقت میں اس کے لئے کوئی مقام نہیں جو نماز کا مکمل طور پر پابند نہیں ہوتا۔

(27) جس فقیر کو قرب رسول زیادہ نصیب ہوتا ہے اس کی نشانی یہ ہوتی ہے کہ اس کے سنگی (مریدین) اپنے چہروں پر سنت رسول اللہ ﷺ سجائے ہوتے ہیں، اس کو اتنا ہی زیادہ قرب رسول ملتا ہے۔

(28) طریقہ تبلیغ انتہائی سہل اور سادہ سا ہوتا۔ چھوٹی چھوٹی اور سادہ سی سادہ مثالوں سے سمجھاتے۔ جو فوراً دلوں پر اثر کرتی۔ ذکر الٰہی سے دلوں کو گرمانے کا نہ صرف حکم دیتے بلکہ نجی اور اجتماعی محافل میں سنگیوں کو ساتھ بٹھا کر اللہ ہو کی ضربیں لگاتے۔ اور دلوں کی دنیا آباد فرماتے اور فرمایا کرتے

مکھن کھاندیاں دند گھسدے نیں تے گھسن دیو
ذکر کردیاں لوگ پاگل کہندے تے کہن دیو

آپ اکثر مریدین کو سنگی کہا کرتے تھے مریدین کو کبھی مرید کہہ کر نہ پکارتے تھے۔

(29) علماء کا کام مسائل کو بیان کرنا ہے جبکہ فقیر کا کام اس پر پابندی کرانا ہے۔ نیز نماز کی پابندی کرانا مشکل نہیں، شریعت پر عمل صرف فقیر کی نگاہ سے ہو جاتا ہے فقیر کیلئے نماز کا پابند بنانا نگاہ کا کام ہے۔ فقیر صرف نگاہوں سے تمام کام کرتا ہے جبکہ دوسروں سے کروانے پڑتے ہیں۔

(30) فقیر چلتی گاڑی میں کھڑے ہو کر کھلی آنکھوں سے کوسوں میل دور تک کسی قبر والے سے بات کر کے اس کا جواب آپکو دے سکتا ہے۔ (شاہد وسیم عبدالحمید مفتی صاحب)

(31) قطرہ وچ پیا دریا دے، پھیر اوہ کون کہاوے
جس تے اپنا آپ گوادے پھیر اوہ ہی بن جاوے

(32) خدمت والدین کے بارے میں فرمایا کرتے "انہیں راضی کر لو۔ اگر وہ نہیں راضی تو جوتیاں توڑانے کی ضرورت نہیں۔ مطلب کہ انہیں راضی کر لو"۔

(33) بابا دانا ابراھیم علاقہ وہاڑی کے گورنر (روحانی) ہیں۔ اور اس علاقے کی سلطنت کے شیخ (روحانی) بابا شیر محمد دیوان رحمۃ اللہ علیہ بادشاہ ہیں (صوفی جعفر سلیم)

صوفی دل محمد کی زبانی:

(34) ہر حال میں شریعت کے پابند رہو۔

(35) جتنا وقت کسی کے شکوہ میں گزارتے ہو اتنے اس وقت میں نبی کریم ﷺ پر درود شریف پڑھا کرو۔

(36) سنگیوں میں سے اگر کوئی نماز کی کوتاہی کرتا تو فرماتے کہ سو نفل پڑھو یا صلوۃ التسبیح پڑھا کرو۔

(37) کسی عورت کو قطعاً ہاتھ نہ لگاتے اور نہ ہی اس کی اجازت دیتے، کسی بچی کو سامنے لا کر اس کے سر پر ہاتھ نہ پھیرتے اور بیعت کے وقت بھی کپڑا لیکر بیعت کرتے۔

(38) فقیر سے وہ کام لیا کرو جو تمہاری دنیا و آخرت کیلئے بہتر ہو

(39) فقیر کے پاس جب آیا کرو تو نیت خالص لیکر آیا کرو کیونکہ فقیر کو تمہاری دلوں کی پلیٹیں صاف کرتے کرتے کافی دیر لگ جاتی ہے۔

(40) ماسٹر محمد عاشق نے ایک محفل میں بتایا کہ

جس سال میں (ماسٹر محمد عاشق) نے داڑھی رکھی، اسی ایک سال یہ سلسلہ سنت داڑھی 313 آدمیوں تک پہنچ گیا تھا۔

(41) پورے تصوف کا خلاصہ پوچھا گیا تو فرمایا ''ادب، ادب بس ادب''

(42) استقامت کرامت سے اعلیٰ درجہ رکھتی ہے۔

(43) جو اللہ کا ذکر کرتا ہے وہ اللہ کی توفیق سے ہی کرتا ہے۔ ذکر کرنا اطاعت و بندگی کا اظہار جبکہ ذکر سے منع کرنا طریق کفار ہے۔

(44) ہر حال میں رب ذوالجلال کا ذکر کرتے رہنا چاہئے۔ اُٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے، سوتے جاگتے، ہر لمحہ ہر گھڑی اس کی یاد سے دلوں کو آباد رکھنا چاہئے۔ دایاں پاؤں اُٹھاؤ تو 'اللہ' بایاں اُٹھاؤ تو 'ہو' سانس اندر لے جاؤ تو 'اللہ' باہر نکالو تو 'ہو' کی آواز نکلے۔

(45) درویشی ،فقیری اور ولایت کسی کی خاندانی وراثت نہیں ۔ بلکہ یہ محنت، ریاضت، مجاہدہ ،مراقبہ،اخلاص ،ایثار اور عشق رسول کی طلب صادق پیدا کر لینے کے بعد فضل خداوندی سے حاصل ہوتی ہے ۔

(46) جو بندہ ہردم اطاعت الٰہی میں رہے یا جس بندے کو اللہ تعالی ہر دم اپنے قرب میں رکھے اسکو کوئی غم اور خوف نہیں ہوتا ۔اس لئے ایسے بندے کو ولی اللہ کہا جاتا ہے ۔

(47) فقیر کی یہ ذمہ داری نہیں ہوتی کہ وہ مخلوق خدا کو ان کے احوال سے آگاہ کرتا رہے ۔ کیونکہ اس کو عشق رسول اور قرب خداوندی سے اتنی فرصت نہیں ہوتی کہ کسی اور طرف دیکھے وہ اللہ کی رضا اور امر سے مخلوق کے احوال و مسائل کی طرف متوجہ ہوتا ہے اس کی ڈیوٹی کرامتیں دیکھانا نہیں بلکہ خلق خدا کو خدا اور رسول کا راستہ بتاتا ہے ۔

(48) اچھے عمل سے اللہ اور اس کے رسول کو راضی کر لو، کیونکہ دنیا اپنے پیدا کرنے والے سے بھی راضی نہیں ہوتی ۔تم سے راضی کیسے ہو گی ؟ ۔

(49) اپنی پہچان کرو ۔اپنی پہچان سے تمہیں خدا کی معرفت نصیب ہو جائیگی ۔

(50) خدا کے بندوں کی مجلس میں از راہ تنقید نہ آیا کرو۔

(51) لوح قلب سے غیر اللہ کے نقوش کو صاف کرو۔

(52) ہر رنگ میں رضائے شیخ کو تلاش کرو،اس میں ہی کامیابی ہے ۔

(53) جس نے فقیر کو دیکھا ہے وہ بھی پچھتائے گا اور جس نے نہیں دیکھا وہ بھی پچھتائے گا۔

(54) فقیر جس علاقے میں جاتا ہے اس علاقے کی ارواح مقدسہ اس انتظار میں ہوتی ہیں کب محفل ہو؟ ۔اور وہ استقبال کریں ۔

(55) اگر محبت ہو گی تو یاد کرنے پر فقیر پہنچ جائے گا آپ کی محبت ہی کھینچتی ہے ۔

(56) جب جن پڑتا ہے تو وہ نظر نہیں آتا ،لیکن جسم پر اس کا غلبہ ہوتا ہے ۔جب فقیر کے

پاس کوئی روحانی طاقت آتی ہے تو وہ فقیر کا نہیں بلکہ اس روحانی شخصیت کا جسم ہوتا ہے۔فقیر ہمیشہ روحانی قوت کا سرچشمہ ہوتا ہے۔

(57) فقیر (کرامت حسین) نے پیری مریدی نہیں کی یاری نبھائی ہے۔

(58) بس ایک ذات کو راضی کر لو 70 آدمیوں کو راضی کرنے سے بہتر ہے۔رب کو راضی کرنے سے فقیر بھی راضی ہو جاتا ہے۔

(59) فقیر چھوٹی سے بات سے راضی یا ناراض ہو جاتا ہے۔

(60) بعض دفعہ دربار شریف پر رہ کر بھی کوئی غیر حاضر ہوتا ہے اور بعض دفعہ دور دراز علاقہ یا گھر میں بیٹھا ہوا بھی حاضری میں ہوتا ہے یہ تو عقیدت کی بنا پر ہوتا ہے۔

(61) سُنار اگر سونے کا کچھ بھی نہ کر سکے تو اسے ایک ٹانکا ضرور لگا دے گا۔

(62) فقیر نے ساری زندگی عشق شیخ اور خدمت شیخ کے ذریعے بہت کچھ پایا۔اگر آج بھی اپنے مرشد خانے سے منہ موڑلُوں تو اسی جگہ پہنچ جاؤں گا جہاں پہلے دن تھا۔

(63) فقیری اصل میں لنگوٹے کی ہوتی ہے(عظیم قربانی کی طرف اشارہ)

(64) اللہ والوں کی وجہ سے آج ہم زندہ ہیں ورنہ دنیا کب کی ختم ہو چکی ہوتی۔

(65) نفس امارہ کی سخت مخالفت کر ہنگی کے ذہن میں اتنے خیالات آتے ہیں کہ صاف کرتے کرتے بہت وقت لگ جاتا ہے۔

(66) نشانہ اپنے شیخ کا ہو سب کچھ اپنے شیخ سے لیکر حضور نبی کریم ﷺ کی بارگاہ تک پہنچنے میں معاون ہوگا۔

(67) فقیروں کے کام اللہ تعالیٰ خود کرتا ہے،لیکن جو آدمی خدمت کرتا ہے یا مالی تعاون کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے رنگ لگا دیتا ہے۔

(68) اللہ والوں کا اصل مشن انسان کے اندر حب الٰہی اور حب رسول ﷺ پیدا کرنا ہے آخر اس دنیا کو چھوڑ کر کسی کی بارگاہ میں جواب دہ بھی تو ہونا ہے۔

(69) عظمت انسانی کا بخوبی پاس کرنے والے رضائے الٰہی جلد ہی پا لیتے ہیں۔

(70) اپنے مرشد خانے پر اعلیٰ درجے کا عشق لیکر آؤ۔سکون فقیروں کی بارگاہ سے ملتا ہے فقر صرف ذکر سے نہیں بلکہ محبت درمحبت سے نصیب ہوتا ہے

(71) چور خالی مکان میں داخل نہیں ہوتا بلکہ سامان والے مکان میں داخل ہو کر لوٹتا ہے،اس لئے ایمان والے دل کی حفاظت لازمی ہے، شیطان بھی ایمان والے دل پر حملہ کرتا ہے۔

(72) بیمار عشق کی دولت اور علاج صرف اور صرف دیدار حبیب ہے،

(73) فقیروں کی محبت ضائع نہیں جاتی اللہ کی ذات چند دن پہلے یا بعد ضرور اس کا صلہ دیتے ہیں۔(وہاں دیر ہے اندھیر نہیں)

(74) درویشوں کی درویشی مکمل ہونے تک ہزاروں قربانیاں دینا پڑتی ہیں،

(75) کسی شخص کی مجال نہیں کہ وہ بغیر تائید ایزدی اور توفیق خداوندی ایسے کارنامے سرانجام دے جن پر ایک عالم ششدر رہ جائے۔

(76) محبت کی مزدوری نہیں جس کا اجر طلب کیا جائے۔

(77) مرید خواہ جتنا بھی بڑھ جائے پیر یعنی شیخ کے مقابل نہیں ہوسکتا۔یعنی مرید طریقت میں جتنے بھی بلند مقام پر پہنچ جائے اپنے شیخ کے برابر نہیں ہوسکتا۔
(یہ تمام اقوال راقم الحروف نے بذات خود خلفاء وسنگیوں سے اکٹھے کئے)
مرید طریقت میں جتنے بھی بلند مقام تک پہنچ جائے اپنے شیخ کے برابر نہیں ہوسکتا۔

(78) پیر تے مرید دی کشتی ہوندی اے۔

(79) ذکر الٰہی خفی اور جہری میں سکول کے بچوں کو پہاڑے یاد کرنے کی مثال بیان فرماتے۔کہ ابتداء میں تو ہاتھ کھڑے کر کے اور اونچی آواز سے ہی یاد کرتے ہوتے ہیں جب ازبر ہو جائیں تو پھر شور کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔بالکل مبتدی مرید کی بھی یہی حالت ہوتی ہے۔

بیعت کا طریقہ:

(80) سنو! جوان، طریقہ رسول نقشبندی مجددی وچ داخل کر کے اسم اللہ، ختم شریف کلمہ پاک درود پاک دی اجازت دتی، تساں قبول کیتی، تساں قبول کیتی، تساں قبول کیتی۔ (تین بار ارشاد فرماتے)

(81) سب اوسے مردسچے داصدقہ اپنی نئیں کمائی۔

(82) واہندیاں دیاں زمیناں تے ملدیاں دے ساک

(83) فقیر دن میں ہزار بار مرتا ہے اور ہزار بار جیتا ہے۔

(84) پیری مریدی نکاح کی مانند ہے۔طالب جب ملتا ہے تو زندہ کی مانند اور طالب بچھڑتا ہے تو مردہ کی مانند ہوتا ہے۔

(85) پانی پیو پن کے تے پیر پھڑ وچن کے

(86) مکھن کھاندیاں دند کھسدے نیں گھسن دیو۔اللہ ہو کردیاں لوکی ہسدے نیں تے ہسن دیو۔

(87) پیر نواب الدین تیرا موہری والا سدوے
اس دے در توں فیض پاکے جگ واجے وجدے

(88) رب کریم انسان کو جتنا عطا فرماتا ہے وہ مجھے سب کچھ رب کریم نے عطا فرمایا ہے

(89) فقیر اگر چاہے تو تمہیں کھایا پیا سب بتا دے مگر اس کی ڈیوٹی نہیں۔

(90) ڈرائیور کی نظر سب پر ہوتی ہے لیکن وہ گاڑی چلا رہا ہوتا ہے وہ آگے انجن کو بھی دھکیلتا ہے تو تمام ساتھیوں کو بس میں لیکر چلتا ہے۔

(91) فقر عشق مصطفیٰ کے آئینہ میں جھانکنا ہے

(92) لوہا گرم ہو کر سرخ ہو جاتا ہے وہ بھی آگ کی طرح کام کرنا شرع کر دیتا ہے یعنی جلانا شروع کر دیتا ہے لکڑی کے ساتھ لوہا بھی تیرنا شروع کر دیتا ہے۔

(93) اگر علماء کرام مشائخ عظام تندہی سے خدماتِ دین کا فریضہ انجام دیں تو کافی حد

تک برائی ختم ہو جائے۔

(94) صحبت صالح ترا صالح کند۔صحبت طالح ترا طالح کند"علامہ جلال الدین کا شعر پڑھا کرتے۔

(95) دنیا دار دنیاوی ضروریات کیلئے درویش کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں۔ درویش کا یہ کمال ہونا چاہئے کہ دنیوی اغراض کے لئے آنیوالوں کو موڑ کر دین کی خدمت میں لائیں۔

(96) بھینس کو ڈوبنا اور درویش کو مانگنا ایک طعنہ ہے ۔کتنا ہی پانی ہو بھینس ڈوبتی نہیں۔تیرتی ہی جاتی ہے چاہے وہ کہیں دور جا کر کنارے لگے ۔درویش کو لوگ بادشاہوں کا بادشاہ کہتے ہیں اگر یہ بھی لوگوں سے مانگنا شروع کر دے تو گویا گداگروں سے بھی گیا گذرا۔یعنی جس طرح بھینس پانی میں ڈوب نہیں سکتی اسی طرح وہ فقیر درویش کسی دنیا دار سے مال ودولت بھی نہیں مانگتا۔اگر مانگتا ہے تو درویش نہیں ہوتا۔

(97) کسی آدمی نے پوچھا آدمی فقیر کب بنتا ہے؟۔جب فکر نہ رہے۔سائل بہت حیران ہوا کہنے لگا،یہ سوال کئی جگہ کیا ہے لوگوں نے بہت تفصیل سے بتایا ہے اور سمجھانے کی کوشش کی ہے لیکن جواب اس اطمینان سے نہیں ہوا۔لیکن آپ کے جواب سے تسکین وآرام ہو گیا ہے آپ نے فرمایا،فکر ہوتی ہے بیوی بچوں کی مالی دولت کی،دنیا کی ناراضگی کی لیکن اگر تقویٰ حاصل ہو جائے تو سب تفکرات دور ہو جاتے ہیں۔

(98) رضائے فقیر کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ دنیا دار کب راضی ہوتا ہے جب اس کو دولت مل جائے اور کاروبار اچھا ہو جائے مکان اچھا مل جائے دنیا کی کوئی بھی چیز مل جائے تو وہ راضی ہو جاتا ہے،درویش اگر دولت سے راضی ہوتا ہے اولاد سے راضی ہوتا ہے تو وہ درویش نہیں، درویش اس قدر اللہ اللہ

کرے اس کی زبان میں کوئی اور بولے تو تب راضی ہوتا ہے۔فقیر کی زبان سے کب کوئی اور بولتا ہے، جب ریاضت ومجاہدہ کرتا ہے اورفقیر جب دنیا کے ہر کام سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔تو تب کوئی اور بولتا ہے۔

(99) چوڑی فروش کی مثال:

ایک ونگالی نے سر تے کچ دیاں ونگاں دا ٹوکرا رکھیا ہویا سی تے اک پینڈ وچ پھر رہا سی۔ایک چوہدری ادھر پھیر رہیا سی تے اودے ہتھ وچ مجاں چارن والا ڈنڈا سی ،انیں او ڈنڈا ادہیاں چوڑیاں دے ٹوکرے تے مار دیتا، تے جد ھے نال آدھیاں چوڑیا ٹوٹ گھیاں۔انوں پوچھیا ایدے وچ کی اے؟۔چوڑیاں والے نے کہا کہ چوہدری صاحب اک ہور مارو تے کجھ وی نئیں۔اک ماریاں ادھیاں ٹٹیاں نیں ،اک ہور ماریں گا تے کجھ وی نئیں رہے گا۔یعنی ایک چوڑی فروش سر پر کانچ کی چوڑیوں کا ٹوکرا لئے ایک گاؤں میں پھر رہا تھا ایک چوہدری صاحب پاس سے گذرے۔چوہدری کے ہاتھ میں مویشی ہانکنے والا ڈنڈا تھا۔ چوہدری صاحب نے ڈنڈا اس کے ٹوکرے پر مار کر پوچھا کہ اس ٹوکرے میں کیا ہے؟۔اور تم کیا بیچ رہے ہو۔ڈنڈا لگنے سے تقریباً آدھی چوڑیاں ٹوٹ گئی تھیں۔ چوڑی فروش نے جواب دیا چوہدری صاحب ایک ڈنڈا اور مارو تو کچھ بھی نہیں رہے گا ایک ڈنڈا لگنے سے آدھی گئیں ہیں ایک اور لگے گا تو کچھ بھی نہیں رہے گا۔ بعض لوگوں کو فقیروں کے پاس آنا جانا برا لگتا ہے۔تو وہ پوچھتے ہیں کہ ان کے پاس کیا ہے وہ کہتے ہیں" کچھ بھی نہیں"اگر کسی کو واقعی کچھ جاننے کا شوق ہو تو کچھ وقت آنا جانا رہے سب معلوم ہو جائے گا۔

چوڑیوں والی مثال کا مطلب ہے فقیر قریہ قریہ نگری نگری اللہ کے ذکر کے ذریعے یہ منادی کر رہا ہوتا ہے کہ لوگو آؤ مل کر اللہ کے خزانوں سے مالا مال ہیں۔جس طرح ونگالی چوڑی بیچنے کیلئے صدا لگا تا ہے ہوتا یہ ہے کہ لوگ فقیر کے پاس ادب

اور مقصد سے خالی بات کر کے فقیر کا دل توڑ دیتے ہیں۔ جس سے آنے والے اس کے خزانے سے کچھ حاصل نہیں کر سکتے۔ مقصد یہ ہے کہ جب کسی فقیر سے ملنے جاؤ تو علامہ اقبال نے جو ادب بیان کیا ہے ملحوظِ خاطر رکھیں۔

ے فیض نظر کیلئے ضبط سخن چاہیے
حرفِ پریشاں نہ کہہ ، اہل نظر کے حضور

(100) صحبت کے اثر کے بارے میں فرمایا کرتے تھے، اگر چہ چور کے پاس بیٹھنے والا چور بن جاتا ہے برے کے پاس بیٹھنے والا برا بن جاتا ہے تو درویش کے پاس بیٹھنے والا درویش کیوں نہیں بن سکتا، اصل وجہ ہے کہ ''خلوص دل سے قرب الٰہی کا کوئی خواہش مند نہیں ملتا ورنہ فقیر تو ہمہ وقت مائل بہ کرم ہوتا ہے۔''

کرامات حضرت خواجہ صاحب

تُو کرامت پیر میرا اے کراماتاں تیریاں
سب بیماریاں دور تھیون جس تے نظراں تیریاں

کرامات الاولیاء حق ”اولیائے کرام کی کرامتیں حق ہیں“۔

جو بندہ اللہ کے ذکر میں اپنے آپ کو ہر وقت مصروف رکھتا ہے اور اللہ کو اس انداز میں یاد کرتا ہے کہ ذکر الٰہی میں گم ہو جاتا ہے اور حدیث قدسی کے تحت جب وہ نوافل کے ذریعے اللہ کا قرب حاصل کرتا ہے تو اللہ فرماتا ہے کہ میں اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں (یعنی ہاتھوں میں میری طاقت آجاتی ہے) جس سے وہ کام کرتا ہے، اس کی آنکھیں بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، اس کے کانوں کی سماعت بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، اس کے پاؤں بن جاتا ہوں جس سے چلتا ہے۔۔۔الغرض اس بندہ مومن کے تمام کاموں میں اللہ کی طاقت شامل ہو جاتی ہے۔بقول علامہ اقبال:

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود　　　گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود

جب بندہ بولتا ہے تو آواز بندے کی ہوتی ہے لیکن اصل قوت اس کے مالک کی ہوتی ہے۔
جب بندہ دیکھتا ہے تو آنکھیں بندے کی ہوتی ہیں لیکن قوت بصارت (دور و نزدیک) اللہ کی ہوتی ہے، اسی طرح وہ ظاہر میں ایک قدم اٹھاتا ہے مگر لمبی لمبی مسافتیں طے ہو جاتی ہیں، اور اتنا ہی نہیں بلکہ پھر اس کا ہر کام مخلوق کیلئے نافع ہو جاتا ہے۔وہ اللہ کی رضا کا طالب رہتا ہے۔بعض دفعہ اولیاء الٰہی سے ایسے کام سرانجام ہو جاتے ہیں جو عقل سے ماوراء ہوتے ہیں، انہیں کو ”کرامت“ کہتے ہیں۔

آسان لفظوں میں یوں کہہ لیجئے کہ جب اللہ رب العزت اپنے محبوب بندے کو تکریم دینا

چاہتا ہے تو مخلوق کے دلوں میں اس کی محبت پیدا کر دیتا ہے ۔اور پھر وہ بندہ مخلوق خدا کے نفع کیلئے جو کچھ کہتا ہے وہ ہو جاتا ہے ۔جو کام عام بندوں کی سوچ میں نہیں ہوتا اس کے کہنے سے وہ کام بھی ہو جاتے ہیں ۔حتیٰ کہ'' **لایرد القضاء الاالدعاء**''اس کی دعا میں اتنا اثر ہو تا ہے کہ جب وہ ہاتھ اُٹھاتا ہے تو اجابت وقبولیت اس کا استقبال کرتی ہے ۔یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عزت افزائی ہوتی ہے جو اپنے خاص بندوں کو عطا کرتا ہے ۔اگرچہ کرامات کا ظہور ہی ولایت کی انتہا یا کمال نہیں مگر یہ ولایت کے ظہور کی ایک نشانی ضرور ہے جو بندوں کو ذکر الٰہی کی تاثیر سے حاصل ہو جاتی ہے اس میں بھی مقصد اصلی مخلوق خدا کو خالق کی طرف راغب کرنا ہوتا ہے ۔کیونکہ ایک عام آدمی کو جب تک کوئی منفعت نظر نہ آئے وہ محض وعدوں پر نہیں بیٹھا رہتا (الاماشاءاللہ)ولی کیلئے کرامت کا اظہار ضروری شرط نہیں اگرچہ بظاہر کوئی کرامت نہ بھی ظاہر ہو تب بھی اگر وہ اللہ کے ہاں مقبولیت رکھتا ہے اور اہل اللہ میں شامل ہے تو وہ ولی ہے ۔

حضرت خواجہ صوفی کرامت حسین رحمۃ اللہ علیہ جب سرزمین گوجرانوالہ میں آئے تو پیچھے سے مرشد کامل کی نظر عنائیت تھی اور رب العزت کو بھی یہ مقصود تھا کہ یہ زمین بھی برکت و سعادت اور ذکر الٰہی کا مرکز ومحور بنے تو اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے دل ان کی طرف موڑ دیئے پہلوانوں کے شہر میں کام بھی پہلوانوں جیسا دکھانا ضروری تھا ،چونکہ ابتدا ً ایسے آدمیوں سے پالا پڑا جو سرے ہی سے روحانیت کے اس ماحول اور سسٹم کے خلاف تھے ،اور تصوف جیسے عظیم ومقدس منصب کو زہر قاتل اور قرآن وحدیث کے مخالف قرار دیتے تھے ۔اور جو کھلے لفظوں میں اس کی مخالفت کرتے تھے ۔ایسے سخت دل لوگوں کو تصوف کا گرویدہ بنانا اور پینٹ شرٹ والے بابو حضرات کو سفید شلوار قمیض میں ملبوس کرنا اور کلین شیو جوانوں کو سنت مصطفیٰ ﷺ کے مطابق چہروں والا بنا دینا کسی کرامت سے کم نہیں ۔

صوفی محمد امین صاحب راہوالی آج کل بیرون ملک کسب حلال میں مصروف ہیں ان سے ایک ملاقات کے دوران بندہ (راقم الحروف)جو سنا وہ قلم بند کرنا سعادت سمجھتا ہے ۔

(۱) صوفی محمد امین صاحب فرماتے ہیں کہ میں اس وقت 21 سال کا جوان تھا میں ایک دن خواجہ صاحبؒ کی محفلِ ذکر میں حاضر ہوا میں مالی طور پر انتہائی پریشان تھا اور میرے کاروبار اور گھر کی حالت درست نہ تھی۔جب مصافحہ کیا تو آپؒ جناب نے فرمایا کہ امین تجھے مدینہ نہ لے چلیں۔(کہتے ہیں اندھے کو کیا چاہیے دو آنکھیں)بندہ نے عرض کی کہ حضور اور کیا چاہیے کہ ایمان کے مرکز ومحور اور شہنشاہ کائنات کے قاسم ومختار ﷺ کی بارگاہ میں حاضری سے زیادہ خوش نصیبی کیا ہوسکتی ہے۔چنانچہ اس دن کے بعد یعنی 1970 سے لیکر آج 2011 تک بیرون ملک ہی بہترین وقت گزار رہا ہوں۔فکر معاش سے آزادی کے ساتھ محبوب خدا کی بستی اور اپنے مرشد کریم کی عنایات کے سائے میں شب وروز بسر ہو رہے ہیں۔گویا دنیا بھی آسائش وراحت سے گزر رہی ہے اور حلقہ ہائے ذکر ومحافل بھی جاری ہیں اب ان کے گھر کے جملہ افراد بھی دربار عالیہ گوجرانوالہ شریف کے خدام وغلام ہیں۔حضرت خواجہ صاحبؒ جب بھی موہری شریف اہل خانہ کے ساتھ تشریف لے جاتے تو صوفی صاحب بھی ساتھ ہوتے ہیں۔یہ اعزاز وشرف ان کے سوا کسی کو نہیں ملا۔

(2) عبداللطیف کھوکھر کی آپ بیتی:

1975ء کو گوجرانوالہ میں عبدالطیف کھوکھر جو''فخر ایشیا''فین فیکٹری کا مالک تھا،ایک دن آپؒ سے ملنے آیا۔مگر عقیدت مندوں کا ماحول دیکھ کر جملہ بطور طنز طنزاً کہنے لگا''نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں''چونکہ اسکا خادم بھی اس کے ساتھ ساتھ تھا اس لئے ''کھوکھر صاحب''نے اس جملہ کو کچھ زیادہ ہی طنزیہ انداز میں دہرایا اور کہنے لگا صوفی صاحب علامہ اقبال کے اس شعر کی مجھے سمجھ نہیں آئی کیا آپ مجھے یہ سمجھانے کے ساتھ ساتھ اس کی کیفیت بھی دکھا سکتے ہیں؟خواجہ صاحب نے اس کلین شیو کے منہ پر ہاتھ پھیرا اور کہا کہ کھوکھر صاحب!ہم نے بس بزرگوں سے سنا ہے کہ

نگاہ مردمومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں
جو ہو ذوق یقین پیدا تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں

اس کا مفہوم کوئی اور ہی سمجھائے تو سمجھ میں آتا ہے، فقیر کی بس کوشش ہی ہوتی ہے۔ اس واقعہ کو چار پانچ دن گزر گئے بظاہر تو کچھ نہ ہوا مگر اتنا ضرور ہوا کہ کھوکھر صاحب اپنی فیکٹری میں جاتے لیکن انتہائی پریشان رہتے۔ انکا حجام انہیں شیو کیلئے تلاش کرتا رہتا مگر کھوکھر صاحب اس سے چھپ جاتے اور وہ مایوس ہو کر چلا جاتا (چونکہ امیر آدمی تھے اس لئے حجام کا روزانہ آنا معمول تھا اور مجبوری بھی)۔ 6 دنوں بعد جب حجام نظر آیا تو انہوں نے اظہار ناراضگی کیا۔ حجام کہنے لگا کھوکھر صاحب! میں تو آپ کی تلاش میں رہا ہوں لیکن آپ ہی مجھے نظر نہیں آتے تھے، میں کیا کرتا جواباً کھوکھر صاحب نے حجام سے کہا کہ اب تم نے میری شیو نہیں بنانی بس خط بنا دو۔ کچھ دنوں کے بعد کھوکھر صاحب دوبارہ آپ کی خدمت میں آئے تو حضرت صاحب قبلہ نے اسی شعر کا **مصرع دہرایا:**

"نگاہ مرد مومن سے بدل جاتیں ہیں تقدیریں"

بس پھر کیا تھا کھوکھر صاحب کی آنکھوں سے آنسو اس قدر جاری ہوئے کہ تھمتے ہی نہ تھے اسی کیفیت میں انہوں نے اپنے سابقہ گناہوں سے توبہ کی اور حضرت صاحبؒ کے دست اقدس پر بیعت ہو کر بقیہ تمام عمر ذکر الٰہی میں گزارنے کا وعدہ کیا۔

(3) گوجرانوالہ کی ایک عظیم صنعتی شخصیت محمد رفیق صاحب "المجاہد فین" شاہین آباد والے جو زبردست قسم کے غیر مقلد (وہابی) اور اولیائے کرام کے سخت مخالف تھے نے بھی کچھ گستاخانہ قسم کے الفاظ استعمال کئے اور چیلنج کیا کہ جناب پیر صاحب آپ مجھے داڑھی رکھوائیں تو میں آپ کی ولایت کو مانوں گا؟۔ آپؒ نے انتہائی شفقت کا اظہار فرمایا کہ اللہ بہتر کرے گا۔ چند دنوں بعد ہی جب گوجرانوالہ کی یہ عظیم صنعتی شخصیت دوبارہ آستانہ عالیہ پر حاضر ہوئی تو نہ صرف اس کے چہرے کی حالت بدلی تھی بلکہ اس کے اندر کی حالت بھی تبدیل ہو چکی تھی۔ اب ہر سال صوفی رفیق صاحبؒ کے ہاں مئی میں محفل پاک ہوتی ہے۔ انہوں نے حلقے کیلئے بڑے ذوق وشوق سے کام کیا۔

(4) سنت نبوی ﷺ کے مطابق آپؒ احباب کی دعوت بھی قبول فرماتے لیکن کسی عورت کے ہاں اس کے خاوند یا بیٹے کی اجازت و دعوت کے بغیر نہیں جایا کرتے تھے۔ محمد شریف

محلّہ ریتانوالہ گلی نمبر 4 کی بیوی نے حلقہ ذکر کا سنا ہوا تھا ۔ایک دفعہ آ کر کہنے لگی کہ حضور ہمارے غریب خانہ میں تشریف لائیں ۔اس پر آپؒ نے فرمایا کہ فقیر عورت کی دعوت پر نہیں جاتا، ہاں اگر تیرا خاوند آئے یا کم از کم تیرا چھوٹا بیٹا ہی آ کر دعوت دے جائے تو حاضر ہوں گا۔آپؒ جس کے گھر میں قدم رنجہ فرما دیتے تو اس کی تقدیر بدل جاتی۔

ضلع وہاڑی:

پروفیسر محمد جعفر سلیم صاحب خود بھی صاحب قلم ہیں ۔آپ اکثر قبلہ خواجہ صاحبؒ پر لکھتے بھی رہتے ہیں اور حضرت صاحب پر لکھنے کا انکا مزید پروگرام بھی ہے ۔چند کرامات انہوں نے بھی قلم بند کروائی ہیں جو نذر قارئین ہیں:

(1) قبلہ عالم حضرت صوفی کرامت حسین رحمۃ اللہ علیہ ضلع وہاڑی میں 1964ء میں تشریف لائے تو آپؒ کے عقیدت مندوں کی تعداد میں تیزی سے اضافہ ہونا شروع ہو گیا۔ کیونکہ قدم قدم پر آپؒ سے کرامات کا ظہور ہوتا تھا۔ 1960 کی دہائی میں چک نمبر 567/EB تحصیل وہاڑی میں (جو بعد میں ضلع بن گیا) آپ محمد رشید نامی ایک نوجوان کے ہاں اس کی دعوت پر تشریف لے گئے ۔رات کا وقت تھا۔ایک چھوٹے سے کمرے میں محفل نعت جاری تھی اور شرکاء محفل پر کیف و مستی چھائی ہوئی تھی ۔اللہ ہو کے ذکر سے در و دیوار لرزتے محسوس ہو رہے تھے، ایک نعت خواں نعت پڑھ رہا تھا اور حضرت صاحب حالت مراقبہ میں تھے آپ نے اچانک اس کیفیت سے سر اُٹھایا اور نعت خواں کو رکنے کا اشارہ کیا، میزبان محمد رشید کو بلا کر پوچھا کہ کیا اس کمرے کے علاوہ بھی کوئی جگہ ہے جہاں محفل ہو سکے؟ ۔اس نے ہاں میں جواب دیا تو آپؒ فوراً نشست سے اٹھے اور سنگیوں کو ذکر جہر ''اللہ ہو'' کرنے کا حکم دیا۔ جب ذکر کی آواز پورے عروج پر پہنچی تو آپؒ نے اپنے عصاء مبارک سے ایک ایک سنگی کو اشارہ کر کے دوسرے کمرے میں جانے کا حکم دیا اور خود اپنی نشست کی جگہ چھوڑ کر عین کمرے کے درمیان مین کھڑے ہو گئے جب سارا کمرہ سنگیوں سے خالی ہو گیا تو آپؒ خود بھی ذکر جہر کرتے ہوئے کمرے سے باہر تشریف لے آئے ۔آپ نے

جونہی کمرے سے باہر قدم رکھا اسی وقت اس کمرے کی چھت دھڑام سے نیچے آ گری۔لوگ آپؒ کی یہ کرامت دیکھ کر حیران و ششدر رہ گئے۔لیکن آپؒ نے اس وقت اس پر کوئی تبصرہ نہ کیا۔بس دوسرے کمرے میں برپا ہونے والی محفل میں دوران محفل سبحان اللہ۔سبحان اللہ اور الحمد اللہ کا ورد فرماتے رہے۔

(2) سات دن بھوکے رہنے کا واقعہ:

ضلع وہاڑی میں اولین مریدین میں سے ایک شخص ماسٹر رانا رحمت علی بڑے نفیس اور وجیہہ تھے۔چک نمبر 495/EB نزد بوریوالہ کے رہائشی تھے۔ایک دن قبلہ عالم نے محفل میں بزرگان دین کی دینی خدمات کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اللہ کے بندے اپنے رب کی بندگی اور عبادت کے ذریعے اس کے قرب کے حریص ہوتے ہیں چنانچہ اس مقصد کو پانے کیلئے وہ کئی کئی روز تک کھانا پینا بھی ترک کیئے رکھتے ہیں بلکہ بعض بزرگان دین تو کئی کئی ماہ تک کھانا ترک کر دیتے ہیں۔یہ سن کر رحمت علی جو کہ خوب کھانے والے تھے اور ایک وقت میں پانچ پانچ آدمیوں کا کھانا کھا جاتے تھے۔بول پڑے کہ جناب یہ کیسے ممکن ہے کہ آدمی کئی روز تک کھانا کھائے بغیر رہ سکے،دل نہیں مانتا۔قبلہ عالمؒ نے فرمایا کہ بیٹا! یہ عین ممکنات میں سے ہے۔اور ایسا ہوتا ہے۔جس پر رانا رحمت علی نے کہا کہ کیا میرے جیسا شخص جو پانچ پانچ آدمیوں کی خوراک اکیلا ہی ہضم کر جاتا ہے بھوکا رہ سکتا ہے؟۔اس مرتبہ آپؒ نے قدرے جلال کے عالم میں فرمایا کہ رانا صاحب! آدمی کھائے بغیر رہ سکتا ہے اور تم بھی بھوکے رہ سکتے ہو۔پر جلال سوال و جواب کے بعد رانا صاحب خاموش ہو گئے۔بات سمجھ میں آگئی ہوگی۔اسکے بعد رانا صاحب کے سامنے جب بھی کھانا لایا جاتا وہ اس سے منہ پھیر لیتے۔جب بھوک پیاس کے اس عالم میں رانا صاحب کو حضرت صاحبؒ کے ساتھ سفر کرتے سات دن گذر گئے تو دیگر سنگیوں نے اس بات کا تذکرہ قبلہ عالم سے کیا۔اس روز قبلہ عالم لودھراں شہر میں ملک ولی محمد چیف آفیسر بلدیہ کے ہاں محفل میں تشریف فرما تھے۔آپؒ نے رانا رحمت علی کو بلایا اور پوچھا! بتاؤ رانا صاحب کیا آدمی کھائے

بغیر رہ سکتا ہے یا نہیں؟ ۔رحمت علی نے عرض کیا جناب آدمی کھائے پیئے بغیر رہ سکتا ہے ۔یہ کہہ کر رانا صاحب نے سو کا نوٹ نکال کر قبلہ عالم کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے عرض گزار ہوئے کہ جناب یہ ہدیہ قبول فرمائیں،لیکن میرے کھانے پینے کی موجودہ کیفیت برقرار رہنے دیں ۔آپؒ نے سو کا نوٹ واپس کرتے ہوئے فرمایا بیٹا !یہ کیفیات و حالات جانچے نہیں جاتے تم اپنی خوراک کھایا کرو ۔اس روز رانا رحمت علی نے ہمارے سامنے سات دن کا کھانا کھایا ۔وہ کھاتا رہا اور ہم سب دیکھتے رہے ۔قبلہ عالم نے فرمایا کہ ماننے والوں کو کیفیات و انعامات بے قیمت مل جایا کرتے ہیں ۔پرکھنے والے محروم رہ جاتے ہیں ۔1998ء میں جب رانا رحمت علی سے ملاقات کے وقت 1969ء کے اس واقعہ کا ذکر ہوا تو وہ کہنے لگا پروفیسر صاحب! ہم قبلہ عالم کو سمجھ ہی نہیں سکے ۔کاش سمجھ لیتے ۔

(3) 1970ء کی دہائی میں ضلع وہاڑی کے بے شمار چکوں میں ''اللہ ہو'' والے پیر صاحب یعنی حضرت خواجہ صوفی کرامت حسینؒ کے حسن و جمال اور فیض کمال کا چرچا ہو چکا تھا ۔آپؒ کی شفقت اور کمال مہربانی تھی کہ آپؒ حکم رسول اللہ ﷺ کے عین مطابق ہو کر بھی ہر کسی کی دعوت قبول فرما لیتے ۔اگر کوئی دعا کیلئے اصرار کرتا تو اس کے گھر جا کر دعا کر دیتے ۔ پروفیسر نسیم صاحب کے نسبتی دادا کا نام ولی محمد المعروف ''ولیا'' تھا ۔وہ دین سے دور اور ہر شیطانی کام کے نزدیک تھا ۔ ہر چھوٹا بڑا اس کی شرارتوں سے تنگ تھا ۔پوری برادری نے اس کا بائیکاٹ کر رکھا تھا ۔وہ حد درجہ عیاش، شرابی تھا قاتل ڈکیت تھا ۔ڈکیتی کے علاوہ دیگر جرائم کے بے شمار مقدمات میں ملوث چلتا پھرتا برائی کا پیکر تھا ۔تمام لوگ حضرت صاحبؒ کو ولیا کی شرارتوں سے آگاہ کرتے رہتے تھے ۔اس لئے حضرت صاحب اس کو دیکھے بغیر اس کے کارناموں سے واقف تھے ۔ایک دفعہ حضرت بابا ابراھیمؒ کے مزار پاک پر 581/E.B. ضلع وہاڑی میں قبلہ عالم محفل ذکر و نعت کی صدارت فرما رہے تھے کہ ولیا مزار پاک پر حاضری کیلئے آیا اور قبلہ عالم سے مصافحہ کیا ۔لوگوں نے بتایا کہ جناب یہ ولیا ہے ۔حاضری کے بعد ولیا آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا جناب میرے گھر میں بھی قدم

رنجھا فرمایئے ۔آپؒ نے فرمایا کہ اگر کوئی موقع ملا تو ضرور آؤں گا۔مگر وہ بضد ہو گیا اور کہنے لگا جناب آج اور ابھی مہربانی کریں ۔آپؒ اس کا اصرار اور ضد دیکھ کر راضی ہو گئے اور فرمایا کہ تم گھر چلو میں آرہا ہوں ۔تھوڑی دیر بعد ہم قبلہ عالم کے ہمراہ اس کے گھر کی طرف روانہ ہو گئے ۔جب ولیا نے حضرت صاحب کو آتے دیکھا تو بھاگ کر استقبال کیلئے آگے بڑھا تو اسی وقت اس کی نظر قبلہ عالم کے راستے پر پڑے ہوئے گوبر پر پڑی۔وہ تیزی سے آگے آیا اور اپنے ہاتھوں سے راستے پر پڑے ہوئے گوبر کو ہٹانے لگا اور راستہ صاف کر دیا۔آپؒ نے یہ منظر دیکھا تو وہیں رک گئے اور ارشاد فرمایا کہ ولیا! تو نے میرے راستے کو صاف کیا ہے، جا! میں نے تیرا راستہ صاف کر دیا ہے ۔آپؒ نے مزید ارشاد فرمایا کہ میں نے تیرا اگلے جہاں کا راستہ بھی صاف کر دیا ہے۔آپؒ کی زبان فیض ترجمان سے نکلے ہوئے کلمات جلد ہی سچ ثابت ہونا شروع ہو گئے ۔ولیا کے خلاف تمام مقدمات ایک ایک کر کے انتہائی قلیل وقت میں ختم ہو گئے ۔ولیا نے شیطانی کاموں سے توبہ کر لی اور ایک بدلا ہوا انسان بن گیا۔اپنی موت سے تھوڑی دیر پہلے اس نے اپنی برادری کے تمام لوگوں سے اپنی زیادتیوں کی معافی مانگی اور ان کی تلافی کی کوشش بھی کی ۔بیماری کے عالم میں ''اللہ ہو'' کا ذکر کرتے ہوئے وفات پا گیا۔

علاقہ بورے والا (ایک تربیت گاہ):

علاقہ بورے والا میں ایک انفرادیت تھی ۔ایک ہی دن میں دو دو تین تین چکوں کا سفر ہوتا ۔ چکوں کے درمیاں رابطہ سڑکیں نہ تھیں ۔اس لئے کئی کئی میلوں کا سفر پیدل ہی ہوتا ، کچے راستے دوستوں کا ہجوم اور مسلسل اللہ ہو کا ذکر ایک وجدانی سماں پیدا کر دیتا۔بعض اوقات تو یوں ہوتا کہ آپؒ رک جاتے اور دوست حلقے میں کھڑے ہو کر ذکر شروع کر دیتے ،اکثر بے خود ہو کر گر پڑتے اور کھیتوں کی مٹی میں لت پت ہو جاتے ۔کچھ پر رقت طاری ہو جاتی اور برسوں سے قلوب پر پڑی گرد صاف ہو جاتی ۔اس فیضان نظر سے استفادہ کیلئے ملازمت پیشہ دوست چھٹیاں لیکر سفر میں سنگت کی سعادت حاصل کرتے ۔انہیں روحانی فیوض و

برکات کی وجہ سے یہ علاقہ تربیت گاہ کے نام سے مشہور ہو گیا۔

1970ء کی دہائی میں خواجہ صوفی کرامت حسین رحمۃ اللہ علیہ، عام طور پر ضلع وہاڑی (جو اس وقت ملتان میں شامل تھا) میں پیدل سفر فرماتے اور بعض اوقات ایک دن پندرہ پندرہ، بیس بیس کلومیٹر سفر پیدل کرنا پڑتا۔ ایسے ہی ایک سفر میں خلیفہ محمد انور عاصی صاحب حضرت قبلہ صاحب کے ساتھ سفر کی سعادت حاصل کر رہے تھے، قبلہ عالم اکثر فرمایا کرتے تھے کہ پروفیسر صوفی جعفر سلیم صاحب اور محمد انور عاصی میری جوڑی ہیں۔ آپؒ ان کی دل لگی کیلئے اکثر اوقات دل بہلاوا اور مزاح کی باتیں بھی فرماتے۔ علاقہ وہاڑی کے ابتدائی سفر میں دل محمد جو علاقہ کی تاریخ میں ایک نامی گرامی ڈاکو بلکہ ڈاکوؤں کو پناہ دینے والا رسہ گیر تھا وہ آپؒ کی خوب خاطر تواضع کرتا جب حضورؒ سفر پر جاتے تو وہ آپؒ کو سواری کیلئے گھوڑی پیش کرتا۔ آپؒ کبھی سوار ہوتے اور کبھی اپنے ذوق میں پیدل ہی سفر کرتے۔ ذکر اللہ ہو کا اشارہ کرتے تو فضاؤں میں ذکر کی گونج پھیل جاتی۔ سنگیوں کی والہانہ کیفیت اور جذبہ دیکھ کر آپؒ گھوڑی سے اتر آتے اور پیدل چلتے سنگیوں کے ساتھ ذکر میں شامل ہو جاتے۔ جس سے سنگیوں کا جوش و خروش بڑھ جاتا اور ذکر کی مستی چھا جاتی۔ بے خودی کے عالم میں وجد کرتے کرتے ذاکرین بے قرار ہو کر زمین پر لیٹنا شروع کر دیتے۔ ایک دن عجیب عالم تھا۔ ذکر کا نشہ سب پر چڑھا ہوا تھا۔ کہ کسی سنگی نے گرمی کی شکایت کی اور کہا کہ ایسے لگتا ہے ہم تنور کے پاس کھڑے ہیں نہ سایہ ہے نہ ہی بادل! حضور دعا فرمائیں کہ بارش ہو جائے تاکہ ہمارا سفر بھی آسان ہو جائے اور مخلوق خدا کو بھی قرار آ جائے۔ آپؒ نے ارشاد فرمایا ''میں دعا کرتا ہوں انشاءاللہ بارش ضرور آئے گی مگر آپ لوگ میرا جبہ بھیگنے سے بچانے کا وعدہ کریں۔ سب نے بڑی خوشی اور جوش سے کہا ہم آپؒ کا جبہ نہیں بھیگنے دیں گے۔ بارش ہونی چاہیئے۔ موسم کے انداز دیکھ کر کوئی سنگی ماننے کو تیار نہ تھا کہ بارش ہو گی، مگر ''لب کرامت'' سے نکلے ہوئے الفاظ کو ''زندہ کرامت'' کا روپ دھارنے میں دیر نہ لگی۔ ایک بادل کا ننھا سا ٹکڑا افق پر ظاہر ہوا۔ سنگیوں نے نشاندھی کی آپؒ نے اس کی طرف نظر جما کر

چند لمحوں کیلئے دیکھا اور اللہ ھو کے ذکر کے ساتھ سفر کا آغاز کر دیا۔ پندرہ بیس منٹ کے بعد یہ ٹکڑا پھیل کر بڑے بادل کی شکل اختیار کر چکا تھا۔ اور ہمارے سر پر برس رہا تھا حالانکہ ارد گرد دھوپ پھیلی ہوئی تھی۔ صرف چند ایکڑ کے علاقے ہی میں بادل کا یہ سایہ اور برسات کا یہ سماں تھا۔ موسلا دھار بارش میں آپؒ کا نورانی چہرہ، جبہ و دستار سب کچھ بھیگ گیا۔ آپؒ مسکراتے ہوئے ارشاد فرمانے لگے کہ دیکھو! میرے رب نے کرم کر دیا لیکن میں تم سنگیوں کی باتوں میں آ گیا، تمہارا اعتبار کر بیٹھا اور تم میرے جبہ کو بھیگنے سے نہ بچا سکے۔ فضاء پھر ایک بار اللہ ھو کے ذکر سے گونج اٹھی۔

ضلع نارووال:

ضلع نارووال سے صوفی محمد انور صاحب حلقہ کی خدمت کر رہے ہیں اور آستانہ عالیہ سے خلیفہ مجاز بھی مقرر ہیں انہوں نے اپنے تاثرات کا اظہار اس انداز میں کیا ہے۔

شیروں کا باندھنا:

(1) حضرت خواجہ صوفی کرامت حسینؒ کی زندگی کے آخر مہینوں میں ایک سنگی غالباً محترم صوفی محمد اصغر صاحب نے خواب میں دیکھا کہ آپؒ کے پاس دو شیر بیٹھے ہیں۔ آپؒ اپنے سنگی کو ارشاد فرماتے ہیں کہ ان شیروں کی اب مجھے ضرورت نہیں ان کو منیر صاحب کے پاس باندھ دیں۔

(2) حضرت قبلہ عالم نے خود ارشاد فرمایا کہ اب میں نے درویشی کا صافہ اتار دیا ہے۔ اس پر میرے قبلہ عالم حضرت خواجہ صوفی نواب الدین رحمۃ اللہ علیہ چشمہ فیض نقشبندیہ آستانہ موہری شریف بہت خوش ہوئے ہیں۔ آپؒ فرماتے ہیں کہ صوفی صاحب نے جیسا سفید صافہ پہنا تھا اسی طرح اتار دیا ہے۔ دوسرے لفظوں میں صافہ (سر پر باندھنے والا کپڑا) صاف کا صاف ہے۔ اور اس پر کوئی داغ نہیں۔

(3) ایک سنگی نے خواب میں دیکھا کہ دو سفید رنگ کی بوتلیں ہیں ایک بھری ہوئی ہے اور اس سے دوسری بوتل میں پانی منتقل ہو رہا ہے۔ دونوں بوتلیں انتہائی شفاف ہیں۔ آپؒ

فرمایا کرتے تھے کہ میرے مرشد قبلہ حضرت صاحبؒ نے میرا سارا وجود ہی شفاف بنا دیا ہے۔

(4) آپؒ نے پانچ برس پہلے ہی بھری محفل میں فرمایا تھا کہ میری دعا ہے کہ پیر کامل حضور خواجہ نواب الدین تاجدار موہری شریف کی عمر 63 سال تھی اور اللہ تعالیٰ میری عمر بھی تریسٹھ سال کر دے۔ سنگیوں کو اتنا پیار تھا کہ سب سنگیوں نے مل کر دعا مانگنی شروع کر دی۔ اس پر آپؒ نے فرمایا کہ آپکی دعاؤں کا مجھ پر کوئی اثر نہیں ہو سکتا۔

ایک دفعہ شاہ نور سٹوڈیو میں 1979ء میں محفل ذکر منعقد ہو رہی تھی کہ محترم صوفی عبدالحمید صاحب خلیفہ مجاز ساکن فاروق آباد نے آپؒ کی اجازت سے کھڑے ہو کر شعر پڑھے۔ جس کا مفہوم یہ تھا۔ کہ میں آپ سے پہلے مر جاؤں تا کہ آپکی قبر کی صفائی کروں اور اس میں پڑے پتھر، کنکر اور دوسری چیزیں ہٹا دوں۔ ان اشعار کو سن کر آپؒ نے فرمایا کہ مولوی صاحب بیٹھ جاؤ! آپ کی کوئی دعا قبول نہیں ہو سکتی۔ باپ بیٹوں کے ہاتھوں جاتا اچھا لگتا ہے، بیٹے باپ کے ہاتھوں جاتے اچھے نہیں لگتے۔ (ہاں تقدیر کے سامنے آدمی بے بس ہے۔)

(5) ایک دفعہ ماسٹر محمد افضل ساکن بوبک ،صوفی محمد انور کے ہمراہ دربار عالیہ کوجرانوالہ شریف میں حضرت صاحب کو دیکھنے کیلئے گئے۔ مجلس ہو رہی تھی لیکن ماسٹر صاحب اکڑے رہے۔ کہ ذکر ہی دیکھنا ہے۔ مجلس ختم ہو گئی۔ مختلف علاقوں سے آئے ہوئے سنگی چلے گئے۔ علاقہ نارووال کے تمام سنگی بھی لیٹ ہو رہے تھے۔ لیکن افضل صاحب اکڑے ہوئے بیٹھے تھے۔ آخر میں حضرت صاحب کی خدمت میں عاجزی سے عرض کی کہ حضور اس پر خصوصی نظر فرمائیں۔ چنانچہ کچھ ہی لمحوں بعد ماسٹر افضل صاحب بیعت کی سعادت سے بہرہ مند ہو گئے۔ آپؒ نے ذکر کروایا اور ایسی توجہ فرمائی کہ صوفی افضل ایک گھنٹہ زمین پر پڑا رہا۔ اور فرمایا کہ سنگیو! تہبند سخت رکھا کرو (یعنی اتنا سخت اور پتھر جیسا شخص نہ لیکر آیا کرو کہ صاف کرتے ہوئے کافی وقت لگ جائے) صوفی افضل کو ہوش آیا۔ آخر آپ نے فرمایا کہ اس کو کہو کہ آنکھیں کھول دے۔ ماسٹر صاحب بار بار بلند آواز سے یہی کہہ رہے تھے کہ میری آنکھیں نہ کھلوائیں۔ راستے میں ہم نے پوچھا کہ آپ اپنی انکھیں کیوں نہیں کھول رہے تھے تو

ماسٹر صاحب ہاتھ جوڑ کر کہنے لگے کہ خدارا مجھ سے نہ پوچھو میں بیان نہیں کر سکوں گا۔جب ہمارا اصرار بڑھا تو کہنے لگا مجھ پر آسمان سے نور کی لاٹ پڑ رہی تھی جس کی نورانیت اتنی حسین اور دلکش تھی جس کا بیان الفاظ میں ممکن نہیں ۔یہ تھا آپ کی نظر کرم کا کمال کہ ایک نگاہ کریمانہ سے نور الٰہی کا جلوہ دکھا دیا۔چند ہی ماہ میں ماسٹر صاحب کے چہرے پر لمبی داڑھی اور کاندھوں پر سر کے بال نظر آنے لگے۔

(6) ایک دفعہ پیر بلھے شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے شہر قصور میں ایک زرگر کے گھر محفل کا پروگرام تھا۔دوران گفتگو آپؒ نے فرمایا کہ ہر آدمی اپنے کام کے متعلق خوب جانتا ہے۔ہر دکاندار اپنی دکان کا کوڑا باہر پھینکتا ہے لیکن صاحب خانہ سنیارا (زرگر) گھر کا کوڑا باہر پھینکنے کی بجائے اندر بڑی حفاظت سے رکھتا ہے۔اگر کوئی کہے کہ سنار بیوقوف ہے، گندا کوڑا اندر پھینکتا ہے تو یہ اس کی اپنی بیوقوفی ہے کیونکہ سنار کہتا ہے کہ یہ کوڑا نہیں بلکہ سونا ہے اور میں نے اس کی قیمت وصول کرنی ہے۔میرے خیال میں اس کی تفصیل بڑی ہی وسیع ہے۔حضرت سلیمان علیہ السلام کو اس زمانے کے شرفاء اور وفاداروں نے کہا اگر اس گندے کپڑوں والے آدمی کو اپنے پاس سے اُٹھا دیں تو ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے۔اس سے ہمیں گھن آتی ہے۔اس پر آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ آپ چاہے ایمان لائیں یا نہ لائیں میں ان کو دور نہیں بھیجوں گا۔مجھے ان سے خوشبو آتی ہے۔میرا سرمایہ ہیں۔غریب اور گندے کپڑوں میں ملبوس تنگی کسی شیخ کامل کا سرمایہ ہوتے ہیں۔جو اس کے فیض کی ترقی میں سنگ میل کی حیثیت رکھتے ہیں۔حضور سرور کائنات ﷺ نے بھی ایسے افراد جن کو غلام رکھنا بھی کفار مکہ اپنے لیئے باعث ننگ گردانتے تھے۔ان پر ایسی نظر کریمانہ فرمائی جو آگے چل کر زمانے کے فرماں روا، محقق، بے مثال حاکم اور خزانوں کے مالک بنے۔

(7) حضرت صاحب قبلہ اپنے اصحاب ذوق اور تنگی پر عنایت کرنے کے لئے کسی کو جبہ، مصلے، یا دستار عطا فرماتے تو اس کی وضاحت میں فرمایا کرتے یہ جو میں کسی کو جبہ مصلے اور کسی کو دستار اور خلافت دیتا ہوں۔یہ فقیری نہیں فقیری کسی اور چیز کا نام ہے۔جو چیزیں

بازار سے مل سکتی ہے (یعنی جبہ و دستار) وہ فقیری نہیں۔ جو کچھ ہے وہ سب حُبِ شیخ میں ہے۔ اس کے علاوہ کوئی باپ اپنی جائیداد کی تقسیم جوانی یا پہلی عمر میں نہیں کرتا، بلکہ عمر کے آخری آیام میں کرتا ہے۔

(8) 9 اکتوبر 1978ء جمعۃ المبارک کو دربار شریف میں صوفی انور صاحب ناروو ال والے حاضرِ خدمت تھے۔ حضرت صاحب قبلہ خلافِ معمول صحن والے کمرے میں تشریف لائے۔ حالانکہ مکان کے صحن میں مجلس منعقد کرنے کا پروگرام تھا۔ باہر تشریف لاتے ہی آپ نے ارشاد فرمایا: ہر روز ذکر کرتے ہیں ختم پڑھتے ہیں، مجلس کرتے ہیں۔ لیکن آج باری باری سب آئیں مجھے ملتے جائیں نیز فرمایا کہ اگر کوئی مجسٹریٹ کسی پر راضی ہوگا تو اس کی چھ ماہ کی سزا معاف کر دے گا۔ اگر ڈپٹی کمشنر راضی ہوگا تو سال کی سزا معاف کر دے گا اسی طرح اگر درویش راضی ہوگا تو خالق و مالک سے جنت کی سفارش کرے گا اور دوزخ سے نجات دلائے گا۔

(9) حضرت خواجہ صوفی کرامت حسین رحمۃ اللہ علیہ اکثر اس جگہ پر جہاں آپ کا مزار پر انوار ہے، خواجہ نوید حسین کو (جو کہ ابھی چھوٹے بچے تھے) پیار سے اُٹھائے ہوئے ہوتے۔ خواجہ منیر حسین (ان کے والد گرامی) عرض کرتے یہاں تنگی آتے جاتے ہیں تو کیا کہیں گے؟۔ آپ اس کو گھر لے جائیں یا میں اس چھوٹے بچے کو گھر چھوڑ آتا ہوں۔ آپ فرماتے جس کا دل چاہے ملے جس کا نہ چاہے نہ ملے میں تو اس کو یہاں پر ہی اُٹھائے رکھوں گا۔ آپؒ کی بصیرت کام کر رہی تھی کہ ایک وقت آئے گا کہ یہی جگہ عظیم الشان انوار و تجلیات کا سرچشمہ ہوگی۔ یہ بچہ اسی جگہ کو خوب روشن اور آباد کرے گا۔ جب خواجہ نوید حسین کی عمر تین یا چار سال کی ہوگئی تو آپ دادا جان رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جاتے جو آپ کو ایک روپیہ دیتے اور چہرے کا بوسہ لیتے۔ متعدد بار ایسا دیکھنے میں آیا کہ حضور قبلہ عالم آپ کو اپنی گود میں لیتے اور پیار فرماتے اور نوید صاحب کی ٹھوڑی پکڑ کر فرماتے "اوئے تیری داڑھی تے میری داڑھی نالوں وی وڈی اے"۔

اس کا مطلب سمجھنے اور دیکھنے میں اب یہ آیا ہے کہ تیرے زمانے میں دربار بڑا، سنگیوں کی تعداد زیادہ لنگر خانے کے انتظامات زیادہ اور ایک زمانے کی عشق و مستی بھری نگاہیں ''دربار اللہ ہو'' کی طرف ہونگی۔ گویا آپؒ نے 25، 26 سال بعد ہونے والے واقعہ کے بارے میں پہلے ہی بتا دیا۔

(10) حضور قبلہ عالم خواجہ صوفی کرامت حسین رحمۃ اللہ علیہ کے وصال سے چند دن پہلے ہی صوفی صالح محمد صاحب نے ایک خواب سنایا کہ حضرت صاحب قبلہ کی بعد از وصال زیارت ہوئی آپ نے اپنے وصال کا واقعہ اس طرح سنایا کہ 8 جنوری 1980ء کو بروز جمعرات میں نے نماز ظہر کے بعد سنگیوں والے حاطے میں سنگیوں کو بٹھایا ہی تھا کہ دونوں لال شکل والے سفید لباس میں ملبوس آدمی میرے پاس آئے۔ ان میں سے ایک نے مجھے مخاطب کیا اور کہا کہ آپ کہا کرتے تھے کہ میری عمر تریسٹھ سال ہو۔ آج آپ کی عمر پورے تریسٹھ سال ہو چکی ہے، اب بتائیں کہ کیا ارادہ ہے؟۔ فرماتے ہیں کہ جواباً میں نے کہا کہ میں نے اپنے بیٹے کو سفر مبارک پر بھیج دیا ہے اور ''میں تیار ہوں''۔ اس کے بعد وہ دونوں آدمی چلے گئے۔

صوفی صالح محمد خود بیان کرتے ہیں کہ دو یا تین دن میں قبلہ عالم کی زیارت نصیب ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ میں نے جو خواب بیان کیا ہے وہ درست ہے؟۔

(11) حضرت صاحب فرمایا کرتے تھے کہ میرا ہر سنگی ایک کھلی کتاب اور میری کرامت کی نشانی ہے۔ جناب محمد انور نارووال والے اپنی بیعت کا واقعہ یوں بیان کرتے ہیں کہ: فروری 1970ء کی اتوار کی صبح، میں حسب معمول محفل کے بعد حاضر خدمت ہوا۔ مجلس ذکر بے انتہا پر کیف تھی۔ آنکھیں بند کر کے ذکر کرنے سے ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے آنکھیں نور کے جلوؤں سے پر ہوں۔ محفل میں موجود ہر شخص پر ایک عجیب کیفیت طاری تھی۔ محفل کے بعد بیعت کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ واہ! واہ! کیا گھڑی تھی، کیسا وقت اور کیا ساعت تھی۔ حضور قبلہ عالمؒ کے ہاتھ پر ہاتھ دینے کی دیر تھی کہ کائنات ہی بھول گئی اتنا ہی نہیں بلکہ میری

آنے والی نسلوں کی بھی تقدیر بدل گئی۔بیعت کے فوراً بعد آپؒ ساقی کوثر ﷺ کی طرف سے ملی ہوئی خیرات میں سے چند لمحے حاضرین کی طرف دیکھتے اور فرماتے کہ" مفت لئی اے تے مفت ای دیاں گا"۔فقیر کی زبان سے نکلے ہوئے کلمات،قیامت تک اپنا اعجاز دکھاتے رہیں گے۔سردیوں کے موسم میں کمرے سے باہر نکلنے کی اجازت طلب کی،اس کے بعد بس پرسوار ہوکر تلونڈی موسیٰ خان پہنچے۔میں نے اردگرد دیکھا کہ مجھے کیا ہوگیا کیونکہ میرا جسم میرے کنٹرول میں نہ تھا۔جسم کے ہر عضو سے"اللہ ہو" کی آواز نکل رہی تھی۔بار بار سوچ رہا تھا کہ مجھے کیا ہوگیا ہے۔لیکن تھوڑے ہی وقت میں پتہ چل گیا کہ حضور قبلہ عالم مئے توحید میں مست ہیں اور ان کی نگاہیں ہر وقت مستی ذکر خدا و مصطفی ﷺ سے مخمور رہتی ہیں اور یہ انہیں کی نگاہ کیمیا کا اثر ہے۔بس پھر کیا تھا صبح ذکر،دوپہر ذکر،عصر کے بعد ذکر،شام وعشا کے بعد ذکر،تہجد کے بعد بھی ذکر۔آج 38 سال گزرنے کے باوجود بھی یوں محسوس ہوتا ہے کہ جیسے آپؒ نے میرا ہاتھ پکڑا ہوا ہے اور قدم قدم پر رہنمائی فرما رہے ہیں۔

(12) نمازمغرب کے بعد ہم تقریباً 40-35 آدمی بیٹھے ہوئے تھے۔محفل ذکر میں رکھے گئے پانی کے گلاس میں ہر کسی کو باری باری پھونک مارنے کا کہا گیا۔اس کی وجہ آپ نے یہ بتائی کہ میرے گڈو(خواجہ صوفی منیر حسینؒ کے صاحبزادے)کو بخار ہے۔چونکہ آپؒ کو خواجہ منیر حسین رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد سے نسبتاً کچھ زیادہ ہی پیار تھا۔آپؒ فرماتے تھے کہ آج ساری رات اس کے ابو اور امی بڑے آرام سے نیند میں ہیں مگر ہم دونوں جی اس بخار کی وجہ سے پریشان ہیں۔آپؒ کا معمول تھا کہ جب خواجہ صوفی منیر حسین کے ہاں اولاد ہوتی تو آپؒ اس کو اپنی گود میں اٹھا لیتے اور اس عمل سے راحت محسوس کرتے۔آپ تہجد کے نوافل اور نماز فجر سے فارغ ہوکر اکثر پیغام بھیجتے کہ میرے رومی (خواجہ نوید حسین) پیر کو میرے پاس بھیجو۔اس وقت خواجہ نوید صاحب کی عمر بالکل تھوڑی تھی اور آپ صرف چند ماہ کے تھے۔آپؒ کا یہ معمول کافی دیر تک رہا۔آپؒ فرماتے تھے کہ پیار کیا نہیں جاتا بلکہ ہو جاتا

ہے۔یہ والہانہ اور قدرتی طور پر ہے۔

(13) ایک دفعہ بس میں سوار ہو کر راولپنڈی جارہے تھے کہ آپ سے اگلی سیٹ پر ایک میاں بیوی بھی محوسفر تھے۔اچانک اس عورت کو دردزہ شروع ہوگیا۔وہ مرد کے کان میں کہہ رہی تھی کہ میں نے تجھے کہا تھا کہ اس وقت میں ٹھیک نہیں ہوں مجھے سفر پر مت لے جاؤ لیکن تم نے مجھے سفر کرنے پر مجبور کر دیا۔اب دیکھو کیا ہوتا ہے۔دونوں انتہائی پریشان تھے۔اچانک مرد نے بس میں بیٹھے تمام افراد پر نظر دوڑائی تو اچانک اس کے ذہن میں یہ خیال آیا کہ فلاں سیٹ والے بزرگ، پیر صاحب لگتے ہیں اور دل میں کہا کہ اے اللہ اگر یہ بزرگ تیرے مقرب بندے ہیں تو اس وقت عزت رکھ لے اور مجھے میری بیوی سمیت رستے میں ڈلیوری ہوئے بغیر منزل تک پہنچا۔اس نے ابھی یہ الفاظ کہے ہی تھے کہ اس کی بیوی کی تکلیف رک گئی اور بخریت گھر پہنچ گئے بعد ازاں تیسرے دن بچے کی ولادت ہوئی۔لاہور سے صوفی مظفر صاحب خلیفہ مجاز اس سفر میں حضرت صاحب کے ساتھ تھے اور انہوں ہی نے بندے کو یہ کرامت سنائی۔نیز صوفی انور صاحب نارووال نے بھی یہی کرامت لکھ کر بھیجی تھی۔

صوفی اللہ دتہ کا تبادلہ اور تدارک:

صوفی اللہ دتہ چارج مین تھے جو کہ بعد میں فورمین بن گئے، کا تبادلہ 1965ء میں لاہور سے کوئٹہ ہوگیا۔حضرت صاحب کا فیصل آباد میں محفل ذکر کا پروگرام تھا۔صوفی اللہ دتہ تبادلہ کا حکم سن کر فیصل آباد چلے گئے۔زیارت ہوئی محفل کی برکات لوٹیں اور اگلے روز واپسی کی اجازت چاہی تو آپؒ نے فرمایا کہ یہ شخص (صوفی اللہ دتہ) کہتا ہے کہ اس کا تبادلہ کوئٹہ ہوگیا ہے لیکن فقیر کے کاغذوں میں ایسا نہیں ہے۔صوفی اللہ دتہ واپس لاہور آئے تو پتہ چلا کہ تبادلہ منسوخ ہوگیا ہے۔1974ء میں صوفی صاحب انجینئرنگ شیڈ میں کام کرتے تھے، فنی خرابی کی وجہ سے شیڈ سے چار انجن گاڑیوں کیلئے بروقت روانہ نہ ہوسکے۔ورکس مینجر نے صوفی اللہ دتہ کی معذرت پر الٹا انھیں پر برخاستگی (Dismiss) کا کیس بنا دیا۔تین روز

بعد حضرت صاحب میاں چنوں تشریف لیجاتے ہوئے لاہور سے گذرے تو صوفی اللہ دتہ نے آپؒ کی محفل میں یہ واقعہ عرض کیا میاں چنوں سے واپسی پر صوفی اللہ دتہ کے کواٹر پر محفل ذکر تھی آپؒ نے دریافت فرمایا فورمین کا کیا بنا ہے؟ ۔عرض کیا کہ ابھی تک تو جبری ریٹائرڈ کر دینے کی خبر چل رہی ہے تو آپؒ نے فرمایا کہ اچھا کیا آج کے روز بات کر دی اگر آج نہ بتاتے تو معاملہ ٹھیک نہ ہوتا ۔صوفی اللہ دتہ کیساتھ جو چارج مین تھا اسے ڈسچارج لیٹر مل گیا لیکن صوفی اللہ دتہ بدستور ملازمت پر رہے ۔

ذکر الٰہی کی خوشبو:

1963-64ء کی بات ہے کہ کچھ سنگیوں نے شہر لاہور کے والی حضور داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر انوار پر حاضری دی ۔اس کے بعد محفل ذکر کیلئے رام گلی نمبر 1 برانڈ رتھ روڈ چلے گئے ۔آدھی رات کا وقت تھا اور محفل زوروں پر تھی کہ ایک بزرگ تشریف لائے ،محفل میں کچھ دیر بیٹھے اور پھر وہ مل کر جانے لگے تو کہنے لگے کہ ہم داتا دربار حاضر تھے کہ آپؒ کو دیکھا دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ آپ کی محفل میں حاضر ہوں ۔ہمیں وہاں دیر ہو گئی اور اس اثناء میں آپ وہاں سے تشریف لے جا چکے تھے ۔ہمیں علم نہ تھا کہ آپ کہاں قیام کریں گے ۔ہم حضور داتا گنج بخشؒ کے دربار سے نکلے تو ایک خوشگوار مہک نے ہمیں آپ تک پہنچا دیا ۔ان صاحب کی بیعت میاں شیر محمد شرقپوریؒ سے تھی ۔

عبدالرشید کی قسمت:

محمد ایوب قریشی کے ہمراہ عبدالرشید قریشی نامی حاضر خدمت ہوئے ۔معلوم ہوا کہ 1947ء میں یہ حضرت خواجہ نواب الدین رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے ۔حضرت صاحبؒ کی اپنے شیخ و مرشد کا نام سن کر طبیعت پر ایک کیفیت طاری ہو گئی ۔ارشاد فرمایا کہ میرے شیخ کا مرید ہو اور دینی (زیور سنت) سے خالی ہو یعنی اس کے چہرے پر سنت رسول ﷺ نہ ہو اور وہ شکل و صورت سے پیر موہری والے کا مرید ہی نہ معلوم ہو ۔یہ میرے لئے بڑی شرمساری کا باعث ہے ۔کل کو اگر شیخ نے مجھ سے پوچھا کہ میرا ایک بھٹکا ہوا مرید تیرے پاس آیا تھا تو،

تو نے اس کیلئے کیا کیا؟ تو ہم ان کو کیا جواب دیں گے۔ فرمایا کہ تم صرف تین بار مجھ سے ملاقات کرلو اگر فقیر کے پاس کچھ ہوا تو تمہیں ضرور دے گا۔ تیسری مرتبہ آنے تک عبدالرشید صاحب صوفی بن چکے تھے اور اللہ کے ذکر میں مشغول ہونے والوں میں سے نمایاں ہو چکے تھے۔

(4) صوفی محمد بلال صاحب جو سن پورہ سکیم لاہور کے رہنے والے ہیں 1976ء میں حضرت صاحب کے ہاتھ پر بیعت ہوئے۔ راقم الحروف کی ان سے ملاقات دربار عالیہ کوجرانوالہ شریف میں ہوئی راقم نے ان سے باقاعدہ انٹرویو کیا جس کے چند اقتباسات درج ذیل ہیں:

وہ فرماتے ہیں کہ بندہ راہ حق اور مرشد حق کی تلاش میں تھا کہ حضرت صاحب کے خلفاء صوفی اصغر علی صاحب، چشتیاں والے اور صوفی محمد حنیف صاحب وغیرہ کے طور طریقے اور ان کے ہاں برپا ہونے والے حلقہ ہائے ذکر سے شوق پیدا ہوا کہ یہ صاحبان اتنے اچھے ہیں تو ان کے شیخ و مرشد کیسے ہونگے؟ اور ان کا انداز کیا ہوگا؟ چنانچہ یہی شوق کشاں کشاں اس پاک دہلیز تک لے آیا۔

کھڑی شریف میں میاں محمد بخش صاحبؒ کے دربار والی حاضری جس میں آپؒ نے 63 سال گزارنے کی درخواست کی میں بھی اس میں شامل تھا۔ آپ نے گھر میں محفل کا پروگرام بنایا۔ بابا گھوڑے شاہ کا مزار راستے میں آتا ہے۔ چند سیکنڈ آپؒ نے وہاں قیام فرمایا مراقبہ کیا اور فرمانے لگے، صاحب مزار بابا جی نے دھوتی (لنگی) لپیٹی ہوئی ہے صاحب مزار نے ایک دفعہ فرمایا تھا جاؤ گھر چلے جاؤ اللہ تعالیٰ تمہیں بیٹا عطا فرمائے گا۔ کیفیت یہ ہوگئی جب ہاتھ اُٹھا تا حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نظر آتے۔

ایک آدمی نے جھولی میں نوٹ ڈالے، اور کہنے لگا کہ حضور انہیں دوگنا کر دو، تو میں نے اس کی عاجزی اور حضرت صاحب کی موج دیکھ کر کہہ دیا کہ یہ دوگنے ہو گئے۔ یہ حضرت صاحب قبلہ کی کرامت تھی کہ واقعتاً دوگنا ہو گئے۔

1978ء میں میرے شریک کار(Partner)نے مجھے کاروبار سے نکال دیا ۔اس نے رقم بمع منافع ٹوٹل ./900 کے لگ بھگ تھی مجھے دی۔میں انہیں لیکر دربار عالیہ اللہ ہو کوجرانوالہ شریف آ گیا ۔عرض کی حضور میرے ساتھ یہ معاملہ ہوگیا ہے۔میرے ساتھی نے مجھے کام سے نکال دیا ہے۔آپؒ نے فرمایا کہ بیٹھ جاؤ،شام کو دعا کریں گے۔دربار عالیہ میں حضور کے ساتھ نماز عصر سے مغرب تک کے وقت کا گزارنا ایک الگ اور عجیب ہی کیفیت کا حامل ہوتا تھا۔کیف و مستی بھرا وہ وقت گزر گیا تو حضرت صاحبؒ نے پھر فرمایا کہ کل دعا کریں گے۔میں اگلے دن نماز عصر کے وقت آیا تو دعا ہو چکی تھی۔چنانچہ حضور نے پھر فرمایا کہ کل آنا چنانچہ میں تیسرے دن پھر آیا اور دعا کروائی۔

کچھ دنوں بعد کوجرانوالہ شہر میں محفل تھی اور تقریباً چار پانچ سو آدمی محفل میں موجود تھے کہ تقسیم لنگر سے کچھ قبل،یکا یک آپؒ نے جلالی آواز میں فرمایا:بلال کھڑے ہو جاؤ!۔۔۔۔۔ فقیر نے تجھے دین اور دنیا دونوں ہی دے دیئے ہیں۔

حکیم حبیب اللہ شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں خواجہ صوفی کرامت حسین رحمتہ اللہ علیہ روزانہ دربار میاں شیر محمدؒ میں ملتے ہیں وہ فرمانے لگے تیرے مرشد جس طرح منزل طے کرا رہے ہیں شائد ہی کوئی فقیر کراتا ہو میں روزانہ تجھے دیکھتا ہوں لیکن کبھی گفتگو نہیں کی آپؒ نے فرمایا فقیر نے تجھے وہاں پہنچا دیا ہے کہ کوئی دیکھ بھی نہ سکے گا آپ کے ساتھ کراچی جانے کا پروگرام تھا گاڑی پر بیٹھے اور ایک شعر بار بار زبان سے جاری تھا

اوگن ہارھ کمینے تائیں بخشن ہار بلایا
واہ تقدیرے رب نے تیری پلٹ دتی ہن کایا

میاں عاشق صاحب کے گھر قیام کیا رات بارہ بجے فرمایا وہ فقیر کیسا ہے جس کو یہ بھی معلوم نہ ہو کہ دنیا سے کب جانا ہے فرمایا بلال میرے ساتھ جہاز پر لاہور جانا ہے میاں صاحب سے رابطہ کر لینا ابھی کراچی ہی تھے کہ خواب میں آواز آئی لاہور میں استقبال کرنا ہے صبح میاں صاحب کے گھر 555 روپے کرایہ دیا سوچا کہ کسی کو تو علم نہیں ائیر پورٹ پر استقبال کون

کرے گا کیسے بلا اطلاع وہاں پر سنگی آئیں گے چنانچہ جب ہم لاہور ائیر پورٹ پر پہنچے تو سنگیوں کا اتنا ہجوم تھا کہ تا حد نظر سفید ٹوپیاں ہی لہراتی ذکر "اللہ ھو" میں مست تھیں یہ حضرت صاحب کی کرامت تھی کہ بغیر اطلاع سنگی خوشبو پا کر ہی پہنچ جاتے تھے۔

صوفی محمد حنیف صاحب ولد میاں صوفی شیر محمدؒ سے 28-12-2006 بروز جمعرات ان کے آستانے اور مسجد و مدرسہ پر ملاقات ہوئی اور راقم الحروف نے ایک انٹرویو کیا جس کے اقتباسات درج ذیل ہیں:

16 اکتوبر 1961ء کو حضرت خواجہ کرامت حسین رحمۃ اللہ علیہ کے دست اقدس پر بیعت ہوئے۔ فرماتے ہیں کہ مجھ جیسے آزاد منش اور دنیا دار انسان کا بیعت ہو جانا ہی آپ کی سب سے بڑی کرامت ہے۔ میری نوکری، آپ کی واضح کرامت اور دعاؤں کا نتیجہ ہے۔ عبدالکریم قانونگو اور رفیق پٹواری کی زبانوں سے میں نے حضرت صاحب کا تذکرہ سنا تو دل میں سوچا کہ مجھ جیسے نا کارہ کو شاید وہ قبول بھی کریں یا نہیں لیکن بعد میں معلوم ہوا کہ پیر صاحب تو نا کارہ، آوارہ، دنیا داروں کو راہ ہدایت پر لانے اور انکی مدد کرنے میں ہی خوشی محسوس کرتے ہیں اور پھر جس کی کلائی (بازو) پکڑتے ہیں نہیں چھوڑتے:

لجپال پریت نوں توڑ دے نئیں
جیدی بھاں پھڑ دے انہوں چھوڑ دے نئیں

جب بندہ بیعت ہوا تو میری (صوفی محمد حنیف) والدہ کو آپؒ نے زیارت کراوئی اور فرمایا کہ آپ ناراض نہ ہونا کیونکہ وہ آپ کی اجازت کے بغیر ہی بیعت ہو گیا ہے۔ اگر چہ بیعت کیلئے والدہ کی اجازت ضروری نہیں، تاہم پاس ادب کی خاطر تا کہ وہ ناراض نہ ہوں۔ شادی کے موقع پر اگر چہ میں راضی نہ تھا اس لئے والدہ نے آپؒ کو یہ پیغام بھجوایا۔ اس پر آپؒ نے اپنے فقیرانہ انداز میں جواب دیا کہ فقیر تمہارے لئے دعا گو ہے اور تم اپنی والدہ کے کہنے پر راضی ہو جاؤ۔ آپ نے میری شادی پر انعامات کے طور پر عینک اور گلاب کے پھول تصویری شکل میں بھیجے۔ اس کی تعبیر بہت بعد میں سمجھ آئی کہ تم ایسا کرو تمہاری اولاد ہو

گی اور وہ مطیع وفرمانبردار بھی ہوگی۔تم بس گلاب کے پھول کی طرح سکون سے زندگی گذارو گے استقامت پر رہنا تمہارا کام ہے باقی معاملات فقیر کی ذمہ داری ہیں۔ماشاءاللہ اب میری اولاد صالح ہے اور لالچ سے دور ہے۔آپ نے جیسے فرمایا تھا سلسلہ اسی طرح چل رہا ہے۔الحمداللہ میرے حضور کا کرم بہت وسیع ہے۔

مسجد، ڈسپنسری اور آستانہ پر ہونے والی محافل اور حلقہ ہائے ذکر کے باعث ضرب المثل کی حد تک مشہور ہو گئے ہیں۔الحمداللہ کہ لوگ یہاں تک کہتے ہیں کہ یہ "اللہ ہو" والے بابا جی محافل بھی کراتے ہیں اور لوگوں کو لنگر بھی کھلاتے ہیں۔ 1964 میں اور میرے خالو سمیت خاندان کے افراد جن میں عورتیں بھی شامل تھیں حج کی درخواست منظور نہ ہوئی۔مگر میری والدہ جنہوں نے آخری لمحات میں حج پر جانے کا ارادہ کیا تھا انکی درخواست منظور ہو گئی انھوں نے شرط یہ رکھی کہ حضور میں تب جاؤں گی جب حنیف بھی میرے ساتھ جائے پھر کہنے لگی کہ مجھے بیعت کر لیجئے لیکن میرے گناہ آپ کے ذمے ہوں گے اس بات کو بھی قبولیت بخشی اور انھیں حضور نے اپنی بیعت میں قبول کر لیا۔پھر والدہ نے اصرار کیا کہ حضور آپ بھی میرے ساتھ چلیں اس پر حضورؒ نے فرمایا کہ تم جاؤ فقیر تمہارے ساتھ ہو گا۔سفر حرمین، تمام مناسک حج کی ادائیگی کے بعد جب واپسی ہوئی تو حضرت صاحب سے ملاقات پر والدہ نے تمام روئیداد سنائی کہ حضرت صاحب مدینہ منورہ میں روضہ اقدس کے سامنے تشریف لے گئے اور اس نے زیارت کی یا رسول اللہ میں صدقے جاواں ---یا رسول اللہ میں صدقے جاواں۔کافی دیر گذر گئی اور حالت خراب تھی،طبیعت سنبھلنے کے بعد حضور نے فرمایا تم نے واقع ہی زیارت کی۔کچھ دیر بعد پھر کیفیت بدلی اور یا رسول اللہ صدقے جاواں---میں صدقے جاواں ،اسی طرح پکارنے لگیں تو حضور نے فرمایا باقی لوگوں نے ایک حج کیا جبکہ اے مائی مبارک ہو تم نے دو حج کیئے ہیں۔آپؒ کا کوئی سنگی جہاں بھی جاتا آپؒ اس پر توجہات فرماتے ،خواہ وہ دیارِ حرم میں ہو یا دیارِ عجم میں اپنے گھر میں آپ کشف القلوب اور کشف القبور دونوں کے گویا بادشاہ تھے۔ان جیسا شاید ہم نے

کوئی اورنہیں دیکھا ۔ابھی بات ہمارے دل ہی میں ہوتی کہ آپ نہ صرف جان لیتے بلکہ ہم پر اسکا اظہار بھی فرما دیتے ۔کراچی میں ایک دفعہ حضور کا گذر ایک قبرستان سے ہوا آپ ایک کچی اور پرانی قبر کے پاس تھوڑی دیر مراقب ہوئے ،اور فرمانے لگے یہ صاحب اس حالت میں دھوتی لنگی پہنے ہوئے پکی قبر والوں سے زیادہ سکھ میں ہے ۔

1971ء میں میڈیکل فرسٹ ایڈ کی نشستیں تیار ہو رہی تھیں ۔صوفی منظور حسین صاحب (دربار شریف والے)میرے ساتھ تھے انہوں نے اپنے مرشد کی باتیں شروع کر دیں ۔ میں نے بھی کام بند کر دیا اور ہم دونوں یار کی باتوں میں محو ہو گئے ۔وہ اپنے یار کی باتیں کرتا رہا اور میں اپنے کی ۔اس دوران میں نے بھی کہہ دیا کہ میرے مرشد ابھی ابھی میرے ساتھ ہیں اس کے علاوہ یہ بھی کہ جو کوئی بھی میرے مرشد کے ہاں کوئی نیت لیکر جاتا ہے ،اس کی وہ نیت میرے حضور پوری کر دیتے ہیں ۔میرے مرشد نے میری اس بات کی لاج رکھی کہ انھوں نے اس صوفی منظور صاحب کو خواب میں زیارت سے نوازا ۔ایک دن ،دو دن ،تین دن آخر اس نے پوچھا حضور کیا وجہ ہے کہ SP یا DSM اس سے محبت و پیار کرتے ہیں جو اس کے بیٹے کا دوست ہو ،چونکہ تم صوفی حنیف کے دوست ہو اس لئے ہم تم سے بھی پیار کرتے ہیں ۔تو اس نے کہا تمہارا کہنا ہے کہ میرے مرشد کا جو تصور کرے یا ان سے مل لے اس کی مراد پوری ہو گی تو اس نے کہا کہ اب میری عمر 60 سال ہے میرے ہاں اولاد تو پہلے بھی ہے لیکن میں چاہتا ہوں کہ اس عمر میں میرے ہاں ایک بیٹا پیدا ہو ۔چنانچہ وہ جب یہ شرط لیکر دربار عالیہ میں حاضر ہوا تو میرے حضور کی نگاہ کے صدقے ٹھیک 9 ماہ بعد اللہ پاک نے انہیں بیٹے سے نوازا ۔لوگ اس سے پوچھتے (یعنی مجھ سے پوچھتے تو میں) کہتا کہ بابا اس عمر میں یہ کیا ہو گیا ہے؟ تو وہ کہتا کہ اسکا علم صوفی حنیف کو ہے ۔صوفی حنیف صاحب کہتے کہ یہ میرے حضور کی کرامت ہے ۔

ابتداْء محمد حنیف کے پاس مکان نہ تھا بندہ نے عرض کی تو آپ نے فرمایا کہ سب ٹھیک ہو جائے گا ۔اس دعا کا اثر یوں ظاہر ہوا کہ بغیر کسی ظاہری سہارے اور میری عدم موجودگی میں

40 دنوں میں مکان تیار ہو گیا۔تو میں نے مکان کی چابیاں عقیدتاً اور ہدیۃً حضور کو پیش کر دیں اور اس کا نام کرامت منزل ہی رکھا۔تو آپؒ نے چابیاں واپس کر دیں اور فرمایا کہ تم ہی اس میں رہو گے ۔یہ مکان تو فقیر کا ہی ہے لیکن رہے گا اس میں صوفی محمد حنیف ۔پھر میں نے اپنی گلی کا نام کرامت سٹریٹ اور محلے کا نام بھی کرامت محلّہ رکھا۔کسی نے مجھ پر اعتراض نہیں کیا۔نہ کمیٹی والوں نے اعتراض کیا۔ہاں محلے داروں نے پوچھا کہ کرامت تمہارے باپ یا دادا کا نام ہے تو میں نے عرض کیا نہیں بلکہ یہ میرے پیر و مرشد کا نام ہے ۔اور یہ سب کچھ انہیں کی نظر کرم کا صدقہ ہے ۔

ایک دفعہ میں نے سوچا کہ سردیوں کا موسم ہے حضور کو ویسٹ کوٹ پیش کروں گا، چونکہ سفید قمیض اور شلوار پر یہ بڑی خوبصورت لگتی ہے ۔پھر ذہن میں خیال آیا چلو ابھی کونسا اتنا ضروری ہے پھر کبھی دے دونگا ۔میں محفل کے آخر پر کھڑا تھا کہ آپؒ نے نعت خواں کو خاموش ہونے کا حکم دیا ۔اور فرمایا سب کچھ اللہ ہی دیتا ہے اسی سے ہی مانگنا چاہیے ۔لیکن جب وہ مانگے تو دے دینی چاہیے۔گن گن کے یا سوچ سوچ کے جو دیتے ہو یہ اچھا نہیں جب وہ **"یرزق من یشآء بغیر حساب"** دیتا ہے تو تم کیوں ایسا نہیں کرتے اس کی راہ میں دل کھول کر دیا کرو ۔وہ بھی ایسے ہی انداز میں دے گا۔میں نے بات کو جان لیا فوراً توبہ کی اور ویسٹ کوٹ حضور کی نذر کی ۔

جب مسجد کے ہال کی بنیاد رکھی تو خواب میں دیکھا کہ حضور نے صحن میں ایک تازہ بچھڑا بطور صدقہ ذبح کرا کے اس کا گوشت تقسیم فرمایا اس پر میں نے بعینہٖ اس جیسا بچھڑا تلاش کیا مالک نے مجھ سے رقم کا کوئی تقاضا نہ کیا اور کہا لے جاؤ جو مرضی دے دینا چنانچہ میں نے اسکا سارا گوشت تمام علاقے میں تقسیم کیا۔

میرا مدرسہ، آستانہ، مسجد، ڈسپنسری اور ان سب کے جملہ انتظامات سب کے سب آپ کے ذریعے ہی حل ہو رہے ہیں ۔چونکہ آستانہ اور اس سے ملحق عمارات کی بنیاد کی اینٹ خواجہ نوید صاحب نے دربار عالیہ گوجرانوالہ سے بھیجی تھی لہٰذا یہ اسی کی برکت ہے کہ سارا انتظام بالکل صحیح چل رہا ہے ۔

چوہدری صوفی مظفر علی صاحب:

محترم حضرت صوفی مظفر علی بندہ (راقم الحروف) 18-2-2007 ملاقات کیلئے حاضر ہوا خوب بارش ہو رہی تھی اور سردی اپنے عروج پر تھی لیکن موصوف کے ذوق کمال نے سردی اور بارش کا احساس تک نہ ہونے دیا۔ آپ کی ہر ہر ادا اور ہر ہر بات سے مرشد کی محبت اور عظمت ٹپکتی محسوس ہوتی تھی۔ ان سے لئے گئے انٹرویو کے چند اقتباسات درج ذیل ہیں:

آپ قوم کے راجپوت ہیں اور بورڈ آف ایجوکیشن (BISE) لاہور میں بطور سپرنٹنڈنٹ آپ کی ملازمت تھی۔ کچھ راجپوت قوم کا اثر اور اس پر بابو جی کا لقب انہیں اپنے خاص ہونے کا احساس دلانے کے لئے کافی تھے۔ لیکن والدہ کی صفات کاملہ اور اوصاف حمیدہ کی برکت سے ان کا رجحان شروع ہی سے نماز روزہ کی طرف تھا۔ چونکہ اکلوتے بیٹے تھے اس لئے والدہ کی اجازت کے بغیر عام بچوں کے ساتھ کھیلنا بھی پسند نہ کرتے۔ یہ حال دیکھ کر خاندان کی دوسری عورتیں کہا کرتیں کہ بیٹا اگر چہ ایک ہی ہو مگر مظفر جیسا۔ آپ کو والدہ کی گود سے فقیروں کی محبت تو ملی ہی تھی مگر ابھی آپ کو کسی ایسے مرشد کامل کی تلاش تھی جو اس راجپوت جوان کو سیدھا کرے اور بابو جی سے صوفی مظفر بنا دے۔ اس زمانے میں پیر صاحب کے ایک مرید محمد عاشق صاحب کلرک کی حیثیت سے چوہدری مظفر صاحب کے ماتحت کام کر رہے تھے۔ مرشد کریم کے فیض نظر سے جب انہوں نے داڑھی رکھ لی تو چوھدری صاحب نے پوچھا کیوں بھئی! شیو کرانے کا وقت نہیں ملا تو اس نے اس سوال کے جواب میں کہا چوہدری صاحب میں ایسے پیر کا مرید ہو گیا ہوں جو چہرے پر ہاتھ بھی پھیر دے تو داڑھی خود بخود ہی آجاتی ہے۔ میں یہ سن کر بڑا حیران ہوا خیال کیا کہ اس گئے گذرے زمانے میں ایسے بزرگ ہیں کہ چہرے پر ہاتھ پھیر دے تو مرید ساری دنیاوی لذات اور خوشیاں چھوڑ کر سنت مصطفیٰ کا پابند ہو جاتا ہے۔ چوہدری صاحب یعنی بابا جی کے اس اظہار حیرت پر عاشق صاحب نے کہا چوہدری صاحب حیران ہونے کی چنداں ضرورت نہیں۔ اگر آپ کو یقین نہیں تو ان کی زیارت کر کے دیکھ لو آؤ میرے ساتھ چلو۔

چنانچہ عاشق کہنے لگا اور میں پس و پیش کرتا رہا بالآخر وہ دن آ گیا جو میرے لیئے انتہائی مفید اور مقدر کو سنوارنے کا مقرر تھا۔ اس دن عاشق نے بتایا کہ آج میرے پیر صاحب بذریعہ ریلوے فیصل آباد سے لاہور آ رہے ہیں۔ چنانچہ میں بھی اس کے ساتھ چند پھولوں کے ہار لیئے حاضرِ خدمت ہوا۔ منظر دیدنی تھا۔ اس دوران صوفی عبدالحمید صاحب نے میرا تعارف کرایا۔ اس وقت حضور قبلہ صاحب سے میری ملاقات تفصیلاً تو نہ ہو سکی لیکن میں اس جلوس اور منظر سے بہت متاثر ہوا۔ مغرب کی نماز کے بعد محفل تھی۔ لیکن میری مجبوری تھی کہ میں اکلوتا بیٹا ہونے کیوجہ سے شام کے بعد گھر سے نہ نکلتا تھا چنانچہ میں اجازت لیکر واپس آ گیا۔ ابھی سائیکل پر سوار ہو کر چند قدم ہی چلا تھا کہ سوچا شاید دوبارہ ایسا موقع نہ ملے۔ والدہ سے تو معافی مانگ ہی لوں گا چنانچہ میں محفل گاہ میں چلا آیا لیکن میرے دل میں یہ خیال بھی تھا کہ اگر حضرت صاحب نے ملاقات کے بعد مجھے آگے بٹھالیا تو میں سمجھ لوں گا کہ میں اپنی صحیح منزل پر ہوں اور حضرت صاحب ایک باکمال ولی اللہ ہیں۔ اگرچہ اس سے قبل اسٹیشن پر سارا منظر دیکھ چکا تھا لیکن پھر بھی یہ خیال ایک بشری تقاضے کی شکل میں مجھے لاحق ہوا جس نے میرے ذہن میں آپ کی ولایت ہی مشکوک کر دی، چنانچہ ملاقات کا وقت آیا میری باری آئی، دست بوسی سے فارغ ہوا تو آپ نے مجھ سے پوچھا بابو جی! آپ کہاں سے آئے ہو۔ کیا کرتے ہو؟۔ آپ کا پورا نام کیا ہے۔ میرے جواب دینے سے پہلے ہی صوفی محمد عاشق صاحب نے بتا دیا "چوھدری مظفر علی خان" اور راجپوت قوم کے زمیندار ہیں۔ حضرت صاحب نے مسکرا کر فرمایا کہ چوھدری صاحب آپ میرے پاس ہی دائیں جانب آ کر بیٹھ جائیں۔

حضور کا یہ فرمانا ہی تھا کہ میرا الیقین عین الیقین سے حق الیقین تک پہنچ گیا میری آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ دوران محفل کئی مرتبہ آپ نے میری طرف دیکھا۔ اور جب بھی آپ میری جانب دیکھتے تو میری آنکھوں سے بے ساختہ آنسو بہہ نکلتے۔ اسی کیفیت میں محفل اپنے اختتام کو پہنچ گئی۔ اعلان بیعت ہوتے ہی میں نے قربت کا فائدہ اُٹھاتے ہوئے سب

سے پہلے اپنا ہاتھ بڑھایا تو آپ نے اپنا دایاں ہاتھ میری طرف بڑھاتے ہوئے فرمایا کہ چوھدری صاحب! پکڑو میرا ہاتھ۔میرے ہاتھ کے اوپر بھی اور لوگوں نے ہاتھ رکھ دیئے۔لیکن جو ٹھنڈک اس وقت میں نے محسوس کی اس کی کیفیت مجھے آج تک محسوس ہوتی ہے۔تیسری نسل گزر چکی ہے وہی ٹھنڈک وہی خوشبو اور وہی کیفیت۔۔۔لنگر سے فراغت کے بعد قبلہ حضور نے صبح کا ناشتہ اپنے ساتھ کرنے کا حکم دیا۔صوفی محمد حنیف صاحب کے گھر ناشتہ تھا۔ناشتہ سے پہلے محفل شروع ہوئی۔ابھی میں سلام کر کے بیٹھا ہی تھا کہ آپ نے محفل روک کر فرمایا! دوستو بزرگ کہتے چلے آئے ہیں کہ "پانی پیویں کہ تے پیر پھڑو چن کے" اس ارشاد کے مطابق آپ لوگوں نے مجھے چن کر پیر پکڑا ہے، یا چن کر پکڑنے والے نے میری بیعت کروائی۔لیکن کبھی کبھار فقیر کو بھی کوئی شخص پسند آجاتا ہے، بعد ازاں آپ نے فرمایا، چوہدری مظفر علی خان میری پسند ہیں۔یہ حضرت قبلہ خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی باطنی توجہ ہی تھی کہ اسٹیشن پر موجود رش میں پہلی ملاقات میں ہی میرے دل کی دنیا کو تبدیل فرما دیا۔بلکہ گھر کی جانب جانے کی بجائے سیدھا محفل گاہ میں بلایا اور پھر میرے دل کے شکوک وشبہات دور کر کے اس پر قبضہ ہی کر لیا۔ایک وقت میرے لیئے یہ تھا کہ سکول کالج، دفتر اور گھر کے علاوہ تیسرا کام ہی نہ تھا۔مگر بیعت ہونے کے بعد باطنی توجہ نے یہ کام کیا کہ رات دن فقط ذکر اللہ کیلئے وقف کر دیئے۔قبلہ خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ میری رفاقت نو سال رہی۔

داڑھی رکھوانے کا طریقہ:

1972-73ء کے آغاز میں دربار عالیہ گوجرانوالہ شریف میں بارہ ٹوپیاں منگوائیں۔جن لوگوں کے چہرے پر ابھی تک سنت مصطفیٰ ﷺ کا رنگ داڑھی شریف کی شکل میں نہ تھا ان سب کو ایک ایک ٹوپی پہنا دی۔میرے پاس لاہور کے ایک مستری صوفی عبدالغفور کے والد بھی تھے، وہ کہنے لگے! چوہدری تمہاری طرف بھی حضرت صاحب چورائی آنکھ سے دیکھ رہے ہیں میں نے کہا تمام ٹوپیاں تقسیم ہو چکی ہیں پھر سہی یعنی اگلی دفعہ سہی اتنے میں خواجہ

لیاقت صاحب کوفرمایا کہ 6ٹوپیاں اورلاؤ کوئٹہ سے ایک صوبیدار صاحب آئے ہوئے تھے ازراہ ظرافت فرمانے لگے یہ آدمی صوبیدار صاحب مکمل طور پر بیوقوف ہیں میں ان کو عقل والا نہ بنا دوں تو پھر کہا ایک تو پٹھان ہے دوسرا فوجی آپ نے توجہ فرما کر اسے پیچھے ہٹا دیا اور پھر بڑے پیار سے فرمایا چوہدری مظفر خان سپر یٹنڈنٹ B.I.S.E لاہور کو بلاؤ میں حاضر ہوا منہ آگے بڑھا تھا کہ آپ نے بڑے پیار سے فرمایا کول ٹوپی اتار دو اور تاج نقشبندی موہری شریف کی علامت پہن لو اور آپ نے یہ بھی فرمایا کہ میں ایک ذبح عظیم کرنے لگا ہوں میں نے عرض کیا کہ حضور گستاخی معاف یہ بڑا مشکل اور سخت کام ہے اور یہ مشکل ہی سے حل ہوگا اس پر آپ نے اپنے ہاتھ پر ہاتھ مار کر فرمایا بڑے سے بڑے بکرے جو حلال نہ کر سکے اسے بہترین اور ماہر قصاب کون کہے گا۔یہ کہ کر آپ نے ٹوپی پہنائی اور توجہ فرمائی اور میں نے ساری توجہ لی ۔اس پر حضور نے کچھ کہاوتیں بھی بیان فرمائیں۔

رمضان شریف کی 2 تاریخ تھی بندہ گھر آیا تو اپنی بیوی اور بچی کو بتایا کہ آج مجھے سنت رسول ﷺ مل گئی ہے بیٹی نے کہا ابو لوگ کیا کہیں گے میں نے کہا پیروں نے رکھوائی ہے رات کو تراویح کے دوران میری آنکھوں کے سامنے حضرت صاحب کا سارا منظر گھوم گیا اس وقت میں امام صاحب کے پیچھے رکوع کی حالت میں تھا چنانچہ تراویح کے دوران ہی میں نے داڑھی شریف رکھنے کی پکی نیت کر لی تھی۔

پہلا پروگرام:

میری لاہور میں رہائش تھی آپ وقفہ وقفہ کے بعد تشریف لاتے ایک دن میں نے عرض کی کہ حضور میرے غریب خانے میں بھی تشریف لائیں۔پونے دو سال کے بعد آپ نے صوفی عاشق صاحب کے ذریعے اس دعوت کی منظوری دی۔آپ کی تربیت کا یہ عالم تھا کہ ہر آدمی سے اسکے مرتبہ اور مقام کے مطابق بات فرماتے **"کلمو الناس علی قدر عقولھم او علی مناز لھم"** کے مطابق۔بہر حال جب میرے گھر میں محفل کا پروگرام طے پایا تو آپ نے پیغام بھجوایا کہ صوفی صاحب میں تمہیں پورے مہینے کا وقت دیتا ہوں 2 دسمبر کو

تمہارے گھر میں محفل ہو گی خوب تیاری کر لو نا معلوم اس میں کیا راز تھا؟۔
میں نے عرض کی کہ حضور درست، پورا ایک مہینہ ہر نماز کے بعد رو رو کر عرض کرتا اور دعائیں کرتا! اے اللہ مرشد کے اس امتحان میں مجھے کامیابی عطا فرما، کوئی خاص بات ہی ہے جو آپ نے مجھ کو حکم دیا ہے۔ القصہ میں نے اس محفل اور حضرت صاحب کے استقبال کے لئے خاصی تیاری کی میں نے میاں تقی صاحب ہیڈ ماسٹر اسلامیہ ہائی سکول سمن آباد سے گاڑی منگوائی اور اسے خوبصورت سجا کر استقبال کیلئے پیش کیا۔ یہ ذوق دیکھ کر حضرت صاحب نے فرمایا یہی چوہدری صاحب کیلئے دعا کریں، ہاتھ اُٹھاؤ سنگیو! بس وہ دعا کیا تھی ان اٹھے ہوئے ہاتھوں سے **" واللہ لو اقسم لا برہ"** کی تفصیل وتشریح کا مصداق تھی۔ 5 من دودھ اور کافی بکرے ذبح کیئے جو دستر خوان کی رونق تھی۔ حضرت صاحب اس ضیافت، استقبال اور والہانہ عقیدت ومحبت کو دیکھ کر بڑے خوش ہوئے اور موج میں آکر فرمانے لگے کہ فقیر کی درویشی کے تین کونے تھے۔ چوتھا کونہ تو چوہدری صاحب نے پر کر دیا ہے۔ آج فقیر وہ دینے لگا ہے جو آج تک کسی کو بھی نہیں دیا، پیرومرشد کریم نے دعا کیلئے ہاتھ اُٹھائے اور فرمایا کہ سنگیو! ہاتھ اُٹھاؤ۔ دعا فرمائی اور محفل چلتی رہی۔ بعد ازاں آپ نے خواجہ منیر صاحبؒ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ منیر!

''قطرہ وچ دریائے پیا۔ تے پھر اوہ کیہ اکھوائے اے سمندر ہی اوہو یا''

راولپنڈی سے بوگی اور لاہور سے بکنگ:

1978ء جب حج پر جانے کا پروگرام تھا، تو مجھے خلیفہ لاہور صوفی سمیع اللہ صاحب ریلوے S.T دونوں کو گوجرانوالہ بلایا۔ اور فرمایا فقیر حج پر جا رہا ہے۔ اور سیٹیں بک کروانی ہیں، تقریباً پورا ڈبہ یعنی بوگی ہی بک کروانی ہے۔ یہ بوگی لاہور سے لگنی ہے چنانچہ ہم دونوں ریلوے اسٹیشن کے بکنگ آفس پر پہنچے۔ جس روز گاڑی جانی تھی تو بکنگ آفیسر نے بک کرنے سے انکار کر دیا، اور کہا کہ آج لاہور سے اس دن کی بکنگ نہیں ہو گی۔ کیونکہ جنجوعہ صاحب ریلوے وزیر نے پوری بوگی منگوائی ہے۔ ایک پروگرام ہے اس لیئے بکنگ نہیں ہو

سکتی۔ بکنگ آفیسر کے اس رویہ سے ہم دونوں مایوس ہو کر سیدھے دربار شریف پہنچے، اور اپنی معذرت پیش کی آپؒ نے جلالی کیفیت میں فرمایا چوہدری سمیع اللہ اور چوہدری مظفر صاحب دونوں دھیان سے سنو! فقیر اسی بوگی پر جائے گا، جنجوعہ وزیر کون ہوتا ہے فقیر کا پروگرام بدلنے والا۔ تم دوبارہ سیدھے بکنگ آفس میں جاؤ، ہم سیدھے ریلوے اسٹیشن پہنچے اور ساری رات ریلوے اسٹیشن پر رہے۔

صبح جب بکنگ آفس کھلا تو اسی آفیسر کے سامنے گئے، رقم ادا کی تو وہ کہنے لگا ساری رات تمہارا پیر میرے اور جنجوعہ صاحب کے سرہانے کھڑا رہا ہے۔ اب لاؤ رقم اور اپنی بکنگ کروالو۔ ہوا یہ کہ وزیر صاحب کا پروگرام کینسل ہو گیا ہے۔ چنانچہ مقررہ دن کے لئے ساری بوگی خوب سجائی گئی اور حضرت صاحب کا استقبال والہانہ انداز میں کیا گیا۔ چونکہ وہ مارشل لاء ضیا الحق کا دور تھا اور چار سے زیادہ آدمی اکٹھے نہیں ہو سکتے تھے تو اس لئے حضور نے فرمایا کہ سنگیوں کو کہہ دو بس تین تین کی ٹولیاں بنا کر ملاقات کر لیں لیکن میں نے اعلان کر دیا تمام لوگ جلوس کی شکل میں آؤ اور زیارت کر لو۔ حضور مسکرا پڑے! میں نے عرض کیا حضور آپؒ ہی ہمارے مارشل لاء ہیں ہم کسی اور مارشل لاء سے کیوں ڈریں۔ گارڈ اور ST بھی اس بوگی میں آ گئے اور کہنے لگے آج گاڑی خواجہ سرکار کے حکم ہی سے چلے گی اور انھیں کے حکم پر رکے گی آج سگنل یا گارڈ کی جھنڈی پر عمل نہیں کیا جائے گا۔ جب حکم کریں گے چل جائے گی اور جہاں حکم ہو گا وہاں رک جائے گی۔

خواجہ منیر حسینؒ صاحب کی عنائت اول:

جب حضرت خواجہ کرامت حسینؒ نے حضرت خواجہ منیر حسینؒ صاحب کو 21 دسمبر 1979ء کو سالانہ نو مبارک پر خود روانہ فرمایا تو ہم نے بمعہ حلقہ صاحب لاہور آپ کا شایانِ شان مثالی استقبال کیا۔

لاہور میں دو روزہ بھرپور پروگرام کے بعد بذریعہ ریل کار لاہور سے پاک پتن کا سفر تھا۔ خواجہ صاحب نے مجھ پر خصوصی شفقت فرماتے ہوئے اپنی سیٹ پر اپنے ساتھ بٹھا

لیا۔عقیدت ومحبت کی باتیں بھی ہوتی رہیں اور دیدار بھی ہوتا رہا۔خواجہ صاحب نے میری طرف ایک نگاہِ کرم اٹھائی تو مجھ پر کیفیت طاری ہوگئی۔ میں خود سو کر سیٹ سے نیچے گر گیا۔ خواجہ صاحب کے جوتے میرے منہ پر لگے۔تو خواجہ صاحب نے مجھے گلے لگالیا۔چند روز بعد حضرت صاحبؒ سے ملاقات میں مَیں نے عرض کیا۔حضور صاجزادہ خواجہ منیر حسین کی نگاہِ ولائت کو میں برداشت نہ کرسکا۔تو آپ نے پہلوان کی مثال دے کر فرمایا۔اس کی روحانی قوت کو یااللہ بہتر جانتا ہے نہیں بہتر جانتا ہوں۔حضرت خواجہ کراماتحسینؒ نے مجھے ملاقات میں فرمایا۔

حلقہ کے لئے انہی کے ساتھ مل کر کام کرنا ہے ساتھ نہیں چھوڑنا،اور پوری کوشش کرواور محنت کے ساتھ حالات کا مقابلہ کر کے بھی خواجہ منیر صاحب کا ساتھ دیناالحمدللہ اب خواجہ منیر حسین صاحب ہیں ان کیلئے بھی اب ہماری جانیں اور مال قربان۔

چار سال تک میں نے حضور خواجہ منیر حسین کے ساتھ سفر کیااور بعد میں خصوصی اجازت کے بعد اپنا سلسلہ شروع کردیا۔کیونکہ ''ہم ان کی پہچان ہیں اور یہ ہماری پہچان''

پاک پتن شریف ٹرین میں ایک شخص آیا نعت شریف شروع کردی۔خواجہ صاحب موج میں آئے تو کیا دیکھتا ہوں کہ جس طرف خواجہ صاحب بیٹھے تھے۔ٹرین کی دروازے سے روحانی آنکھ سے باہر دیکھا تو حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکرؒ گھوڑے پر سوار ساتھ ساتھ آرہے۔یہ نظارہ بھی آپ کے ہی قدموں میں بیٹھ کر حاصل کیا۔حضرت خواجہ کرامت حسین اور حضرت خواجہ منیر حسینؒ اپنی بے پناہ شفقت سے ہمیشہ نوازا۔

سرگودھا بشیر ڈیری لیبارٹری کے مالک کا واقعہ:

صوفی بشیر صاحب نے اپنے لیٹر پیڈ پر حضور کو ایک خط لکھا جن سے چند ضروری اہم چیزیں قارئین کیلئے تحریر کی جاتی ہیں۔

بشیر صاحب یکم جنوری 1962ء کا واقعہ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ ان کا زمانہ طالب علمی تھا نماز پنجگانہ کی پابندی تلاوت قرآن پاک،صبح وشام ذکر کی محافل میں شمولیت اور

اہل اللہ سے محبت والدہ کی گود سے نصیب ہوئی ہے۔نیز روزانہ عہدنامہ اور آیت الکرسی پڑھنا معمول تھا۔اس کی برکت سے سرکار عالمﷺ نے کرم فرمایا۔بخت جاگ گئے۔(اور مرشد کریم نے اس بات کی تصدیق کی)اس سعادت عظمیٰ کے تقریباً ایک ماہ بعد نماز اور تلاوت کلام سے محرومی ہونے لگی،کوششوں کے باوجود نمازوں کی پابندی نہ ہوسکی۔بڑا پریشان کہ ایک طرف اتنا کرم اور دوسری طرف رب ذی الجلال کی بارگاہ میں غیر حاضری۔پیران عظام اور صوفیاء جو بھی ملتے ان کے سامنے اپنا مسئلہ پیش کرتا۔اکثر اوقات عاملین کی طرف سے جواب ملتا کوئی بات نہیں سب ٹھیک ہوجائیگا۔آخر میں نے یہ طے کرلیا جو مرد میری اس مشکل کو حل کرے گا میں اسی کو ہی ولی کامل مانتے ہوئے اس کی بیعت کرلوں گا۔حسن اتفاق کہہ لیجئے کہ جن پیروں یا فقیروں سے ملاقات ہوتی ان میں الا ما شاء اللہ اکثر تو فرماتے چھوڑ نماز کیا ہے۔معاذ اللہ۔چھٹی دے دیتے ہیں۔اپنے اندر ایک احساس ندامت محرومی پر برقرار تھا،جو بے چین مسئلے ہوتے تھے۔آخر اس وجہ سے مجبوراً سوچتا کہ شاید اس وقت سخت زمانے میں،اللہ والے غائب ہوگئے ہیں۔یا قحط الرجال کا عالم ہے یا کہیں اللہ والے جنگلوں اور پہاڑوں میں چلے گئے ہیں۔اور خلوت نشین ہو چکے ہیں۔میری قسمت میں ہی شاید کسی بزرگ کا ملاپ نہیں وغیرہ وغیرہ۔اس کشمکش میں 1965ء کی جنگ کا زمانہ آگیا اس زمانے میں مجھ پر جو گذری سو گذری،الغرض مجھے آپ کا پتہ جلد لگ گیا۔پہلی دفعہ ملاقات ہوتے ہی بغیر کچھ عرض کیئے نماز کی طرف رغبت ہوگئی۔صرف رغبت ہی نہیں بلاء کا خشوع بھی نصیب ہوا۔اس خوشی میں خادم نے حضور کے قدموں پر سر رکھ دیا۔سستی کا مقدمہ جو کسی بھی حالت میں حل نہ ہونے والا تھا ایسا حل ہوا کہ واپسی سرگودھا پہنچنے پر اس کا نشان بھی باقی نہ رہا۔میرے سرگودھا پہنچنے پر دنیا حیران تھی کہ اس بندے نے اپنے سے بڑھ کر ایک نرالہ اور انوکھا کام کر دیا ہے۔مگر ان کو کیا معلوم تھا اس ناچیز کو مولا کریم نے ایک ایسا راہنما اور مرشد عطا کیا ہے۔جس کی مثال نہیں ملتی۔بقول شاعر

یوں تو اس دنیا میں سخن ور بہت اچھے ہیں
کہتے ہیں کہ غالب کا ہے انداز بیاں اور

بیعت کے بعد شب و روز آپؒ کے بارے میں سوچتا رہتا کہ پہلے بھی کہیں ملاقات ہو چکی ہے۔ تقریباً چھ ماہ بعد پہلی ملاقات جنوری 1962ء کو میلادِ مصطفیٰ ﷺ کے موقع پر ہوئی تھی۔ اس انکشاف پر میری خوشی کی انتہا نہ رہی۔ کہ مولا کریم نے بہت اچھی نسبت ملا دی ہے۔

اللہ رب العزت نے اس خطاکار پر دو دفعہ کرم فرمایا کہ اپنا گھر عمرہ کی صورت میں (حج کے علاوہ) دیکھا دیا۔ اور سرکارِ دو عالم ﷺ کی سنہری جالیوں کی زیارت کروا دی سبحان اللہ۔ اس دوران خصوصاً مدینہ شریف میں قیام و طعام کا بیشتر حصہ اور خدمت صوفی محمد انور صاحب کے حصہ میں آئی۔ یہ سب حضرت خواجہ نوید صاحب کی مہربانیوں کا نتیجہ ہے کہ صوفی صاحب نے اس نسبت کا پاس رکھتے ہوئے اور سرکار ﷺ کا مہمان سمجھ کر خدمت کا خوب حق ادا کیا۔ اس دوران موقع سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے صوفی محمد انور صاحب سے مکان پر ہی انٹرویو کیا جن میں سے چند باتیں اور واقعات بیان کرنا اپنے لئے سعادت خیال کرتا ہوں۔

حضرت صوفی محمد انور صاحب (مور کھنڈا):

صوفی محمد انور صاحب موڑ کھنڈا کے رہائشی ہیں ان کا سلسلہ بیعت 1976ء میں ہوا اپنے ایک دوست کے ذریعے ہی یہ سعادت پائی۔

1976ء میں ہی انہیں ڈرائیور صوفی غلام رسول بلوچ اور کلینر کے ذریعے سے یہ سعادت نصیب ہوئی۔ چونکہ محمد انور صاحب کی ابھی نئی نئی شادی ہوئی تھی ٹیپ ریکارڈر ہاتھوں میں لئے سفر کے نشے میں مست بس ننکانہ صاحب سے بھائی پھیرو جا رہی تھی کلینر نے کہا کہ کیا تم نے کسی بزرگ کو دیکھا ہے۔ اور اگر دیکھنا چاہتے ہو تو جمعہ کو ہمارے پیر صاحب سانگلہ ہل کے علاقہ میں آ رہے ہیں تم بھی آ جانا۔ صوفی صاحب کی کپڑے کی دوکان موڑ کھنڈا میں تھی وہ ڈرائیور جمعرات کو گاڑی خالی کر کے محفل گاہ میں پہنچے۔ ''اللہ ہو'' کا ذکر سن کر دل بڑا خوش ہوا۔ لیکن فی الحال میں نے بیعت سے پس و پیش کیا۔ میں وقتی طور پر انکار تو کر چکا تھا لیکن رات گزارنا میرے لیئے مشکل ہو گیا۔ میرے دل میں ایک کھلبلی سی مچ گئی۔ اب کیا ہو گا نا معلوم زندگی وفا کرے یا نہ کرے۔ میں نے بڑی مشکل سے گاڑی والے کو تیار کیا اور کہا کہ

خدارا مجھے بیعت کروالاؤ۔اس نے کہا کہ جمعہ کو گوجرانوالہ شریف میں محفل ہوگی، ہمارے ساتھ چلنا۔اب جمعہ کا دن آنا ہی لمبا ہوگیا کہتے ہیں ''الانتظار اشد من الموت'' انتظار موت سے بھی زیادہ شدید ہوتا ہے۔خدا خدا کر کے جمعہ کا دن آیا۔سنگیوں سمیت آستانہ عالیہ پر حاضری ہوگئی۔مکان والی جگہ پر اس وقت محفل ہوا کرتی تھی صفیں بچھی ہوئی تھیں میں نے کہا مجھے جلدی سے بیعت کروا دو اس نے کہا ابھی صبر کرو دیکھ سن لو ابھی غور کر لو لیکن میری طلب اور چاہت میں اور بھی اضافہ ہوتا گیا محفل کے بعد خوش نصیب گھڑیاں آئیں جن کی برکت سے آج مخلوق سلام کرتی ہے۔یعنی حضور کی غلامی کا طوق گلے میں لٹکا لیا۔بندہ نے درخواست کی کہ ہمارے بھی غریب خانے میں محفل کا پروگرام ہو چنانچہ علاقہ ستیانہ سے واپسی پر آپ نے ہمیں وقت دے دیا۔ابھی نیا نیا حلقے میں داخل ہوا تھا۔جس دن دعوت تھی اتفاق سے اسی دن اتنی طوفانی بارش ہوگئی کہ گلیوں میں پانی پانی ہوگیا۔درخت وغیرہ گر گئے بجلی کا نظام معطل بڑی مایوسی ہوئی، محفل گھر سے بدل کر چچا کے گھر میں رکھ دی۔آپ وقت مقررہ پر بس کے ذریعے آن پہنچے حالانکہ مجھ سمیت تمام احباب کا یہ پختہ خیال تھا کہ اس موسم میں آپ کا آنا مشکل ہے۔رات گئے تک محفل ہوئی تقریباً 100 سنگی اس محفل میں شریک تھے۔میرا اور سیف اقبال کے والد بشیر احمد چکی والے کا مکان ہمارے گھر کے بالکل سامنے تھا۔اس نے تیاری میں میرے ساتھ کافی تعاون کیا تھا۔صبح اُٹھ کر ناشتہ کسی اور کے ہاں تھا، جب ہم ناشتے پر پہنچے تو راستے میں سیف اقبال میرے کان میں کہنے لگا میرے لیئے بھی دعا کروانا۔میں نے عرض کی حضور دعا کیلئے کہتا ہے۔آپ نے فرمایا کہ ناشتے والے گھر پہنچ جاؤ وہاں بات کریں گے۔بات کرتے ہوئے آپ نے مثال بیان کی کہ ملاح کے ہاتھ اگر بڑی کشتی دے دی جائے تو سواریاں اور سامان کنارے لگ جاندے نیں۔ میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر حضور کے ہاتھ میں دے دیا۔حضرت صاحب سے بیعت کرنے کے بعد مشہور ہوگیا کہ وہابی مسلمان ہوگیا۔بازاروں میں گھر گھر میں شور مچ گیا اور دیگر افراد اس کو سمجھانے لگے۔اس نے کہا کہ صوفی صاحب نے زبردستی میرا ہاتھ پکڑ کر ان کے ہاتھ

پر رکھ دیا تھا۔ میں تو نہ چاہتا تھا۔ اس پر میں کوجرانوالہ شریف حضرت صاحب کے پاس حاضر ہوا۔ عرض کی کہ اسے بیعت تو کروالی ہے، اگر وہ اب مضبوط نہ رہا تو سلسلہ آگے کیسے بڑھے گا۔ آپؒ نے فرمایا کہ تو پریشان نہ ہو بے فکر ہو جا۔ واپسی پر میں نے دیکھا کہ وہ مسجد اہلسنت (مستری غلام رسول والی) میں نماز پڑھ رہا ہے۔ صبح اُٹھ کر جب دکان پر گیا محلے کی خواتین اور لوگ کہہ رہے تھے سیف اقبال پاگل۔ پاگل۔ پاگل۔ ہو گیا ہے۔ میں ابھی تک اپنی درویشی سے بے خبر تھا، دوسرے دن صبح بشیر احمد کا باپ محمد دین آیا اور انتہائی عاجزی سے کہنے لگا کہ خدارا مجھے بچاؤ، یہ تو کسی کی بات نہیں سنتا نہ سمجھتا ہے، سوائے تمہارے۔ میں نے عرض کی کہ میرے لیئے کیا حکم ہے؟۔ میں تمہارے ساتھ چلتا ہوں۔ حضرت صاحب کے پاس حاضر ہوئے آپ نے فرمایا کہو! لا الہ الا اللہ، اس میں وہابی سنی والی کونسی بات ہے، یونہی محسوس ہوا کہ پریاں مجھے اُٹھا کر لے گئی ہیں۔ دوران ورد کیفیات محسوس ہونے لگی، دوبارہ ختم ہونے پر ''اللہ ہو'' کیا تھا۔ اس میں بھی وہابی سنی کا کوئی چکر نہیں۔۔۔۔۔ ساری کہانی سنادی۔

اور کہا کہ میرے باپ نے میرے پیچھے لگ کر میری اس چیز کو ختم کر دیا ہے۔ اور ابھی ایک چیز باقی رہ گئی ہے۔ ''اللہ ہو'' کے دوران والی کیفیت ختم ہو گئی ہے۔ لا الہ الا اللہ۔۔۔ کی کیفیت موجود ہے۔

میں نے کہا کہ میرے پیر کی کرامت تو تُو نے دیکھ لی اب محنت کر کے اس کو حاصل کرو۔ کچھ عرصے کے بعد دوسری چیز بھی چلی گئی تو میں نے عرض کی کہ میں اور تم ہم دونوں اکٹھے چلتے ہیں محنت کر کے اسے حاصل کریں اسی وجہ سے یہ نعمت ملی تھی۔

سعودی عرب کیلئے درخواست:

چونکہ گھر کے حالات کچھ اچھے نہ تھے میں نے دعا کیلئے عرض کی۔ خاندان اور برادری والوں نے طعن کرتے ہوئے کہا اب پتہ چلے گا کیسے معاملات چلتے ہیں۔ یا اپنے پیر صاحب کے ساتھ ہی چلتے رہو گے۔ آخر معلوم ہوا کہ مدینہ منورہ کیلئے کچھ درخواستیں مطلوب ہیں۔

بندے نے حضور سے عرض کی تو آپ نے فرمایا کہ صوفی صاحب تم کو ہم مدینہ شریف بھیج دیتے ہیں اور جتنی خدمت موڑ کھنڈا والے کریں گے تم اس سے زیادہ دربار شریف کی خدمت کرو گے۔ اور الحمد اللہ حضور کے یہ الفاظ من وعن ثابت ہوئے۔

ایک دفعہ کسی وجہ سے کفیل نے خروج لگا دیا اور کچھ آدمیوں کے خلاف درخواست دے دی۔ میں نے دربار شریف دعا کیلئے عرض کی تو حضور نے فرمایا کہ تمہیں کوئی خوف نہیں، ہوا یوں کہ جب کمپیوٹر سے پرنٹ نکلوایا تو اس میں محمد انور کی جگہ کسی اور کا نام تھا۔ فرمایا کفیل اس کو تلاش کرتا رہے اور آج تک سرکار کے قدموں میں خوبصورت اور وسیع کاروبار کر رہا ہوں۔

دو دوستوں کو محفل میں لیکر جانا:

ایک محفل میں دو آدمیوں، اسلم اور امانت علی کو لیکر جانا ہوا۔ وہ اس شرط پر تیار ہوئے کہ ہم نے بیعت نہیں کرنی، میں نے کہا ٹھیک ہے۔ جب محفل پر پہنچے حضرت صاحب قبلہ نے ''اللہ ہو'' کے معارف ومعانی واضح فرمائے تو اس نے کہا فوراً بیعت ہوتا ہوں۔ اس کی شرط یہ تھی کہ جو میرے دل کی بات بوجھ جائے اور میرا مسئلہ حل کرے تو میں اس کی بیعت ہو جاؤں گا۔ باہر آکر دوسرے ساتھی امانت علی نے بھی بیعت کر لی۔ یہ آدمی پرلے درجہ کا گنہگار، زنا کار، اور نا معلوم کن کن دھندوں میں مصروف کار تھا۔ اپنی دوکان یا مکان کے پیچھے ایک کمرہ زنا خانہ بنایا ہوا تھا۔ بیعت کے بعد ایک لڑکی آئی وہ اسے بلانے لگی یہ آدمی ڈگمگانے لگا اور بعد میں پوچھنے پر بتانے لگا کہ میرے سامنے اس وقت حضرت صاحب کی تصویر آگئی۔ اس کے باوجود تیسری دفعہ آگے بڑھا تو ایک زوردار طمانچہ میرے منہ پر پڑا، اور میں اپنا منہ ہی ملتا رہ گیا۔ بعد ازاں جب محفل میں آیا تو حضور قبلہؒ نے فوراً بتایا کہ زنا انتہائی بری چیز ہے، اور گناہ کبیرہ ہے۔ اور جب کسی کے ہاتھ میں ہاتھ دیتے ہیں تو پھر یہ خبیث دھندہ نہیں کرتے۔

سینما انتہائی بری چیز ہے:

صوفی صاحب اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ میں سسرال بیگم چھوڑ کر گوجرانوالہ میں آیا اور دل

میں خیال کیا کہ محفل سے فارغ ہو کر سینما شو دیکھنے چلا جاؤں گا۔آج تو کوئی پوچھنے والا نہیں۔(کیونکہ مشہور ہے کہ شادی شدہ انسان اس وقت بہت زیادہ خوش ہوتا ہے جس دن اس کی بیوی میکے چلی گئی ہو)محفل کے اختتام پر حضرت صاحب قبلہ نے فرمایا کہ داڑھی سنت کے مطابق مٹھی بھر ہونی چاہئے۔میں نے نیت کی کہ آج کے بعد داڑھی نہیں کتراؤں گا۔اور پوری کرونگا۔دوسری مرتبہ پھر آپ نے فرمایا کہ سب سے بری اور بدترین سوسائٹی سینما کی ہے۔میں نے سوچا کہ آج کے بعد سینما شو بھی ختم ،بالکل نہیں جاؤں گا۔

رات کے بارہ بجے دروازہ کھٹکنا:

78-1977 کی بات ہے رات کے ایک بجے کے بعد گھر کا دروازہ کھٹکتا تھا 4-3 دن متواتر رات کے وقت ایسا ہوتا مگر جب باہر نکلتے تو کوئی باہر نہ ہوتا میرے والدگرامی نے چارپائی باہر صحن میں بچھادی ایک رات گھر سے اٹھ کر دیکھنے لگے کہ کون ہے؟40، 40 دن تک حضرت صاحب صحن میں آکر اٹھاتے اور تہجد کیلیے جگاتے رہے کہ جب یہ عادت پختہ ہوگئی تو پھر توجہ سے تہجد کا پابند کرا دیا۔

گاڑی کا ٹائر پھٹنا:

ایک دفعہ وزیرآباد کے ایک گاؤں (اوجلہ کلاں) میں محفل تھی آپ نے فرمایا pick up پر آجاؤ ہم کچھ سنگی ذکر کرتے ہوئے چلے سڑک خطرناک تھی اگلا ٹائر پھٹ گیا ہم ذکر کررہے تھے ایک side پر جا کر گاڑی کھڑی ہوگئی ہم نہایت پریشان تھے وہاں پر بچے کھیل رہے تھے، دوڑے دوڑے آئے اور کہنے لگے۔کالے جبے والے بزرگ کہاں ہیں جنہوں نے گاڑی کو اُٹھایا ہوا تھا۔جب وہاں پہنچے تو دوران محفل حضرت صاحب فرمانے لگے،کہ اب سنگیوں نے گاڑی بھی ہم سے اُٹھوانا شروع کردی۔

روضہ شریف کی حاضری:

بندہ نے خواب میں حضورﷺ سے عرض کی کہ مدینہ شریف بھی بڑی بہاریں اور موجیں ہیں لیکن اپنے اس غلام کو روضہ شریف کی اندرونی بہاریں بھی دکھلوائیں تو آپ نے جونہی

توجہ فرمائی ،الحمداللہ روضہ انور کے تمام طبقات و مراحل اندر تک دکھا دیئے گئے، یہ سب میرے پیر کا صدقہ اور کرم ہے، جو روایات میں آتا ہے،اس سے آگے تک مشاہدہ کرایا ہے۔

قوت بازو سے برائی کا انسداد:

صوفی اقبال پی۔ٹی۔آئی علاقہ ستیانہ قطروال ضلع فیصل آباد کے کسی ایک سنگی کا واقعہ بیان کرتے ہیں۔ایک آدمی نے کسی لڑکی کے گھر کے صحن میں کھڑے ہوکر غلطی کا اصرار کیا اور اپنے اس ارادہ کو غلط نظروں سے تقویت دے رہا تھا۔اتنے میں اس کے منہ پر ایک زوردار طمانچہ پڑا جس سے اس کے اوسان خطا ہو گئے۔اس نے سوچا شاید گھر والے آگئے ہیں۔ جیسے ہی نظر اُٹھائی تو سامنے حضرت صاحب قبلہ کھڑے تھے۔دوست ظہر کی سنتیں ادا کر کے تیرے لیئے انتظار میں مسجد میں بیٹھے ہیں،وہ دوست مسجد میں گیا تو دوستوں نے پوچھا تمہارے چہرے پر یہ نشان کیسا؟۔دوستوں سے کہا اپنے ہمسائے کے گھر غلط ارادے سے لیک کر لڑکی کی طرف گیا صحن میں کھڑا تھا، کہ حضرت صاحب تشریف لے آئے،آپؒ نے زوردار تھپڑ میرے منہ پر مارا اور فرمایا کہ دوست ظہر کی سنتیں ادا کر کے تیرے انتظار میں بیٹھے ہیں تو کدھر کے دھندے میں مصروف ہے؟ اور میں آپ کو بتانے آیا ہوں اگر پیار سے کوئی نہ مانے تو سختی سے منا لیتے ہیں۔

شاہ دولہ گجراتی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار اقدس پر مراقبہ:

غوثیہ آئرن سٹور کلیانوالہ روڈ کنجوانی سٹی کے مالک صوفی محمد یونس نقشبندی نے ایک خط کے ذریعے اپنے احوال بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ۔

حضرت صاحب گجرات شاہ دولہ رحمۃ اللہ علیہ کے دربار اقدس سے گزر رہے تھے۔حسب دستور آپ فاتحہ خوانی اور سلام کیلئے رکے،مجاورین بیٹھے ہوئے تھے۔آپ مراقب ہوئے اور مراقبہ کے بعد فرمایا کہ آنکھیں بند کرلو تا کہ تمہیں صاحب مزار کے حلیے کا نقشہ بتاؤں میں نے ظاہراً حالت بیداری میں دیکھا کہ شاہ دولہ خود ذکر کر رہے ہیں اور بڑی خوشی میں جھوم رہے ہیں آخرکار انہوں نے آپ کی طرف رخ کیا آپ نے فرمایا کہ شاہ دولہ رحمۃ اللہ علیہ کا

یہ قد ہے یہ لباس ہے کرتہ تریزاں والہ ہے لاچا کھدر کا پہنے ہوئے ہیں پاؤں پر ہوائی چپل اور سر پر پگڑی ہے، بعض احباب نے سوچا کہ قبر میں یہ سب کچھ کیسے ہو سکتا ہے مجاور فوٹو لایا۔تو بالکل اس سے ملتی جلتی محسوس ہوئی (بتانے والا دیکھ کر بعد میں کچھ بیان کرتا ہے سوچنے والا سوچتا ہی رہ جاتا ہے۔)

خاص کراڑی ضلع فیصل آباد میں خواجہ معصومؒ کی محفل میں شمولیت:

صوفی محمد یونس صاحب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا سفر مبارک کا ایک واقعہ نقل کرتے ہیں۔ایک دفعہ حضور قبلہ عالم کا ڈرہ ناری ضلع فیصل آباد میں پروگرام تھا، پروگرام کے دوران ہی پتہ چلا کہ خواجہ معصوم صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی کراڑی میں آئے ہوئے ہیں۔آپؒ اپنا پروگرام مختصر کر کے خواجہ معصوم صاحب کے پروگرام میں تشریف لے گئے۔گویا دو فقیر یا دو ولیوں کی آپس میں ملاقات ایک دیدنی منظر تھا۔آنے والا ولی اللہ اور جس کی محفل میں جا رہا ہے، وہ باطنی نگاہ رکھنے والی شخصیت اور شیخ کامل کے بیٹے تھے۔خواجہ صاحب جب ان کی محفل میں پہنچے تو حضرت خواجہ معصوم صاحب رحمۃ اللہ علیہ اُٹھ کر استقبال کیلئے باہر تشریف لائے۔اور محفل گاہ میں حضرت خواجہ صاحب کو اپنے ساتھ بٹھالیا۔اور کھانا بھی اپنے ہمراہ کھلایا۔دوسری طرف خواجہ کرامت حسین رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شیخ کے صاحبزادے کا پورا پورا احترام کیا اور اس محفل میں جانے سے پہلے آپ نے اپنا جبہ مبارک اُتارا اور اوپر لی ہوئی چادر بھی اتار دی۔

صوفی سلیم الرحمان، صوفی شفیق الرحمن کے واقعات:

1970ء میں چھٹیاں لیکر حضرت صاحب کے ساتھ تھا۔اس وقت گھوڑوں یا بسوں پر سفر ہوتا تھا۔دو دو چار چار میل تک سفر ہوتا تھا۔آپ دوران سفر سنگیوں کی مسافت کے لحاظ سے نوافل کا حکم دیا کرتے تھے۔20,20 نوافل یا نماز تسبیح مجلس کے دوران ہی اور بعد میں بھی مجلس ہوا کرتی تھی۔بعد میں کھانا ہوتا۔اتوار کو دس بجے سے لیکر ظہر تک مجالس ہوتیں اور لنگر کے بعد گھروں کو جانے کی اجازت ملتی۔ایک دو دفعہ ہم نے بغیر اجازت ہی کوچ کیا تو

راستے میں کافی مشکلات کا سامنا ہوا۔کبھی بس خراب ،کبھی موسم خراب ،لیکن جب اجازت لیکر واپس آتے تو بروقت بخیر و عافیت واپسی ہو جاتی۔کیونکہ اجازت کے بعد آپکی توجہات ہمارے شامل حال ہو جاتیں۔

بابا حاجی شیر دیوان رحمۃ اللہ علیہ کے دربار اقدس میں تشریف لے گئے محفل ہوئی ،دو تین آدمی دو تین بچے اور ایک بی بی خاص طور پر آپ کے پاس حاضر ہوئی اور کہنے لگی کہ بابا جی میں تین سال سے آپ کی تلاش میں ہوں۔بابا صاحب شیر دیوان نے مجھے خواب میں بتایا تھا کہ میرے دربار پر یہ بابا جی آئیں گے تو ان سے اولاد کی درخواست کرنا اور دعا کرانا۔

اس سفر کے دوران گرمیوں کے دنوں میں سنگیوں نے کہا بارش کیلئے دعا کیجئے ،آپؒ نے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے اس علاقے میں بارش برسائی جس نے جل تھل کر دیا۔

ایک عورت نے حضرت خواجہ سرکار رحمۃ اللہ علیہ کی گھوڑی کی باگ پکڑ لی اور درخواست کرنے لگی کہ میرے ہاں کوئی بچہ نہیں ،اولاد کی دعا کیجئے ،فرمایا بی بی !باگ چھوڑ دے اللہ تجھے بیٹے سے نوازے گا۔اس نے ذکر کرنا شروع کر دیا،آپؒ نے فرمایا ایک،دو،تین بچے دے گا۔اس بی بی نے مخصوص انداز میں ذکر کرنا شروع کر دیا۔آپؒ کی طبیعت موج میں آئی اور دعا دے کر اسے اجازت دے دی۔

31 چک ٹوپیاں والہ میں دوران سفر مبارک:

31 چک ٹوپیاں والا میں حاجی شیر،رانا رحمت کے ہاں مجلس تھی۔ایک عورت ادھیڑ عمر حاضر ہوئی،گھوڑے کی لگام تھامے ہوئی تھی۔چھوڑ کر پاؤں میں گر پڑی،اورعرض کرنے لگی کہ حضور بیٹے کیلئے دعا کریں۔فرمایا بی بی پاؤں چھوڑ دے،جا!اللہ تجھے صالح بیٹا دے گا۔ دوسرے سال مائی کو اللہ تعالیٰ نے ایک بیٹا دیا۔

کئی راہ جاتے آپؒ سے کام لے لیتے ۔اور کچھ کو ساری زندگی گزارنا پڑتی لیکن بات نہ بنتی ۔یہ تو اپنا اپنا نصیب اپنا اپنا حصہ ہے۔

کوئی آیا لے کر چلا گیا — کوئی عمر بھر بھی نہ پا سکا
میرے مولا تجھ سے گلہ نہیں — یہ تو اپنا اپنا نصیب ہے

سردار عالم کے ہاں بچیاں تھیں بیٹا نہ تھا۔بیٹے کیلئے دوسری شادی کرلی،اس علاقے کے ایک بہت بڑے نجومی پروفیسر عبدالحمید نجومی نے بتایا کہ اس عورت سے بھی بچی ہی پیدا ہو گی۔اس نے حضور سے دعا کروائی۔آپؒ نے فرمایا بچہ ہوگا۔ڈاکٹر سے چیک کروایا تو رپوٹ Minus بچی کی صورت میں ہوئی پھر حضور کے پاس گیا۔تو آپؒ نے فرمایا:سردار عالم میرے کاغذوں میں بچہ ہے۔وہ بچہ مجھے بھی ملانا،حضرت صاحب کو دیکھ کر کہنے لگا اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہت مقام دیا ہے۔اسنے اسی وقت بیعت کرلی۔

اکثر فرمایا کرتے تھے،خوبصورت بچہ اکثر ضدی ہوتا ہے۔کیونکہ اللہ سے اصرار کے ذریعے حاصل کیا ہوتا ہے۔اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کی بات نہیں موڑتا،ٹالتا بلکہ پوری کردیتا ہے۔اس لئے فقیر بعض دفعہ بات ناز میں اور بعض دفعہ بات نیاز میں کردیتا ہے۔

صوفی محمد سلیم الرحمان اور 1970ء کے حج کا واقعہ:

صوفی صاحب فرماتے ہیں ہم نے 1970ء میں اس وقت حج کی درخواست دی جب حج خرچ صرف 1900 روپے تھے۔رات خواجہ صوفی کرامت حسینؒ کی زیارت ہوئی۔آپؒ نے ہماری درخواستیں حضرت خواجہ زریں زربخت صوفی نواب الدین رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں پیش کیں۔لیکن پیغام ملا یہ لوگ اس سال نہ جائیں گے۔دوسرے سال پھر درخواستیں دیں۔کراچی سے واپسی ہوگئی،ہم نے عرض کی حضور لوگ کیا کہیں گے۔اتنے بڑے پیر صاحب کے غلام اور حج کی درخواستیں بھی منظور نہ ہوئیں۔تیسرے سال شرط یہ لگ گئی کہ 50 سال سے کم عمر کے لوگ حج پر نہیں جاسکتے۔جبکہ ہماری عمر 38 تا 40 سال کے دوران تھی۔آخری جمعہ صوفی نذیر صاحب چک نمبر 92 جماعت میں پہنچا۔سوموار کو گاڑی پر بیٹھنا تھا۔دوسرے دن دربار شریف پر حاضری ہوئی۔سامان لیا،احرام کی چادریں خریدیں،صوفی صالح صاحب نندی پور والے اور دیگر دو آدمی کے ہمراہ کراچی چلے گئے، وہاں جاکر معلوم ہوا کہ گورنمنٹ بغیر NOC کے اجازت نہیں دیتی۔ہم نے عرض کی اب ہم کہاں سے جاکر NOC لائیں؟ (پھر کسی نے بھی ہم سے اس NOC کے بارے

میں نہیں پوچھا) حاجی کیمپ جدہ میں معلم ہمارے پاس آ گیا سامان بس کے اوپر رکھوایا اور ہمیں بحفاظت پہنچا دیا۔ یہ سب میرے پیر خواجہ صاحب کا صدقہ تھا۔ کہ وہاں جا کر خوب پروٹوکول ملا تھا۔ مہینہ ڈیڑھ مہینہ وہاں رہے۔ آپ کی تشریف آوری جدہ سے جہاز پر ہوئی، جدہ سے استقبال کیا، عمرہ ادا کیا اور لیٹ گئے، رات سوئے اور صبح اُٹھے، فرمایا تمہارے پاس پیسے تھے وہ کہاں گئے۔ تنگی آئے ہوئے تھے حساب کتاب سے لنگر چلتا رہا فرمایا آج تک تمہارا خرچ تھا اب تمہارا خرچ بند آج سے فقیر کا خرچ شروع۔ وہاں جا کر ہر چیز بھول گئے کوئی تکلیف نہیں ہوئی راستے میں جاتے ہوئے آپ کا نام بطور وظیفہ یاد رکھا تھا سب حضرات کی تو بہ کروائی واپسی پر جہاز کے اندر بھی بہت اچھا برتاؤ ہوا یہاں سے جاتے ہوئے بخار تھا کراچی میں صالح محمد بھی بیمار ہو گیا دوائی لینے لگے لمبی لائن تھی ڈسپنسر نے دیکھ کر کہا تم دونوں بزرگ معلوم ہوتے ہو تم پہلے لے لو اور اس نے کہا کہ تمہارے پیچھے کسی بڑے بزرگ کا ہاتھ ہے تمہیں کسی قسم کی تھوڑ رہے گی اور نہ کمی۔

علاقہ بوریوالا (وہاڑی) کی کرامات:

پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ علاقہ بوریوالہ روحانی تربیت کیلئے تربیت گاہ تھا، اس دفعہ غالباً نومبر 2006 میں راقم الحروف بستی کھوکھراں میں صوفی دل محمد کے ہاں حاضر خدمت ہوا۔ علاقہ کی صورت حال اور اس کے متعلق منسوب کرامات وہاں کے سنگیوں سے پوچھی (اور خصوصاً صوفی دل محمد صاحب سے متعلق کرامات وہاں کے سنگیوں سے معلوم کیں) صوفی دل محمد صاحب المشہور ''دل کا سودا دل سے کیا'' سے انٹرویو کیا۔ اس دوران حضرت خواجہ مشتاق حسین صاحب اور حضور خواجہ صوفی نوید حسین صاحب مدظلہ العالی بھی موجود تھے۔ صوفی دل محمد صاحب کی طبیعت بڑی گہری اور مست الست تھی۔ عجیب کیفیات تھیں ان کے پاس ارواح کی اکثر آمد رہتی ہے۔ زیادہ وقت تو نہ دے سکے۔ کہتے تھے کہ میرا جسم گرم ہو رہا ہے گویا ٹھنڈے مشروبات سے تواضع بھی کی جاتی رہی مگر ''مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی'' کے مصداق ان کی یہ کیفیت بڑھتی گئی'' حالانکہ ظاہری طور پر انہیں کوئی بیماری نہیں۔

صوفی دل محمد صاحب کے ایک صاجزادے صوفی محمد صدیق صاحب ماشاءاللہ جدہ میں کسب رزق حلال میں مصروف ہیں۔جدہ میں حضرت صاحب کا ایئرپورٹ پر استقبال سے لیکر واپسی تک گاڑی ڈرائیونگ اور دیگر خدمات کا شرف انہیں حاصل رہتا ہے۔بلکہ وہ دیگر سنگیوں کی خدمات کو بھی اپنی سعادت سمجھتے ہیں۔راقم الحروف کو عمرہ کے دوران انہوں نے سفر کی سنگت انتہائی ذوق اور خوشی سے دی۔گویا اس خاندان کے ایک ایک فرد کی مرشد خانہ کے ساتھ محبت اور عقیدت بے مثال ہے جو بیان سے باہر ہے۔خصوصاً سفر مبارک کے دوران حضرت صاحب کے دیگر سنگیوں کی خدمت اس خاندان کی سعادت ہے۔ان کے قیام وطعام اور دیگر سہولیات وخدمات کے بے پناہ واقعات ہیں۔علاقہ وہاڑی میں دوران سفر حضرت خواجہ صوفی کرامت حسین رحمۃ اللہ علیہ کا بستی کھوکھراں میں صوفی دل محمد کے ہاں ہی قیام ہوتا۔اسی طرح صاجزادہ خواجہ منیر حسین ؒ کا قیام بھی ان ہی کے در دولت پر ہوتا۔
اس روش پر چلتے ہوئے سجادہ نشین حضور خواجہ صوفی نوید حسین مدظلہ العالی بھی انہیں کو یہ سعادت بخشتے ہیں۔اس خاندان کا ایک بزرگ والد بابا متّلی اپنے زمانے کا ایک بہت بڑا ڈاکو، پیشہ ور مجرم اور نا معلوم کن کن جرائم میں مشہور ملزم تھا۔ڈکیتی چوری،اس کا مشغلہ تھا۔سندھ تک کے رسہ گیر اور ڈاکو اس کے ہاں پناہ لیتے۔پورے علاقہ بلکہ پنجاب وسندھ اس کے نام سے متعارف تھے۔

حضرت خواجہ صوفی کرامت حسین رحمۃ اللہ علیہ کا بوریوالہ اور وہاڑی کا سفر عموماً گرمیوں میں ہوتا تھا اور محافل کے پروگرام بڑی دھوم دھام سے ہوتے،جس کی وجہ سے وہاں کا وسیع تر علاقہ آپ کے دست مبارک پر بیعت ہو گیا۔وہ زمین جس قدر ظلم وستم اور بربریت سے معمور تھی۔ذکر الٰہی نے اس پر اتنی ہی جلدی اثر کرنا شروع کر دیا۔ظلم کا اثر تو وقتی طور پر ہوتا ہے لیکن روحانیت اور ذکر الٰہی کا اثر دائمی ہوتا ہے۔اس لئے اس علاقے کو تربیت گاہ کا نام دیا گیا۔اس علاقے کے لوگوں پر بہت جلدی دینی رنگ چڑھ گیا۔سکولوں اور کالجوں کے نوجوان طلباء ذکر واذکار کی محافل دیکھ کر خود بھی ذاکرین کی صفوں میں شامل ہونے لگے اور

اپنے چہروں پر سنت رسول اللہ ﷺ سجا کر باشرع ،نمازی بننے لگ گئے ۔ان میں سے ایک نوجوان دل محمد بھی تھا۔ایک دن انہوں نے حضرت صاحب سے محفل کرانے کی منظوری لی ۔ تاریخ مقرر ہوگئی ۔مقررہ تاریخ پر حضرت صاحب تشریف لائے ۔محفل میں دل محمد صاحب کا والدگرامی 'متلی' بھی تھا۔اس نے حضرت صاحب کومزاحیہ انداز میں کہا۔''اے چھوکرے تے کچے نیں تسی اپناں نو قابو کرلیا' پتہ تے تاں لگ سی جدوں کے کھنگ نوں چیرو گے،نکیاں نکیاں تے کولیاں کولیاں ٹہنیاں نوں مروڑنا تے کوئی اوکھا کم نہیں ،تہاڈا کمال تے تاں اے جدوں کھنگ نوں چیرو''۔حضرت صاحب نے فرمایا بابا متلی یہ ذکرواذکار تو بس کھانے پینے کا بہانہ ہے، کچھ دن ہمارے ساتھ رہو کھاؤ اور عیش کرو، وہ ساتھ ہولیا ۔ دوسرے دن ذکر کرنے کے بعد کہنے لگا ،میرے دل میں سرک سرک کی آواز آنے لگی ہے، پتہ نہیں یہ کیا ہورہا ہے ۔آپؒ نے فرمایا :بابا متلی ''پرانے سڑے موٹے کھنگ نوں فانا لایا اے تے اونوں چیرن دا ویلا آن پہنچیا اے''۔یعنی یہ پرانا درخت چیرا جارہا ہے بابا متلی تیسرے چوتھے دن بیعت ہوگیا ۔پھر ذکراذکار میں اسکی محویت کا یہ عالم تھا کہ ذکر شروع ہوتے ہی اس پر وجد کی کیفیت طاری ہوجاتی بابا متلی ماچھی قوم کا فرد تھا ۔یہ قوم چوری، ڈاکہ،لڑائی ،جھگڑے اور ماردھاڑ میں مشہور تھی ۔علاقہ ماچھیوال اس قوم کی وجہ سے مشہور ہے ۔ایک دفعہ بابا متلی نے لطیفہ کے طور پر حضرت صاحب سے پنجابی میں کہا:

''پیر صاحب ساڈی تے پکی تے گڑا پے گیا اے''۔حاضرین حیران ہوئے اور حضرت صاحب نے پوچھا! بھئی تیری پکی تے کیوے گڑا پے گیا اے۔ جواباً وہ کہنے لگا کہ ''ساڈا خیال سی کہ اے چھور چھا روڈے ہو کہ ساڈے نال ہتھ وٹان گے یعنی چوری چکاری کرن گے، تے ساڈیاں موجاں لگ جان گیاں ۔ایہ تے سارے مسیتڑ تے مولوی بن گئے نیں ۔ہن او گل گئی''۔یعنی یہ لڑکے جوان ہوگئے ہیں اور اب چوری چکاری میں ہمارا ساتھ دیں گے مگر وہ بات تو جاتی رہی ۔آپؒ حاضرین محفل کی طرف دیکھ کر مسکرا دیے۔

چورصوفی:

چک جھمرہ ضلع فیصل آباد میں چوہدری محمد شریف کے ہاں محفل تھی۔محفل میں مسعود نامی ایک آدمی بھی آگیا۔وہ پرلے درجے کا چوراوراپنے کام میں انتہائی ماہر تھا۔لیکن شاید اللہ تعالی نے اس شخص کی قسمت کے فیصلے کے لئے اس محفل کو بہانا بنانا تھا۔وہ حاضر خدمت ہوا۔سنگیوں نے اس کا آنا وقتی طور پر تو پسند نہ کیا۔مزید برآں وہ اٹھ کر حضور کے پاس بیٹھ گیااور کہنے لگا کہ مجھے چوری کی عادت ہے اور میں یہ نہیں چھوڑ سکتا ہوں۔میں آپ کے ہاتھ پر بیعت ایک شرط پر کرتا ہوں کہ مجھے اس سے نہ روکیں۔آپ نے فرمایا اچھا اللہ بہتر کرے گا۔اس انداز سے سنگی اور بھی پریشان ہو گئے کہ لوگ کیا کہیں گے اتنی مقدس اور پاکیزہ محفل میں اس جیسے آدمی کا وجود بھی پایا جاتا ہے۔چنانچہ محفل ختم ہوئی وہ اجازت لیکر چلا گیا۔کچھ دنوں کے بعد اس نے حسب عادت کسی گاؤں میں چوری کا پروگرام بنایا۔دیوار پیچھے سے توڑی یعنی سن لگائی۔تو کیا دیکھتا ہے کہ اندر بتی جل رہی ہے اور حضرت خواجہ صاحب مصلے پر نوافل ادا کر رہے ہیں۔چھوڑ کر فوراً باہر نکل آیا۔اس کے دوستوں نے پوچھا کیا ہوا۔کہنے لگا کہ یہ گھر تو میرے کسی پیر بھائی کا محسوس ہوتا ہے کیونکہ حضرت صاحب نوافل ادا کر رہے ہیں۔دوسرے یا تیسرے دن کسی اور گاؤں میں پروگرام لیکر گیا۔تو وہاں بھی یہی واقعہ پیش آیا تیسری مرتبہ کسی اور گاؤں میں حتی کہ کئی گاؤں میں جب اس کا یہ پروگرام اسی طرح ناکام ہوا تو دربار شریف آکر پوچھنے لگا حضور فلاں دن آپ فلاں گاؤں گئے تھے۔آپ نے فرمایا نہیں میں اس گاؤں کو نہیں جانتا۔پوچھا فلاں دن فلاں گاؤں میں گئے تھے فرمایا نہیں میں اس گاؤں کو نہیں جانتا۔تیسری مرتبہ پھر پوچھا کہ فلاں دن فلاں گاؤں میں گئے تھے آپ نے فرمایا نہیں میں تو اس گاؤں کو نہیں جانتا۔ہاں غور سے سن لے اگر تو سات مقامات میں بھی اس مقصد کے لئے جائیگا تو فقیر کو وہاں موجود پائے گا۔اور تیرے اس غلیظ کام کو چھڑانے کے لئے فقیر وہاں موجود ہوگا۔اس کے بعد اس مسعود نے چوری کے گناہ سے توبہ کرلی اور سچی توبہ کر کے ایک مرید صادق بن گیا۔

ہندوؤں کا قبول اسلام:

ایک دفعہ نواب شاہ کے تبلیغی دورہ میں دوستوں سمیت جلوس ،کلمہ ذکر ’’لاالہ الااللہ‘‘ کیساتھ گذرر ہا تھا۔ایک ہندو نے جب یہ منظر دیکھا تو حاضر خدمت ہوا۔جب جلوس ذاکرین محفل گاہ میں پہنچا تو حضرت صاحب کے قریب آکر کہنے لگا کہ آپؒ کے مذہب یعنی اسلام میں داخل ہونے کی کیا شرائط ہیں اور اس میں کتنا وقت لگتا ہے؟ آپؒ نے فرمایا کہ بس ایک پل کی بات ہے۔چنانچہ وہ ہندو اپنے خاندان کے سولہ سترہ افراد کو محفل گاہ میں لے آیا اور مسلمان ہونے کی خواہش کی اور عرض کی کہ حضور ہمیں بیعت کرلیں۔تو آپ نے پوچھا بھئی تم نے اسلام قبول کرنے سے پہلے کوئی شرط رکھی نہ ہی سوال وجواب کئے۔عرض کرنے لگا مجھے سب معلوم ہے لیکن میں نے دیکھا کہ جس نبی کے غلام اتنے خوبصورت اور حسین ہیں انکا طریقہ ذکرا تنا خوبصورت ہے اس نبی کے اپنے حسن وجمال کا کیا عالم ہوگا۔وہ نبی کتنا سوہنا اور حسین ہوگا چنانچہ میرے لئے یہی نشانی کافی ہے۔اور وہ سارا خاندان آپؒ کے دست حق پر مشرف با سلام ہوگیا۔حضرت صاحب نے ان سب سے توبہ کروائی اور اسلام کی بنیادی تعلیمات سے آگاہی فرمائی اور طریقہ ذکر بتایا۔یہ لوگ علاقائی تحائف لیکر آئے تھے جو انہوں نے آپؒ کی خدمت میں پیش کیے۔آپؒ نے اس خاندان کو ایک وقت کے کھانے کی رقم پیش کی انہوں نے لیت ولعل یا پس وپیش کیا تو آپؒ نے فرمایا کہ یہ ھدیہ اور شکرانہ ہے۔سابق اولیاء کرام کے واقعات میں پڑھا کرتے تھے کہ کسی درویش یا فقیر کو دیکھتے ہی لوگ مسلمان ہو جاتے تھے۔دل میں ایک وسوسہ تھا کہ آخر بغیر سوال وجواب کئے اور بغیر مسائل دریافت کئے بے دین لوگ کس طرح مسلمان ہو جاتے تھے۔اس واقعہ سے یہ بات حق الیقین تک پہنچ گئی کہ جو پڑھا وہ سب سچ اور درست ہے۔

عیسائیوں کا اسلام قبول کرنا:

ایک دفعہ حضرت خواجہ صاحبؒ سمندری شہر سے بس پر سوار ہو کر فیصل آباد تشریف لے جارہے تھے۔ایک عیسائی نوجوان بھی بس میں سوار تھا،وہ حضرت صاحب کے چہرہ مبارک

کو دیکھ کر آپ پر فریفتہ ہو گیا اور دل میں مسلمان ہونے کا پکا ارادہ کر لیا۔فیصل آباد پہنچ کر ذاکرین کا یہ قافلہ جب محفل گاہ کی طرف روانہ ہوا تو وہ نوجوان بھی اس قافلے کے ساتھ ہو گیا۔پہلے اس نے غسل کیا پھر محفل پاک میں آ کر آپ کے دست اقدس پر مسلمان ہو گیا، اسی دوران ایک اور عیسائی لڑکا جو میٹرک کا طالبعلم تھا وہ بھی آپ کے دست مبارک پر مسلمان ہو گیا۔اس نے سول ہسپتال فیصل آباد میں سنت ابراہیمی (ختنہ) کرائی۔میٹرک پاس کرنے کے بعد اس نے باقاعدگی سے دارالعلوم فیصل آباد میں قرآن پاک اور درس نظامی کی تعلیم حاصل کی اور مسجد میں امامت اور خطابت کے فرائض سرانجام دینے لگا۔پھر اس کی تعیناتی بطور عربی ٹیچر ہو گئی وہ اب بھی باقاعدگی کے ساتھ ہر سال اپنے طلبا سمیت دربار شریف پر حاضری دیتا ہے اور قرآن مجید کی تلاوت کرتا ہے۔سجادہ نشین بھی اس سے بڑی محبت کرتے اور ان کے گھر محفل یا دعا بھی کرتے ہیں۔

مقدمات سے خلاصی:

فیصل آباد کے بابو محمد انور کے گھر محفل ذکر کا پروگرام تھا۔کوہ نور ملز کے کیشئر محمد عالم باجوہ محفل میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میرے بیٹے کو پھانسی کی سزا ہو گئی ہے، اور اس کی رہائی کیلئے درخواست ہے۔آپؒ نے دعا فرمائی اور باجوہ صاحب کو اگلے روز پاکپتن شریف ہمراہ چلنے کو کہا۔محمد عالم باجوہ ہمراہ ہو لیئے۔باجوہ صاحب نے رات کو خواب میں دیکھا کہ والی بیکساں حضور سرور دو عالم ﷺ نے فرمایا کہ باجوہ صاحب تمہاری صوفی کرامت حسینؒ نے سفارش کروائی ہے۔صبح حضرت صاحب نے خود باجوہ صاحب سے پوچھا کہ بتاؤ رات کیسے گذری؟ جواباً باجوہ نے خواب سنایا تو حضرت صاحب قبلہ نے فرمایا کہ آج ہمارے ساتھ ملتان شریف چلو۔ملتان قیام کے دوران باجوہ نے رات کو خواب میں دیکھا کہ جیل کی سلاخیں ٹوٹ گئی ہیں اور اس کا بیٹا باہر آ گیا ہے۔دو دن کے بعد باجوہ کے بیٹے کی اپیل تھی جو منظور ہوئی اور وہ رہا ہو گیا اسی طرح صوفی محمد رمضان کا بھانجا حیدر علی بٹ، فیصل آباد کے کسی سینما کے باہر گیٹ کیپر تھا۔سینما کے باہر ایک مردہ لاش ملنے پر کچھ لوگوں سمیت حیدر علی

بٹ پر بھی قتل کا مقدمہ درج ہو گیا۔صوفی محمد رمضان حیدر علی بٹ کو ساتھ لیکر حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔آپؒ نے فرمایا کہ جاؤ تمہیں کوئی نہیں پوچھے گا۔لیکن غرض مند دیوانہ ہوتا ہے،حیدر علی بٹ بار بار نظر کرم کی درخواست کرتا رہا آپؒ نے پھر فرمایا کہ بٹ جاؤ تمہیں کوئی نہیں پوچھے گا اللہ تعالیٰ کی شان کریمی کہ حیدر علی بٹ کا نام پرچہ میں نہ رہا،لوگ متعلقہ ایس ایچ او اور ایس پی کو بار بار کہتے رہے کہ حیدر علی بٹ کو بھی شامل تفتیش کرو۔لیکن وہ کہتے رہے کہ اس کا نام پرچے میں شامل ہی نہیں۔

مریدین کے دکھ سکھ میں شامل:

ایک دفعہ قصبہ "باغ"،ضلع جھنگ میں حضرت صاحب اپنے مرید محمد اسلم کے گھر تشریف فرما تھے کہ اسلم کی والدہ نے حضور قبلہ سے عرض کیا کہ میرے بیٹے اسلم کی شادی کو کافی عرصہ گذر گیا ہے مگر اس کی کوئی اولاد نہیں ہوئی۔آپؒ نے اسلم کی والدہ کو فرمایا کہ اڈہ رجانہ میں محفل کے اندر شرکت کرو۔اس کی والدہ اور بیوی دونوں محفل میں شامل ہو گئیں۔اسلم کی بیوی کے بازو پر پھنسیاں وغیرہ تھیں اس نے حضرت صاحب سے عرض کی کہ مجھے دم کر دیں تا کہ اللہ تعالیٰ مجھے شفا دے۔آپ نے دم کر دیا۔اسلم کی بیوی عرض کرنے لگی کہ حضور مجھے بیعت کر لیں۔آپؒ نے فرمایا کہ اپنے خاوند اور ساس سے اجازت لے لو اس کے بغیر بیعت نہیں ہو سکتی اس پر خاوند اور ساس نے اجازت دے دی۔کچھ دیر بعد لڑکی کی عدم موجودگی میں ماں نے اپنے بیٹے اسلم کی دوسری شادی کیلئے عرض کیا۔حضرت صاحب نے فرمایا کہ کیا کوئی باپ اپنی بیٹی پر سوکن لانے پر خوش ہو گا خواہ وہ کیسا ہی بدکردار ہو۔دونوں ماں بیٹا نے کہا جی نہیں۔اس پر آپؒ نے فرمایا کہ کیا میں اس بدکردار شخص سے بھی گیا گزرا ہوں،اب اس لڑکی نے میری بیعت کر لی ہے یہ میری بیٹی بن گئی ہے میں خدا تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں وہ مہربانی فرمائے گا،اگر تین ماہ کے اندر اندر بچے کے آثار پیدا ہو جائیں تو بہتر ورنہ اپنی مرضی کر لینا۔تین ماہ گزرنے پر بچے کے آثار پیدا ہو گئے اور گھر میں خوشی کا اظہار ہونے لگا۔اللہ نے انہیں بچہ عطا فرمایا جس کا نام محمد احمد کرامت رکھا گیا۔

جناتی مخلوق سے نجات کا علاج بذریعہ روحانیت:

ڈاکٹر پروفیسر خوشی صاحب فیصل آباد شہر میں حضور کے دست مبارک پر بیعت ہوئے۔ میٹرک کے بعد زرعی یونیورسٹی فیصل آباد میں داخلہ لے لیا۔اور با قاعدگی سے حاضری کا معمول بنالیا۔جب یہ حکمت خانہ دیکھا تو اپنے بہنوئی اور ہمشیرہ کو لیکر دربار عالیہ کوجرانوالہ شریف پر حاضر ہوئے ان کے بہنوئی اور بہن بھی حضرت صاحب کے دست مبارک پر بیعت ہوگئے۔واپسی پر راستہ میں اس کو دو تین مرتبہ دورہ پڑا اوراس کے اندر سے ایک جن بول پڑا دوبارہ پھر لیکر حاضر ہوئے، لنگر خانہ کی جگہ ایک کمرہ تھا اس میں بہنوئی کو بٹھا دیا۔ دربار شریف میں نو بجے کے بعد محفل پاک کا پروگرام تھا صوفی اقبال صاحب کہتے ہیں کہ ابھی آٹھ بجے ہیں محفل نو بجے شروع ہوگی۔اس لئے ان کے اندر اگر جن حاضر ہو جائے تو مسئلہ حل ہو جائے چنانچہ قبلہ حضرت صاحب کا تصور دل میں جمائے جب اس سے بات کی تو فوراً جن حاضر ہو گیا فوراً چارپائی سے اُٹھا اور اسلم سے مصافحہ کرنے کے بعد چارپائی پر بیٹھ گیا۔فیصل آباد شہر کے آرائے خان کا بیٹا سلیم بھی کمرہ کی الماری کی شلف پر بیٹھا ہوا تھا۔ جب جن کی نظر اس پر پڑی تو بڑے سخت لہجے میں سلیم کو کہا تجھے شرم نہیں آتی ، کہ یہ دونوں بزرگ نیچے ہیں اور تو اوپر بیٹھا ہے، سلیم خوفزدہ ہوا اور فوراً نیچے آگیا باتیں شروع ہوگئی اور پوچھا گیا کہ تو نے اس آدمی کو کیوں پکڑ رکھا ہے،اس جن نے کہا کہ اس کے گھر کے ایک کونے پر ہماری رہائش تھی اب انہوں نے وہاں طہارت خانہ بنالیا۔انہوں نے ہمیں تنگ کیا ہے ہم انہیں تنگ کریں گے۔اس لئے میرے دوسرے بھائی نے اس کی بیوی کو پکڑا تھا،جب پوچھا گیا کہ تم پہلے کیوں نہ ظاہر ہوئے تو اس نے عرض کیا کہ یہ پہلے کسی کا مرید نہ تھا لیکن اب یہ مرید ہو گیا ہے اور ہمیں امید ہے کہ جس بزرگ کا یہ مرید ہوا ہے وہ بزرگ اللہ تعالیٰ کے ولی کامل ہیں اور وہی ہمارا فیصلہ کریں گے،پھر وہ جن بتانے لگا کہ اس کے مرید ہوکر گھر جانے کے بعد اس کے باپ نے ڈاکٹر کو بلایا کہ اسے ٹیکہ لگائے۔تو میں نے ڈاکٹر کو کہا کہ مجھے ٹیکہ نہ لگائے آپ اپنی فیس لیکر واپس چلے جائیں، جب ڈاکٹر کو یہ کہا تو

اس نے میرے منہ پر تھپڑ رسید کر دیا مجھے خیال آیا کہ اسے تھپڑ رسید کرنے کی سزا دوں لیکن مجھے اس بات کی شرم آئی، کہ قلعہ دیدار سنگھ میں اور اس کے باپ نے اسی مولوی صاحب سے قرآن پڑھا ہے چنانچہ میں نے اس کو کچھ نہ کہا۔ کچھ اور باتیں کر کے جن غائب ہو گیا، دربار شریف میں نو بجے کے قریب محفل کا آغاز ہوا، حضرت صاحب نے ڈاکٹر صاحب سے حسب مریض کا حال پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ اس میں جن کی رہائش ہے، حضرت صاحب نے جن سے فرمایا کہ تم گھر کی جگہ چھوڑ دو، اس پر جن نے کہا کہ یہ ہمیں اپنی زمین بیری کے درخت کے نیچے جگہ دے دے، اور وہاں ہل نہ چلائیں۔ حضرت صاحب نے پوچھا کیا تمہاری زمین میں بیری کا درخت ہے؟۔ عرض کی جی حضور ہے۔ آپ نے فرمایا کہ وہ جگہ چھوڑ دو وہاں ہل نہ چلانا، آپؒ نے فرمایا کہ اپنے بھائی کو بھی بتا دینا کہ اس کی بیوی کو بھی چھوڑ دو اس وقت جن کہنے لگا جناب اس کی بیوی جو اپنے والدین کے پاس فیصل آباد گئی ہوئی ہے اسے جلدی لے آتا ہوں۔ آپؒ نے فرمایا کہ نہیں عورت ذات ہے اور بس تو یہ وعدہ کر کہ اپنے بھائی کو کہو گے کہ وہ اس کو چھوڑ دے۔ چنانچہ اس نے وعدہ کیا کہ وہ اس کو چھوڑ دے گا، اس کے بعد حضرت صاحب نے فرمایا کہ تم کو اجازت ہے جاؤ وہ جن ہاتھ باندھ کر کہنے لگا کہ یا حضرت مجھے اپنی نورانی محفل میں چند لمحے بیٹھنے کی اجازت فرمائیں، تا کہ میں بھی آپ سے استفادہ کر سکوں، جس پر آپ نے اجازت فرمائی۔

اپنے مرید کو خودکشی سے بچانا:

معمور خان بلوچ بمقام جھوک دتہ تحصیل جڑانوالہ ضلع فیصل آباد کا رہنے والا ہے۔ اپنا واقعہ خود بیان کرتا ہے، کہ میں اپنی گھریلو ناچاقیوں اور پریشانیوں سے دل برداشتہ ہو کر بڑی نہر جو جڑانوالہ شہر کے مشرق سے گزر کر سمندری کی طرف جاتی ہے۔ بوریوالہ بنگلہ کے نزدیک اس نہر پر واقعہ گھوڑیوں والی جھال پر چلا گیا یہ جگہ اتنی خطرناک ہے کہ یہاں کوئی مویشی یا انسان اس کے اندر گر پڑے تو بڑی مشکل سے باہر نکالا جاتا ہے۔ معمور خان کہتا ہے کہ میں خودکشی کا پختہ ارادہ کر کے وہاں چلا گیا اور پل کے اوپر کھڑا ہو کر پہلے میں نے پیر کے نام کا

نعرہ لگایا اور پھر نہر کے اندر چھلانگ لگا دی مگر جب میں نہر کے اندر پانی میں گرا تو فوراً صوفی کرامت حسینؒ اور خواجہ منیر حسینؒ تشریف لائے۔ دونوں نے مجھے بازوؤں سے پکڑا اور بڑے سخت لہجے میں فرمایا کہ کم بخت! تجھے معلوم نہیں کہ خودکشی حرام موت ہے، یہ الفاظ کہتے ہوئے نہر سے باہر نکال دیا۔ جس وقت میں چھلانگ لگانے لگا تو کچھ لوگ میری طرف دوڑ کر آئے اور جب انہوں نے مجھے نہر سے نکالا تو حیران رہ گئے۔ اور کہنے لگے کہ تجھے نہر سے کس نے نکالا ہے؟۔

صوفی محمد شریف صاحب آر۔ ایم۔ ایس لاہور والے بیان کرتے ہیں کہ ہمارا ایک سنگی غالب نامی پائپ وغیرہ کا کام کرتا تھا، بدقسمتی سے اس کا کام ٹھپ ہو گیا۔ گھر والوں نے اسے طعنہ زنی شروع کر دی، اور یہ بھی کہنے لگے کہ تم صرف مرید ہو گئے ہو، تمہیں بقیہ حقوق کا خیال نہیں۔ آخر کار تنگ آ کر بائیسکل پر سوار ہو کر دریائے راوی کی طرف روانہ ہوا۔ اور خودکشی کرنے کیلئے دریا میں چھلانگ لگا دی۔ حضرت صاحب فوراً تشریف لے آئے اور بازو پکڑ کر دریا سے باہر نکالا، اور سختی سے منع فرمایا کہ خودکشی حرام ہے، یعنی حرام موت ہے۔

جنات کا فیض پانا:

سالاروالہ فیصل آباد میں بنگلہ کے نزدیک باجوہ برادران (عطاء اللہ ذکاء اللہ) کا رقبہ تھا، انہوں نے اپنے ڈیرے پر حضور قبلہ عالم کی محفل کا وقت لیا۔ آپؒ اس کے ڈیرے پر سنگیوں سمیت تشریف لے گئے۔ مغرب کی نماز کے بعد محفل شروع ہو گئی، دوران محفل ایک شخص موٹر سائیکل پر سوار آیا، اور محفل پاک میں بیٹھ گیا۔ بڑے ذوق وشوق سے ذکر میں مشغول تھا۔ جب محفل پاک ختم ہوئی تو اس نے آگے بڑھ کر حضرت صاحب سے مصافحہ کیا، ہم سب اس آدمی کے حرکات و انداز کو بغور دیکھتے رہے۔ محفل کے اختتام پر باجوہ برادران نے اپنی بیعت ہونے کا واقعہ بیان کیا کہ ہمارے رقبہ کے قریب ہی بنگلہ نہر ہے جس پر ایک مقصود نامی ایک شخص ملازمت کرتا ہے جو شکر گڑھ کا رہائشی اور گجر برادری سے تعلق رکھتا ہے۔ یہ حضرت جماعت علی شاہ لاثانی رحمۃ اللہ علیہ علی پور شریف کے خاندان میں بیعت تھا۔

حافظ عبدالرحمن (جن) ثانی صاحب سے اجازت حاصل کر کے ہر جمعہ کو مقصود میں حاضر ہوتا تھا۔ایک دفعہ حافظ صاحب حاضر تھے، ہمیں مخاطب کر کے کہنے لگا باجوہ صاحبان تم کسی (مرد کامل) کی بیعت ہو جاؤ، ہم نے عرض کیا حافظ صاحب آپ تشریف لاتے ہیں تو ہمیں کچھ ہدایت کرتے رہیں ہم اس پر عمل پیرا ہوں گے، حافظ صاحب کہنے لگے کہ تم انسانوں میں سے کوئی راہبر اختیار کرو۔ہم نے پوچھا بتاؤ کس کو راہبر پکڑیں اور بیعت کریں، حافظ صاحب نے کہا کہ گوجرانوالہ کے ایک بزرگ خواجہ صوفی کرامت حسین کی بیعت کر لیں آپ اس دفعہ اعجاز اوورسیرز کے پاس فلاں تاریخ کو تشریف لا رہے ہیں۔
حافظ عبدالرحمن (جن) نے کہا کہ ہماری قوم کے مسلمان جن اکثر ان کی محفل ذکر میں شامل ہوتے ہیں اور فیض روحانی حاصل کرتے ہیں، اس طرح ہم اس تاریخ کو قبلہ عالم کے دست مبارک پر بیعت ہو گئے۔

کچھ عرصہ کے بعد حافظ عبدالرحمن جن حاضر تھا کہنے لگا کہ اب میری ڈیوٹی مدینہ پاک مسجد نبوی اور روضہ رسول ﷺ پر لگ گئی ہے۔میں وہاں جا رہا ہوں اور اپنی جگہ اپنے شاگرد حافظ عبدالجبار کو مقرر کر رہا ہوں۔یہ ہر جمعہ کو مقصود میں حاضر ہو کر لوگوں کو مستفیض کرے گا۔آج مغرب کے بعد جو آدمی موٹر سائیکل پر آیا ہے وہ مقصود تھا اور اس میں حافظ عبدالجبار جن حاضر تھا۔جس نے محفل پاک میں شمولیت کی مقصود کے بارے میں سنگیوں نے پوچھا تو صاحب خانہ نے کہا کہ ابھی تک وہ یہاں موجود ہے۔اس سے دریافت کیا کہ حافظ عبدالجبار سے ایک بار ملاقات ہو سکتی ہے؟۔اس نے کہا کہ اگلے جمعے کے روز آ جاؤ۔صوفی محمد اقبال نقشبندی (پی ٹی آئی) صاحب کہتے ہیں کہ میں بڑے شوق سے اگلے جمعہ وہاں پہنچا۔تو مقصود باہر نہر پر اپنے آفیسر کے انتظار میں تھا۔اس نے کرسی لا کر دی اور کہا کہ بیٹھ جائیں۔تھوڑی دیر کے بعد جب نہر کا آفیسر اندر چلا گیا تو مقصود بھی جلدی جلدی قدم اُٹھاتا ہوا میرے پاس آیا اور کہنے لگا کہ اندر آ جاؤ۔جب میں چاردیواری کے اندر گیا تو وہاں دو کمرے تھے۔ایک کمرے میں مجھے بٹھا دیا گیا اور دوسرے کمرہ میں ایک آدمی کی ڈیوٹی لگا

دی کہ وہ ضیافت کرے۔کھانے کے بعد میں دوسرے کمرے میں آیا جہاں بہت سے لوگ صف پر بیٹھے ہوئے تھے مقصود میں جن عبدالجبار حاضر تھا اور وہ ایک بڑی چار پائی پر عینک لگائے بیٹھا تھا اور وہ وہیں گفتگو کر رہا تھا۔کمرے میں داخل ہوتے ہی مجھے کہنے لگا کہ صوفی صاحب آپ کہاں سے آئے ہیں اور کس سلسلہ سے تعلق رکھتے ہیں۔عرض کی نقشبندی سلسلے سے کہنے لگا،اچھا تم باجوہ صاحب کے پیر بھائی ہو۔اور تمہارے پیر و مرشد کا نام نامی اسم گرامی خواجہ صوفی کرامت حسین ہے۔اور پھر کہا اچھا تم باجوہ صاحب کے پیر بھائی ہو، باجوہ صاحب بھی وہاں صف پر بیٹھے ہوئے تھے۔پھر کہنے لگا صوفی صاحب آپ اس چار پائی پر آ کر بیٹھ جائیں گفتگو ہوتی رہی،پھر اس نے قرآن پاک کی چند آیات پڑھنے کو کہا جو میں نے پڑھ کر سنائیں۔پھر اس نے کہا کہ آپ نے نماز جمعہ فیصل آباد بابا نور شاہ ولی کے دربار والی مسجد میں ادا کرنی ہے۔اور دربار کے متولی سے بھی ملاقات کرنا۔میں بھی نماز جمعہ وہاں آ کر پڑھوں گا اس کے بعد میں رخصت کی اجازت اور مصافحہ کے بعد واپس آ گیا۔

اس کے علاوہ حضور قبلہ عالم کی محافل میں آسیب زدہ لوگوں کو لایا جاتا اور جنات حاضر ہو کر حضور قبلہ عالم کے دست مبارک پر بیعت ہو جاتے۔بعض مسلمان جنات جو کسی وجہ سے انسانون پر حاوی ہوتے اور محفل ذکر میں حضور قبلہ عالم کے پاس آتے آپ لوگوں کو ان سے رہائی دلا کر ان جنات کو جانے کی اجازت دیتے۔وہ ہاتھ باندھ کر التجا کرتے کہ حضور ہمیں چند گھڑیاں اپنی محفل میں رہ کر فیض حاصل کرنے کی اجازت فرمائیں۔آپ رہنے کی اجازت فرماتے۔

گویا یہ فیض نبوت کا ایک حصہ ہے کہ جب جنات نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوئے انہوں نے ایمان قبول کیا،یہ فیض کی کرنیں اولیائے کرام کے ہاں بھی چمکتی ہیں اور جنات اس طرح توبہ کرتے اور بیعت ہو جاتے ہیں۔

حضور قبلہ عالم کی توجہ عالم برزخ میں:

جوان صوفی محمد اکبر علی نقشبندی درباری کے متعلق حضور قبلہ عالم فرمایا کرتے تھے میرے اس

دنیا سے چلے جانے کے بعد صوفی اکبر میرے دربار کی آ کر خدمت کرے گا ولی کامل کی زبان سے نکلے ہوئے یہ الفاظ حرف بحرف سچ ثابت ہوئے اور دیکھنے میں آیا کہ محمد اکبر صاحب نہ دن دیکھتے ہیں نہ رات سجادہ نشین موجود ہیں یا نہیں ایک بھاری بھر کم جسم والا نوجوان سر پر نقشبندی ٹوپی سجائے چارپائی پر یا دروازے پر بیٹھا اپنی ڈیوٹی دے رہا ہے کپڑوں کی دھلائی سے بھی بے نیاز اپنی ڈیوٹی رضائے مرشد کی خاطر گذار رہا ہے اور یوں اپنی زندگی بسر کر رہا ہے۔

کہ جس کے در پر بیٹھے ہیں وہ جانے اور باقی معاملات جانیں ان کا Motto ''زندگی میں بھی غلام ہیں اور مریاں مٹی وی غلام ہوسی''۔

بندہ راقم الحروف کا جب بھی رات ہو کہ دن (کسی وقت) یا تپتی سخت دھوپ میں کسی وقت بھی ادھر سے گزر ہوا تو زیارت حضرت صاحب سے پہلے اس سنگی صوفی محمد اکبر سے ملاقات ضرور ہوتی ہے آپ سفر مبارک میں ہوں تب بھی چارپائی بچھائے دہلیز پر بیٹھا ہے ایک دفعہ ان کی ٹانگ ٹوٹ گئی تو آرام کا خیال کیے بغیر انہی زخموں سے چور اپنی ڈیوٹی میں مست نظر آئے۔ صوفی محمد اکبر صاحب بستی گھوڑی والہ ضلع مظفر گڑھ کے رہنے والے ہیں۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ میرے دادا محمد بخش میرے والد گرامی محمد یوسف سے ناراض تھے اور ناراضگی کی حالت میں ہی وہ اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔ گذرا ہوا وقت تو کبھی واپس نہیں آتا۔ اکثر جوانوں کی زبان سے سنا گیا ہے، کہ میں والد گرامی کے متعلق یہ پروگرام بنا رہا تھا، میں ان کی خدمت کرنا چاہتا تھا، انہیں ہر قسم کا سکون پہنچانا چاہتا تھا لیکن وہ چلے گئے، مجھے کچھ بتا کر نہیں گئے کوئی نصیحت کوئی وصیت وغیرہ۔ لیکن وہ سب حسرتیں بے وقت اور بے فائدہ ہوتی ہیں۔ یہ ہی حساب ہوا صوفی اکبر کے والد صاحب سے آپ بڑے پریشان تھے اس پریشانی کا کوئی حل بھی نظر نہیں آتا تھا۔ کیونکہ ناراضگی تو خود والد صاحب ہی معاف کر سکتے ہیں اور والد کی ناراضگی میں اللہ کی ناراضگی ہوتی ہے۔ حضور قبلہ عالم کے پاس حاضر ہو کر بیعت ہوئے اور اپنی اس مشکل کا اظہار کیا کہ جناب میرا باپ حالت ناراضگی میں مجھ سے جدا ہو

گیا ہے، مجھے ہر وقت یہ پریشانی رہتی ہے۔حضور قبلہ عالم فرمانے لگے کہ یوسف۔۔۔آپ کا باپ آپ سے ملاقات کرے گا۔اگلی رات کوانہیں ان کے والد خواب میں ملے اور کہنے لگے کہ بیٹا یوسف آمیرے ساتھ بغل گیر ہو کر مل میں اپنے باپ سے بغل گیر ہو کر ملا میرے باپ نے مجھے بتایا کہ بیٹا یوسف تمہارا پیر مجھے ملا ہے اور اس نے مجھے راضی کیا ہے اور اس وجہ سے میں تم پر راضی ہوں جاؤ اللہ کی سپرد۔

رانا محمد اشرف جوئیا کی مسیحائی:

رانا محمد اشرف (جھوک دتہ) ماسٹر مختار احمد صاحب کی محفل میں بیعت ہوئے راقم الحروف کی ملاقات رانا صاحب سے قبلہ حضرت خواجہ نوید حسین کی موجودگی میں دربار عالیہ کوجرانوالہ شریف مہمان خانہ میں ہوئی انہوں نے یہ سارا واقعہ درج کروایا۔بندہ اس کو من وعن درج کررہا ہے تاکہ سنگیوں کیلئے تقویت ایمان اور دیگر قارئین کیلئے شفا کا ذریعہ بن جائے اور حضور قبلہ عالم کے فیوض وبرکات کا فیضان عام ہو جائے۔

1974ء میں ایک محفل پاک میں خواجہ حضرت خواجہ کرامت حسینؒ کے دست مبارک پر بیعت ہوا آپ کے اس تبلیغی سفر میں قطر ووال اور چک 430 گ۔ب سے فیصل آباد کے دو پروگراموں میں بھی حاضری دی،اوران دونوں مقامات پر حضرت صاحب کی خصوصی توجہ حاصل کی ان دنوں محافل کے بعد کسی محفل میں شمولیت نہ کی 25 جنوری 1980ء میں آرمی میں .M.E کور میں بھرتی ہوا۔سولہ سترہ سال کی سروس (مدت ملازمت) پوری کر کے ریٹائرمنٹ لی اور گھر آ گیا۔میں نے ساری سروس کے دوران دربار شریف حاضری دی اور نہ ہی حضور قبلہ عالم سے ملاقات کی۔اور واپس آ کر بھی دنیاوی اور گھریلو کاموں میں مصروف ہو گیا، 2001ء میں اچانک بیمار ہوا پہلے دائیں ٹانگ میں درد ہوا اور پھر درد سارے جسم میں سرایت کر گیا اور جسم جڑ گیا،کمان کی طرح کیڑا بن گیا،چارپائی پر لیٹا تو سجدہ کی حالت میں سر رکھ کر لیٹا اور درد کی وجہ سے نیند نہ آئی تقریباً چھ ماہ کا عرصہ گزر گیا بہت سے علاج کروائے،حکماء اور بہت سے ڈاکٹروں سے دوالی لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا اور نہ ہی

درد میں کمی ہوئی، بلکہ ایک حکیم نے تو دعویٰ سے کہا کہ اگر میری دوائی سے آرام نہ آیا تو میں پیشہ حکمت ہی چھوڑ دوں گا۔ لیکن وہاں سے کوئی آرام نہ ہوا۔ حکیم نذیر موڑ کھنڈا کے ہاں حکماء کی مشاورتی کمیٹی بیٹھتی تھی جو مختلف بیماریوں کے علاج کے حوالے سے آپس میں صلاح و مشورہ کے بعد دوائی تجویز کرتے تھے۔ یہاں سے بھی کوئی شفاء نہ ہوئی۔ ضلع جھنگ (مرولہ گاؤں) میں ایک بزرگ کے متعلق سنا تھا کہ وہ درد زدہ آدمی کو دم کرتے ہیں اور شفا ہو جاتی ہے۔ رانا اشرف اور میرا بھائی اکرم اس غرض سے مرولہ گاؤں گئے راستے میں کالیاں شمالی رہے، خالہ زاد بھائی کے پاس رات قیام کیا تا کہ صبح اُٹھ کر مرولہ گاؤں جائیں گے۔ جب بھائی اکرم رات کو سویا تو حضرت خواجہ صاحب قبلہؒ اس کی خواب میں تشریف لائے اور فرمایا کہ اشرف کو جگہ جگہ نہ لے جاؤ اور نہ ہی ذلیل کروان کی ہڈیاں نہ رولو۔ اسے دربار شریف لے آؤ۔ میرے بھائی اکرم نے کہا کہ جناب اپنا تعارف کرواؤ کہ آپ ہیں کون؟ آپؒ نے فرمایا کہ میرا نام خواجہ کرامت حسین ہے اور میں رانا اشرف کا مرشد ہوں، بھائی اکرم سیدھا جھوک دتہ آیا اور آ کر کہا کہ تو جس پیر کی بیعت ہوا تھا وہ پچھلی رات کو مجھے خواب میں ملے ہیں اور فرمایا کہ اشرف صاحب کو دربار شریف لے آؤ ہم نے دربار شریف پر ٹیلی فون کے ذریعے رابطہ کیا پتہ چلا کہ حضور قبلہ عالم تو وصال پا چکے ہیں اور ان کے صاحبزادے منیر حسین بھی دار بقا کو کوچ کر چکے ہیں، اب ان کی جگہ خواجہ نوید حسین مدظلہ العالی ہوتے ہیں اور اس وقت وہ بھی اپنے تبلیغی سفر پر رواں دواں ہیں غالباً آپ اس وقت دینہ یا جہلم میں تشریف فرما تھے۔ پھر اگلی شب کو رانا اشرف کی بھاوج کو حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت ہوئی آپ نے یہی الفاظ پھر کہے۔ تیسری مرتبہ اشرف کی بیوی کو قبلہ عالمؒ کی زیارت ہوئی اور حضرت صاحب نے وہی حکم دیا کہ اشرف کو دربار میں لے آؤ۔ ایک دن اشرف کا بیٹا شفقت رسول اپنی دوکان پر سویا ہوا تھا کہ اس کی والدہ نے اسے جا کر جگایا اور کہا کہ بیٹا دودھ، چائے اور چینی دے تا کہ چائے وغیرہ تیار کر سکیں کیونکہ تیرے باپ نے کوجرانوالہ شریف جانا ہے۔ شفقت ہڑبڑا کر اُٹھا اور کہنے لگا ماں آپ نے مجھے کیوں جگا دیا ہے۔

حضرت خواجہ صاحب تو خود ہمارے غریب خانہ میں تشریف لا رہے تھے اور میں بازار میں ان کو لانے کیلئے دوڑا جا رہا تھا، ماں نے کہا مجھے کیا علم تھا کہ تجھے حضرت صاحب کی زیارت ہو رہی ہے ورنہ میں تم کو نہ جگاتی۔ رانا اشرف کو جھوک دتہ تک گدھا گاڑی پر لایا گیا۔ عالم شیر خان بلوچ بھی ساتھ تھے دونوں ریل گاڑی پر سوار ہو کر دربار شریف کوجرانوالہ کی طرف چلے۔ دوران سفر جب ریل گاڑی اگلے اسٹیشن (روڈالہ اسٹیشن) پر پہنچی تو ان کی طبیعت میں کچھ تازگی محسوس ہونے لگی اور درد میں کچھ کمی ہوئی۔ پہلے سیدھا نہ کھڑے ہو سکتے تھے لیکن اب کچھ حالت بہتر ہوگئی۔ شیخوپورہ ریلوے اسٹیشن پر پہنچ کر رکشہ کے ذریعے کوچ اڈا پر پہنچے وہاں سے کوجرانوالہ کوچ اڈا سے رکشہ لیکر سیدھا دربار عالیہ شریف پہنچے۔ دونوں حضرات نے حضرت قبلہ صوفی کرامت حسینؒ اور حضرت صوفی منیر حسینؒ کے دربار پر حاضری دی اور دعا مانگی اور پھر دونوں ہال کمرہ میں چلے گئے جہاں حضرت خواجہ مشتاق حسین صاحب سے دست بوسی کی۔ انہوں نے گھر میں خواجہ نوید حسین کو اطلاع کی کہ دو دوست ملاقات کیلئے آئے ہیں۔ تھوڑی ہی دیر میں کافی دوست آپ سے ملاقات کیلئے آگئے جلد ہی حضرت خواجہ نوید حسین صاحب باہر تشریف لے آئے، دوستوں نے ذکر الٰہی شروع کر دیا۔ رانا صاحب تو درد کی شدت میں رو رہے تھے اور آہ و بُکا کر رہے تھے۔ کہ خواجہ صاحب کی نگاہ پڑی، اور بڑے حیران ہو کر فرمایا کہ کیا بات ہے؟۔ کہ تمہارا حال اس طرح کیوں ہوا۔ تمام قصہ کہانی آپ کو بتا دیا۔ آپ نے فرمایا کہ تیرا نام اشرف ہے تو نے کافی مدت سے دربار شریف حاضری نہیں دی۔ اس طرح غافل نہیں ہونا چاہیئے۔ دربار شریف کی حاضری بہت ضروری ہے اس اثناء میں آپ نے ان کیلئے لنگر منگوایا اور کھانے کیلئے کچھ پیش کیا۔ انہوں نے انکار کیا کیونکہ اتنا بھاری کھانا ہضم نہیں ہوتا تھا اور اس کے بعد قضائے حاجت میں بھی دقت محسوس ہوتی تھی آپ نے فرمایا کہ لنگر پیٹ بھر کر کھاؤ اس میں شفاء ہے چنانچہ، رانا صاحب نے کھانا خوب سیر ہو کر کھایا لیکن انھیں کوئی تکلیف محسوس نہ ہوئی بلکہ اس سے تازگی اور راحت محسوس ہوئی رانا اشرف کا کہنا تھا کہ میں نے چھ ماہ میں پہلی مرتبہ اتنا کھانا کھایا ہے۔

حضرت صاحب سے عرض کی کہ دعا کریں تو آپ نے فرمایا ہے کہ جس نے تجھے بلایا ہے اس نے تیرے لیئے دعا کر دی ہے میرا تو بہانہ ہے۔فرمایا کہ جاؤ دربار شریف پر حاضری دیتے جانا اور دوبارہ چھ مئی کو صوفی محمد رفیق شاہین آباد گوجرانوالہ میں حاضری دینا اور فرمایا کہ محفل میں شریک رہا کرو۔جب واپس گھر گئے تو ریلوے اسٹیشن جھوک دتہ سے پیدل چل کر گھر پہنچا۔جب میں نے اپنے گھر کا دروازہ کھٹکھٹایا تو اہل خانہ مجھے اپنے قدموں پر چلتے دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔

محفل میں نورانیت کا سماں:

جب دوسری مرتبہ المجاھدفین والوں کی محفل میں حاضری دی،اور رات کو محفل پورے عروج پر تھی،اس دوران مشتاق صاحب تذکرہ میلاد النبی فرمارہے تھے۔اللہ ہو کا ذکر سنگی پورے ذوق وشوق سے سن رہے تھے،رات کے ایک بجے کا وقت تھا کہ رانا صاحب دیکھتے ہیں کہ آسمان سے نیچے کی طرف سیڑھیاں لگی ہوئیں ہیں،چھوٹی چھوٹی مخلوق سفید لباس میں ملبوس آجا رہی ہے۔ایک عجیب منظر تھا جسے دیکھ کر اپنے پیر بھائی محمد عباس سے کہہ رہے تھے کہ بھائی عباس دیکھو یہ کیسا منظر دیکھائی دے رہا ہے۔اس نے کہا کہ مجھے تو کوئی منظر نہیں نظر آرہا ہے،شاید یہ سب کچھ رانا صاحب کو ہی دکھایا جا رہا تھا کہ اے غافل تو اتنا عرصہ کیوں بھولا رہا،ان اللہ والوں کی محفل سے غیر حاضر رہا تھا جن کی محفل میں اللہ کے فرشتے بھی اترتے ہیں،محفل ختم ہوئی آپ نے اجازت فرمائی اور تاکید فرمائی کہ شیخوپورہ بھکی روڑ بھی حاضری دینا اور چوتھی محفل سمن آباد کا بھی حکم فرمایا اور فرمایا کہ جھوک دتہ کے تمام سنگیوں کو بھی ساتھ لیکر آنا جب سمن آباد محفل پر پہنچے تو اس وقت لاٹھی کا سہارا لیکر چلتے تھے،لاٹھی کوچ میں رکھ دی اور ساتھیوں کے سہارے محفل گاہ میں پہنچے واپسی پر رخصت کے وقت خواجہ نوید حسین نے فرمایا کہ اشرف تیری لاٹھی کہاں ہے عرض کی کہ شرم کی وجہ سے کوچ میں رکھ دی اور سنگیوں کے سہارے پہنچا ہوں آپ نے بڑی شفقت سے فرمایا کہ جاؤ رانا صاحب اب تجھے لاٹھی کی کوئی ضرورت نہیں۔آپ کے ان الفاظ کے ادا ہوتے ہی میں بالکل سیدھا ہو کر

کھڑا ہو گیا اور بڑی آسانی سے خود چل کر کوچ تک گیا اور جب واپسی گھر آیا تو صبح کی آذان ہو رہی تھی لاٹھی کو کندھے پر رکھے ہوئے گھر میں داخل ہوا تو میری بیوی اور دوسرے لوگ دیکھ کر محوِ حیرت ہو گئے خصوصاً میری بیوی سراپا حسرت بن کر کہنے لگی اب تو ٹیڑھا پن ختم ہو گیا ہے۔تو رانا صاحب نے فرمایا کہ یہ سب میرے پیر صاحب کی دعاؤں کا صدقہ ہے بندہ تندرست ہو کر اپنے گھریلو کاموں میں مصروف ہو گیا اور بالکل تندرستی کی حالت میں کام کرنے لگا۔محافل میں شمولیت شروع کر دی پھر خیال آیا کہ اے غافل بندے تو 26-27 سال اپنے پیر خانے سے غافل رہ کر بہت پیچھے رہ گیا، تیرا کیا بنے گا۔تو اتنا عرصہ فیض سے محروم رہا۔انہی خیالوں میں غرق ہو گیا خواب میں حضور قبلہ عالم ملے اور گلے لگالیا اور فرمایا کہ رانا صاحب کون کہتا ہے کہ تو پیچھے رہ گیا، ہرگز نہیں صبح کا بھولا شام کو گھر آجائے تو اسے کوئی بھی بھولا ہوا نہیں کہتا۔6 مارچ 2003 کو سجادہ نشین حضرت خواجہ نوید حسین نے میرے گھر میں محفل پاک کا پروگرام منظور فرمایا۔محفل ذکر واذکار سے خوب گرم تھی محفل پورے عروج پر تھی خیال آیا کہ جس مریض کو ڈاکٹر حکیموں اور طبیبوں نے لاعلاج قرار دیا تھا جن کی دعاؤں کے صدقے مریض درست ہوا آج وہ ہمارے گھر تشریف لا رہے ہیں،ان کو راضی کیسے کیا جائے۔کوئی انوکھا کرتب کر دکھاؤ۔گھر میں گیا اور بیلوں والے جھانجے لیکر اپنی کمر میں باندھے اور اللہ ہو کے ذکر کیساتھ رقص کرنے لگا:

تیرے عشق نچایا کر کے تھیا تھیا تھیا

پھر دوبارہ گھر گیا اور گھر سے ایک قیمتی ہار لا کر حضور کی نذر کیا، اللہ ہو کے ذکر میں مشغول ہو گیا اس دن آپ کی طبیعت بڑی موج میں تھی۔فرمایا کہ تو نے آج بلھے شاہ بن کر دیکھایا ہے۔

رانا محمد انور (طالبعلم) کو خواب میں پرچہ کا گیس (Guess) بتانا:

رانا محمد انور چک نمبر گ ب 84 (ستیانہ فیصل آباد) کالج میں .B.A کا طالبعلم تھا اور طالبعلم کا یہ سب سے اہم مسئلہ ہوتا ہے کہ امتحان میں اچھے نمبر آجائیں اور اگر پہلے کچھ گیس کا پتہ چل جائے تو وہ سوالات اچھی طرح تیار کر لے۔لیکن مستانوں کا انداز انوکھا ہی ہوتا

ہے۔بورے والاحضرت صاحب کے تبلیغی دورے کا پرگرام تھا سخت گرمی کا موسم اور کڑکڑاتی دھوپ اس پر مستزاد اور پیاس کی شدت بھی اپنے زوروں پر۔ ریفریجریٹر یا ٹھنڈے پانی کا اہتمام تو کجا، سادہ پانی بھی دور دور تک میسر نہ ہوتا۔ایک سنگی باؤ محمد انور نے محسوس کیا کہ حضرت صاحب کیلئے گرمیوں میں ٹھنڈے پانی کا کوئی انتظام کیا جائے چنانچہ اس نے ایک تھرموس خریدا اور اس میں برف باریک کرکے ڈال دی تا کہ سفر میں جہاں ضرورت پڑے وہ پیش کر سکے۔اور یہ تھرموس دیکر رانا محمد انور (طالبعلم) کی ڈیوٹی لگائی کہ وہ پہنچا آئے۔چنانچہ انہوں نے انکار کیا کیونکہ دوسرے ہی دن اس کا انگلش کا پرچہ تھا۔اور بی اے میں سب سے مشکل پرچہ انگلش کا ہوتا ہے۔آخر انور صاحب نے مجبور کیا کہ جاؤ تمہارا پرچہ اچھا ہو جائیگا۔چنانچہ برف والا تھرموس یا کولر لیکر اس گاؤں میں گیا جہاں محفل تھی آپ اگلے گاؤں روانہ ہو چکے تھے وہ پیچھے اس مطلوبہ گاؤں گیا۔آپ اگلے گاؤں جا چکے تھے اسی طرح کافی گاؤں میں تلاش و بسیار کے بعد حضور سے ملاقات کر لی۔برف والا تھرموس پیش کیا اور عرض کی حضور میرا تو کل پرچہ ہے پڑھنے کا وقت بھی نہیں ملا۔آپ نے کہا جاؤ اللہ مہربانی کرے گا تمہارا پرچہ اچھا ہو گا۔اجازت لیکر گاؤں واپس آیا تو رات کو خواب میں انگلش کا پرچہ دکھا دیا گیا۔میں نے وہ تمام سوالات ذہن نشین کر لئے علی الصبح ان سوالات کی خوب تیاری کی جب کمرہ امتحان میں بیٹھے اور امتحانی پرچہ جات تقسیم کئے گئے اپنی باری آئی تو پرچہ ہو بہو انہی سوالات پر مشتمل تھا جو رات کو دکھائے گئے تھے یہ سب کرم ہے حضرت خواجہ کرامت حسینؒ کا۔

مایوس عورت کو اولاد نرینہ کی خوشخبری:

صوفی محمد انور صاحب بیان کرتے ہیں کہ ایک دن حضور قبلہ عالم کا تبلیغی دورہ تھا آپ چک نمبر EB339 وہاڑی کے قریب سے گزرے علاقہ کے سنگی بھی ہمراہ تھے ایک عورت قریب کے کھیت سے گھاس وغیرہ کاٹ رہی تھی سنگی احباب اللہ ہو کا ذکر کرتے ہوئے آپ کے ساتھ جا رہے تھے جب اس عورت کے کانوں میں اللہ ہو کی آواز پڑی تو وہ دوڑتی ہوئی

آئی اور آپ کے گھوڑے کی لگام پکڑلی آپ نے فرمایا کہ بی بی کیا بات ہے؟ اس نے کہا جناب میری شادی کو تیرہ برس گزر چکے ہیں اولاد سے جھولی خالی ہے مہربانی فرما کر خصوصی دعا کریں کہ اللہ مجھے اولاد سے نوازے۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ آپ کو اولاد دے گا وہ کہنے لگی میں تو کئی بار اللہ سے دعا کر چکی ہوں لیکن میری کوئی دعا قبول ہی نہیں ہوتی میں آپ کو اللہ کا فقیر سمجھ کر عرض کرتی ہوں کہ میرے لیئے خصوصی دعا کریں خواجہ حضور اس کی فریاد سے بڑے متاثر ہوئے اور خصوصی دعا کر کے فرمایا جا بی بی اللہ تجھے بیٹا دے گا سنگیوں نے دوبارہ اللہ ہو کا ذکر شروع کر دیا وہ بھی ذکر میں شامل ہو گئی اس گھڑی حضور کی طبیعت اس قدر موج میں تھی کہ فرمایا جا بی بی تجھے اللہ دو بیٹے دے گا وہ زیادہ ذکر کرنے لگی تو فرمایا جا اللہ تجھے تین بیٹے دے گا چار بیٹے دے گا جا پانچ بیٹے دے گا اب اس کے پانچ بیٹے زندہ ہیں اور بخیریت ہیں۔ الحمد اللہ۔ ماشاء اللہ۔

مرید کے احوال سے باخبری:

صوفی محمد انور صاحب بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت صاحب (وہاڑی) کے علاقہ میں قیام پذیر تھے اگلے روز آپ نے دور دراز دریائی علاقے کا سفر کرنا تھا اس لئے فرمانے لگے کہ کسی گاڑی کا انتظام کرو حکیم بہادر علی نے جیپ کا انتظام کر دیا لیکن اس میں تیل نہیں تھا نزدیک سے کہیں نہ ملا اس نے موٹر سائیکل لی اور حاصل پور سے تیل لینے کیلئے چلا گیا موٹر سائیکل کا پچھلا پہیہ پنکچر ہو گیا اب اس کے دل میں خیال آیا کہ میں وہابی عقیدہ رکھتا تا کہ نہ کسی پیر کی بیعت کرتا نہ اس طرح خراب ہوتا چنانچہ اسی مایوسی کے عالم میں پنکچر شدہ موٹر سائیکل سٹارٹ کیا اور حاصلپور کی طرف روانہ ہو گیا کچھ سفر کے بعد محسوس ہوا کہ ٹائیر میں ہوا پوری نہیں ہے لیکن موٹر سائیکل دوبارہ روکی اور نہ ہی ہوا چیک کی۔ جب حاصل پور پہنچا تو پنکچر لگانے والی دکان پر موٹر سائیکل روک کر کہا موٹر سائیکل کو پنکچر لگا دو اس نے کہا کون سے ٹائر کو حکیم صاحب نے کہا پچھلے کو مستری کہنے لگا مجھے بیوقوف بنا رہے ہو؟ خود حکیم صاحب نے کہا کیا مطلب مستری نے کہا اس میں تو پہلے ہی ہوا زیادہ ہے کچھ کم کرنی پڑے گی حکیم

صاحب کہتے ہیں کہ میں نے پھر خود ٹائیر چیک کیا تو واقع ہی ہوا زیادہ تھی حکیم صاحب حیران ہوگئے کہ یہ بھی ایک عجیب سا معاملہ ہے حکیم صاحب تیل لے کر واپس آئے حضرت صاحب کے سامنے آئے تو آپ نے فرمایا وہابی صاحب آگئے ہو اب ھمیں موٹر سائیکل کا مستری بھی بنا پڑ گیا ہے آپ فرمانے لگے حکیم صاحب اس کا مطلب تو یہ ہوا اگر تمہارا موٹر سائیکل خراب ہو جائے تو وہاں عقیدہ بدلنے کو ترجیح دیتے ہو اللہ کا شکر کرو کہ تمہیں اس گئے گزرے دور میں اللہ کا بندہ مل گیا ہے

لنگر میں برکت:

ایک مرتبہ قبلہ عالمؒ کی چک نمبر 495 E.B (وہاڑی) میں گاؤں کے نمبردار کے ہاں دعوت تھی اس نے ایک دیگ چاول پکائے جب محفل پاک شروع ہوئی تو تقریباً 500 آدمی اکٹھے ہوگئے، نمبردار نے عرض کی آدمی زیادہ ہیں کھانا کم ہے۔ آپ محفل زیادہ دیر تک جاری رکھئے، تا کہ مزید کھانا تیار کرلیا جائے۔ آپؒ نے فرمایا کہ یہ ہی لنگر کافی ہے اللہ اسی میں برکت ڈالے گا۔ آپ نے ماسٹر صدیق صاحب سے فرمایا کہ میرا رومال لے جاؤ، دیگ کے اوپر ڈال دو اور لنگر تقسیم کرنا شروع کردو، صدیق صاحب نے آپ کے حکم کے مطابق لنگر تقسیم کرنا شروع کردیا، تمام لوگوں نے سیر ہو کر کھانا کھایا جب رومال دیگ سے اوپر اُٹھایا تو دیکھا کہ ابھی نصف دیگ میں چاول موجود تھے۔

ولی کامل کی اسم مبارک کی برکات:

صوفی شرف علی صاحب حلقے میں شامل تھا ذکر واذکار کی محفل میں شمولیت کرتا کسی وجہ سے اس پر کوئی مقدمہ ہوگیا اور جیل چلا گیا۔ اور وہاں جا کر بھی اس کے ذکر واذکار میں کوئی فرق نہ آیا، جس کی وجہ سے رانا محمد علی نامی آدمی بہت متاثر ہوا۔ اور اس نے پوچھا کہ تم نے یہ فیض کس مرشد سے لیا ہے؟۔ اس نے اسے خواجہ کرامت حسینؒ کا اسم گرامی بتایا۔ اس نوجوان آدمی نے عدالت میں پیشی کے وقت صبح صبح اپنے دائیں بازو پر حضرت صاحب کا اسم گرامی بڑی عقیدت سے پختہ کر کے لکھ لیا۔ جب حوالدار اس کو عدالت میں پیش کرنے کیلئے اس

کے دائیں ہاتھ پر ہتھ کڑی لگانے لگا تو ہتھ کڑی کھل جاتی، حوالدار صاحب نے کہا کہ یہ ہتھ کڑی خراب ہے، اس لئے نہیں لگتی اس نے ہتھ کڑی تبدیل کر کے دوسری منگوائی، وہ بھی کھل گئی اس اثناء میں حوالدار کا انچارج سب انسپکٹر آ گیا اور اس نے پوچھا کہ اس کو ہتھ کڑی کیوں نہیں لگائی ؟ ۔حوالدار نے کہا کہ میں نے تو لگانے کی بڑی کوشش کی ہے ۔لیکن لگتی نہیں ۔انہوں نے اس سے کہا کہ تم اپنا دایاں ہاتھ کھول کر دکھاؤ اس پر اس نے کہا کہ اس کے ہاتھ پر اللہ کے ولی کا اسم گرامی لکھا ہوا ہے ۔پولیس والوں نے کہا کہ بائیں ہاتھ پر بھی لکھ لیتا تو نوجوان قیدی نے کہا کہ یہ بایاں ہاتھ اس لائق نہیں کہ اس پر ولی کامل کا نام لکھا جائے ۔اس واقعہ سے یہ دونوں پولیس اہلکار (نیازی صاحب اور الطاف حسین وٹو) بہت متاثر ہوئے اور حضرت خواجہ صاحب کے فیصل آباد کے تبلیغی دورہ کے دوران بٹالہ کالونی میں صوفی غلام رسول کی رہائش گاہ پر محفل پاک کے پروگرام میں آپ کے دست اقدس پر بیعت ہو گئے،

اصلاح بذریعہ توجہ:

حضرت صاحب قبلہ کا معمول تھا اپنے تبلیغی سفر میں عموماً شام کی محفل کیلئے نماز مغرب سے پہلے تشریف لے آتے تھے ۔ چک نمبر 78 گ ۔ب رانا محمد رفیق کے گھر محفل کا پروگرام تھا آپؒ حسب معمول عصر کے وقت تشریف لے آئے چائے تیار ہو رہی تھی ۔اس کے گھر کے صحن میں گاؤں کے چند نوجوان بھی موجود تھے ۔انہوں نے پی ٹی اقبال صاحب سے کہا کہ ہم بھی آپ کے پیر و مرشد کی بیعت ہونا چاہتے ہیں، اگر وہ ہماری شرط قبول کر لیں، میں نے کہا کہ وہ کونسی شرط ہے ان میں سے سید بشیر شاہ صاحب نے کہا آپ کے بزرگ ہمیں برائی کرنے سے روک لیں ۔تو ہم بیعت ہو جائیں گے ۔پی ٹی صاحب نے کہا کہ میرے میں تو اتنی ہمت نہیں کہ اپنے مرشد کو اس طرح چیلنج کروں ۔اس پر انہوں نے کہا کہ چلو ہمارا صرف اتنا پیغام ان کو بھیج دو ۔بار بار کہنے پر بات حضرت صاحب تک پہنچا دی گئی ۔حضرت صاحب نے فرمایا کہ اچھا چائے پی لینے دو پھر بلا لینا ۔جب آپ نے چائے نوش کر لی تو پھر

یاددہانی کرائی گئی آپ نے فرمایا کہ ان کو بلا لو۔انہیں بلایا گیا۔وہ نوجوان قریب آ گئے۔آپ نے فرمایا کہ بیٹھ جاؤ،وہ بیٹھ گئے آپ نے فرمایا کہ بتاؤ کیا بات ہے؟۔بشیر صاحب نے اب نرم لہجے میں کہا!یا حضرت ہم آپ کی بیعت کرنا چاہتے ہیں اور یہ خواہش ہے کہ برائی سے بچ جائیں۔آپ نے فرمایا کہ بیٹا میری طرف دیکھو،اپنے دائیں ہاتھ کو ہوا میں حرکت دے کر کہا کہ دیکھو آواز آتی ہے؟،انہوں نے کہا جی نہیں آپ نے دونوں ہاتھوں کو اکٹھا ملا کر تالی ماری اور کہا کہ اب آواز آتی ہے؟۔انہوں نے کہا جی ہاں آتی ہے۔آپ نے فرمایا کہ بیٹا تالی دونوں ہاتھوں سے بجتی ہے اکیلے ایک ہاتھ سے نہیں تم بھی کوشش کرنا اور فقیر بھی دعا کرے گا۔اللہ کے فضل وکرم سے بچ جاؤ گے۔آپ نے ایسی تربیت والی چند باتیں کیں،اور وہ بیعت ہونے کیلئے تیار ہو گئے۔انہوں نے بیعت کر لی۔ان میں سے ایک سید بشیر شاہ تھا جو ایسے شیعہ خاندان سے تعلق رکھتا تھا جن کا بغض حضرت ابو بکر صدیق ؓ کے بارے میں مشہور تھا۔اس نے اپنا دایاں بازو اوپر اُٹھا کر گستاخانہ انداز سے کہا اگر آپ میرے مرشد کامل ہیں تو آپ نے مجھے روکنا ہے مجھ سے رکا نہیں جاتا۔اس نے دو تین دفعہ یہ الفاظ دہرائے،پھر خاموش ہو گیا۔آپ کی طبیعت پر اس گستاخانہ انداز کا بڑا گہرا اثر رونما ہوا۔آپ بیعت کے بعد آنکھیں بند کروا کر ذکر کرواتے تھے۔لہذا آپ نے بیعت ہونے والوں کو ذکر خفی کرنے کیلئے کہا اور سنگیوں کو ہدایت فرمائی کہ ان کے سروں کو پکڑ کر دائیں بائیں حرکت دیں۔لیکن حضرت صاحب نے بشیر شاہ کا سر پکڑ کر خود دائیں بائیں کیا نگاہ ولایت سے کرنٹ لگایا۔اور اپنے دائیں ہاتھ کو بشیر شاہ کے سینے پر دو تین مرتبہ مارا۔بشیر شاہ پر وجدانی کیفیت طاری ہو گئی،اور منہ سے جھاگ نکلنا شروع ہو گئی۔آپ فرمانے لگے اس کو میرے مصلے پر نہ گرنے دینا۔جب بشیر شاہ کی طبیعت اچھی خاصی صاف ہو گئی تو آپ نے اس کی کمر پر ہاتھ پھیرا،وہ سنبھل کر بیٹھ گیا۔پھر آپ نے ذکر واذکار اور وظیفہ جات کا طریقہ بتایا اور ان کے کام اور رہائش کے بارے میں پوچھا،ہاں جوان آپ کا نام کیا ہے؟۔بشیر شاہ آپ کی طرف دیکھے جا رہا تھا کچھ نہیں بولتا تھا۔بے ادب زبان سے الفاظ کیسے نکلتے

آپ نے دوتین دفعہ پوچھا پھر خاموش ہوگیا۔

مغرب کی نماز کے بعد محفل شروع ہوئی تھی دوران محفل اس کا بڑا بھائی اشتیاق شاہ جو محفل گاہ میں حاضر تھا اس نے حضرت صاحب کے خلاف کالے علم کا عمل شروع کر دیا۔ جس سے حضرت صاحب کی طبیعت بوجھل ہونا شروع ہوگئی۔ تو آپ نے ساری محفل پر نظر دوڑائی۔ اور اشتیاق شاہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا انسان کا بیٹا بن جا نہیں تو تمہارا حشر جو ہوگا اسے جہان دیکھے گا۔ فقیر کو کسی نے ایسے ہی مصلے پر نہیں بٹھا دیا، آپ نے یہ الفاظ فرمائے ہی تھے کہ اس نے کالا علم پڑھنا چھوڑ دیا۔ محفل ختم ہوئی محفل کے بعد تمام سنگیوں کو آپ نے نماز عشاء مسجد میں پڑھنے کا حکم دیا۔ اور فرمایا کہ نماز کے بعد آنا تمام دوست حضرات مسجد میں گئے اور تمام تازہ وضو کرنے لگے، بشیر شاہ کا بھائی اشتیاق شاہ نلکا چلا رہا تھا، اس وقت مجھے کہنے لگا کہ پی ٹی صاحب! آپ کے پیرو مرشد کا بڑا حوصلہ ہے جب میں ان کے خلاف پڑھ رہا تھا انہوں نے مجھے پہچان بھی لیا اور خبردار بھی کر دیا۔ میں اس وقت بہت زیادہ پریشان ہوا کہ جس بندے کو خدا تعالیٰ نے اتنی طاقت دی ہے۔ اب دیکھئے میرے ساتھ انتقامی کاروائی کیا کرتا ہے؟۔ لیکن آپ نے کوئی انتقامی کاروائی نہیں کی بلکہ صرف پڑھنے سے منع فرمایا۔ میں نے کہا کہ اللہ کے برگزیدہ بندے آپ جیسے بھٹکے ہوئے انسانوں کو راہ راست پر لانے کی کوشش کرتے ہیں، نہ کہ انتقامی کاروائی۔

دوسرے دن نماز جمعہ کی ادائیگی کے بعد شام کی محفل کیلئے روانہ ہوگئے، جو چک نمبر 230 گ ۔ ب بہادرے والہ (فیصل آباد) میں صوبیدار ریٹائرڈ خورشید علی کے صاحبزادے (امتیاز علی شاہ، آفتاب علی شاہ اور مشتاق علی شاہ) کے ہاں تھی۔ بشیر شاہ جو رات کو ہی بیعت ہوا تھا۔ وہ گھوڑی پر خوبصورت زین (کاٹھی) ڈال کر لایا اور حضرت صاحب کو گھوڑی پر سوار کر کے خود باگیں پکڑ کر آگے چلنے لگا۔ اور دوست احباب پیچھے پیچھے پیدل چل پڑے، راستے میں حضرت صاحب گھوڑی کو ایڑی لگا کر سنگیوں سے آگے نکل گئے۔ علیحدگی کی حالت میں بشیر شاہ کو کہنے لگے کہ تم نے فقیر کو رات بھری محفل میں ننگا کیا اور چیلنج کیا برائی کو

روکنے کا۔تم کوایسانہیں کرنا چاہیئے تھا۔سنوآج جمعہ کادن ہے۔اگرفقیرتم کواگلی جمعرات تک برائی سے روک لےتو سمجھنامیرے مرشد ہیں اگرایسا نہ ہواتو سمجھنا کہ میرے مرشد نہیں۔ اس گفتگو کی کسی سنگی کو کوئی خبر نہ تھی اس واقعہ کے تین دن بعد یعنی سوموار کی نماز مغرب کے بعد شبیر شاہ کہنے لگاتھوڑی دیر تک میرے پیر بھائی بیٹھے رہیں آپ سے کوئی بات کرنی ہے۔ دوست بیٹھ گئے۔کہنے لگا روانگی کے وقت جب میں آپ کی گھوڑی کے ساتھ آگے جار رہا تھا تو آپ نے جو بات مجھ سے کی تھی کیا آپ میں سے کسی کواس کا علم ہے؟اس پر تمام پیر بھائیوں نے کہا کہ ہمیں کوئی علم نہیں۔اس نے حضرت صاحب کی فرمائی ہوئی بات دہرائی اور کہنے لگا کہ آج سوموار ظہر کے وقت میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ حضرت صاحب جاتے وقت مجھے یہ کہہ گئے تھے،آج ان کا کئی میل دور محفل کا پروگرام ہے(معاذ اللہ) کہ وہ کیسے مجھے برائی سے روک سکتے ہیں کہنے لگا،میں اس گھر کی طرف روانہ ہوا جس میں میرا برائی کرنے کا پروگرام تھا۔جب میں گھر کے نزدیک پہنچا تو اس وقت لڑکی اپنے گھر کے دروازے میں کھڑی تھی میری طبیعت کچھ بوجھل سی ہوگئی تو ادھر سے لڑکی نے بھی اشارہ کیا کہ گھر میں کوئی نہیں آجاؤ۔میں نے جرات کر کے آگے بڑھنے کی کوشش کی تو میرے دائیں گال پر ایک زوردار طمانچہ لگا۔میں نے کہا دن کا وقت ہے شاید کسی نے مجھے ایسی حرکت کرتے دیکھ لیا ہے میں نے سامنے دیکھا تو حضرت صاحب کھڑے ہیں،اور فرمارہے ہیں کہ خبردار آگے قدم اُٹھایا تو دیکھنا تمہارا کیا حشر ہوگا۔نماز ظہر کا وقت ہوگیا ہے وضو کر کے نماز ادا کرو۔بشیر شاہ فوراً مسجد کی طرف دوڑا۔جب مسجد والے بازار پہنچا تو وہاں کھڑے لوگ کہنے لگے بشیر شاہ خیر تو ہے کیوں بھاگتا جا رہا ہے؟۔میں نے کہا خیر ہے کوئی بات نہیں،اس کے بعد حضرت صاحب کی محفل کا پروگرام چک نمبر 193 گ ب شیریں والہ فیصل آباد میں تھا۔بشیر شاہ نے کہا کہ مجھے بھی ساتھ لے چلو۔ہم نے اس کو ساتھ لے لیا،حضرت صاحب اس وقت شیریں والا سٹاپ پر اتر کر گھوڑی پر سوار ہو کر تشریف لا رہے تھے۔ دوست احباب سڑک پر آپ کے استقبال کیلئے کھڑے تھے،بشیر شاہ جب حضرت صاحب

کو دیکھا وہ بھاگ کر گھوڑی کے آگے ہو گیا۔آپ نے نگاہ ولائیت اُٹھا کر دیکھا تو بشیر شاہ وجدانی حالت میں گرد آلود سڑک پر گر پڑا اور پھر اسے اُٹھایا گیا اور پکڑ کر محفل گاہ میں لے جایا گیا بشیر شاہ حضرت صاحب کے سامنے بیٹھ گیا ،آپ نے نظر اُٹھا کر دیکھا تو پھر تڑپنے لگا۔آپ نے فرمایا اسے اُٹھاؤ اور محفل گاہ سے باہر لے جا کر چارپائی پر لٹا دو۔مزید فرمایا کہ کوئی کچھ لینے آتا ہے اور کوئی کچھ،اس نے فقیر کو برائی کے کام پر روکنے پر آزمایا ہے۔اس کی قسمت میں بس یہی کچھ ہے جو اس کے ساتھ ہو رہا ہے۔

قبلہ عالم کی خوشبو:

چک نمبر 230 گ ب بہادرے والا ضلع فیصل آباد میں خورشید علی کے صاحبزادگان (امتیاز علی شاہ ،آفتاب علی شاہ ،مشتاق علی شاہ) کے ہاں شام کی محفل پاک کے پروگرام میں حضرت صاحب مغرب سے پہلے تشریف لائے ،نماز مغرب کے بعد محفل کا آغاز ہوا،محفل پاک میں ختم خواجگان اور شجرہ شریف کی سعادت صاحبزادہ حضرت منیر صاحب نے حاصل کی ،اسم ذات کے ذکر کی سنگیوں پر اس قدر وجدانی کیفیت طاری تھی کہ ہر کوئی عشق مصطفیٰ ﷺ کے رنگ میں جھوم رہا تھا،آپ نے یہ شعر پڑھا:

پیر نواب الدین تیرا موہری والا سد دے
اس دے درتوں فیض پاکے جگ واجے وج دے

پھر آپ نے ہوا میں ہاتھ اُٹھا کر کہا سب سنگی اس شعر کو بلند آواز سے پڑھے محفل میں اس شعر کی گونج و پکار تھی ،سب سنگی ہاتھ اُٹھا کر یہ شعر پڑھ رہے تھے ،اس کے بعد خواجہ منیر حسین نے بھی اپنے مخصوص انداز سے یہ شعر پڑھا حضور قبلہ عالم کی طبیعت اس قدر موج میں تھی کہ جس طرف بھی نظر اُٹھا کر دیکھتے سنگی وجدانی کیفیت سے تڑپنا شروع کر دیتے ،محفل پاک کے دوران خاص عمدہ قسم کی خوشبو کی مہک آنے لگی یہ مہک ایک ہفتہ تک گھر میں محسوس کی جاتی رہی۔اہل خانہ اس خوشبو سے اپنے دلوں کو معطر کرتے رہے۔اور اپنے پیر و مرشد کی شان میں اس شعر کا ورد کرتے رہے۔

توں کرامت پیر میرا اے کراماتاں تیریاں
سب بیماریاں دور تھیون جس تے نظراں تیریاں

حاجی خورشید عالم کمالیہ ٹوبہ ٹیک سنگھ:

حاجی میاں خورشید عالم صاحب کی طرف سے چند واقعات تحریری صورت میں ملے جن میں ان کے جذبات وتاثرات اور خصوصاً حضور قبلہ عالم کی کرامات اور نظر کرم کا ذکر ہے قارئین کے فائدے کے لیئے درج کئے جاتے ہیں

(1) مئی 1963ء میں ایف اے (F.A) انگلش کا امتحان دیا پرچہ پڑھنے کے بعد میں نے بڑے غرور کے ساتھ چٹکی بجاتے ہوئے کہا کہ میں پرچے کی پھٹیاں اڑا دوں گا کیونکہ میں نے جن سوالات کی تیاری کی تھی وہ ہی پرچے میں آگئے تھے، جب میں نے ایک سوال لکھا اور دوسرا شروع کیا مجھے نیند آ گئی تو میں نے بڑی کوشش کی اور منہ بھی دھویا، اپنی ٹانگ کے بال بھی کھینچے کہ کسی طرح نیند کا غلبہ ختم ہو جائے، مگر میری کوئی بھی تدبیر کارآمد نہ ہوسکی۔ میں بڑا بددل ہوا کہ میں تو فیل ہو جاؤں گا دوسرے دن خواب میں خواجہ صاحب ملے اور پوچھا کہ خورشید عالم پریشان کیوں ہو۔ میں نے عرض کی حضور میں کمرہ امتحان میں پرچہ حل کرنے کی بجائے سو رہا تھا، پاس کیسے ہونگا۔ آپ فرمانے لگے کہ تم نے پرچہ شروع کرنے سے پہلے کیا کہا تھا، عرض کی حضور میں نے کہا تھا کہ پرچے کی میں دھجیاں بکھیر دوں گا، آپ نے فرمایا کہ پریشان نہ ہو، خواب میں دیکھا کہ جہاں آپ تشریف فرما ہیں۔ اس کے قریب ایک سیاہ رنگ کا پردہ ہے آپ نے اس کے سامنے ہی دائیں طرف اس میں ہاتھ رکھا اور فرمانے لگے کہ یہ بی اے کی ڈگری ہے بندے نے عرض کی کہ حضور ابھی تو ایف اے بھی نہیں ہوا۔ آپ مجھے بی اے کی ڈگری دے رہے ہیں، فرمایا کہ خورشید تم نے ابھی ایف بھی کرنا ہے اور بی اے بھی۔ جب رزلٹ آیا اس دن میں سکول میں بیٹھا تھا اور سکول کا وزیر نامی چپڑاسی رزلٹ کارڈ لے کر آیا، اتفاقاً میں اس وقت اسی خواب کا واقعہ اپنے چچازاد بھائی ماسٹر بشیر کو سنا رہا تھا، وہ حضور قبلہ عالم کا مخالف تھا، قدرتی

طور پر اس کے سامنے ہی رزلٹ بھی آیا میں نے کہا یہ دیکھو میرے پیر کی کرامت، میں انگلش میں پاس تھا اور 66 نمبر آئے تھے۔ حالانکہ میں نے صرف ایک یا ایک بنا دو سوال ہی لکھے تھے۔

(2) 1964ء میں حضور قبلہ عالم کے ساتھ سفر میں تھا ہم لوگ عنایت شاہ اور پیر محل کے دوران ایک دربار سائیں عنایت شاہ کے ہاں ٹھہرے وہاں آپ مراقبہ میں کافی دیر تک بیٹھے رہے اور بعد میں بڑے پریشان ہو گئے تھوڑی دیر کے بعد پھر مراقبہ میں بیٹھ گئے، اور بعد ازاں آپ نے وہاں کے گدی نشین سے کہا کہ مجھے لگتا ہے کہ یہ بزرگ اپنا سب کچھ لے کر اپنے ساتھ ہی چلے گئے ہیں، آپ کو کچھ نہیں دے کر گئے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ وہ کہنے لگا حضور آپ بہتر سمجھتے ہیں آپ تیسری بار پھر مراقبے میں بیٹھ گئے، تھوڑی دیر کے بعد آپ نے پوچھا کہ تمہارے گھر میں کیا کوئی چھوٹا بچہ ہے گدی نشین نے کہا ہاں میرا پوتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اسے لیکر آؤ۔ جب وہ بچہ لیکر آئے تو آپ نے فرمایا کہ یہ بچہ وہ نہیں جس بچے کے پاؤں میں بوٹ پہنا ہوا ہے وہ کہاں ہے۔ اس کو لیکر آؤ چنانچہ وہ پیر صاحب اس بچے کو لیکر آئے تو حضور قبلہ عالم فرمانے لگے کہ یہ ہی وہ بچہ ہے جس کے بارے میں صاحب مزار فرما رہے ہیں۔ میں اس کو اپنا سب کچھ دوں گا کیونکہ اس سے پہلے میری اولاد میں کوئی اس قابل تھا ہی نہیں۔

(3) 1965ء حاجی غلام سرور تابع میاں خورشید عالم کے ماموں زاد ہیں (بتاتے ہیں)۔ ہمارے گھر میں محفل پاک ہوئی، ہم دونوں ایک ہی فکر میں بیٹھے تھے۔ میرے ماموں زاد نے دل میں سوچا کہ ہم لوگ تو دال کھا رہے ہیں، لیکن پیر صاحب تو مرغے کھا رہے ہیں۔ خدا بہتر جانتا ہے کہ حضور قبلہ عالم کو کیسے پتا چل گیا۔ آپ اسٹیج پر تھے مجھے آواز دی کہ خورشید تمہارے ساتھ کون ہے میں نے عرض کی حضور میرے ماموں زاد بھائی ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ان کو میرے پاس بھیجو۔ چنانچہ تابع صاحب آپ کے پاس پہنچ گئے۔ آپ نے فرمایا کہ میرے پاس تین کٹوریوں میں دال ہے آپ جس میں سے چاہے کھا لیں۔ میرے قبلہ عالم دل کی باتیں پڑھ لیا کرتے تھے۔ آپ نے پوچھا تابع صاحب آپ سے کچھ خوشبو آتی ہے

کیا وجہ ہے؟۔تابع صاحب کہیں تمہیں حضور نبی کریم ﷺ کی زیارت تو نہیں ہوئی۔تابع صاحب کہنے لگے کہ جی حضور! مجھے ایک بار زیارت ہوئی ہے۔آپ نے فرمایا کہ اب آپ کیا چاہتے ہو تابع صاحب نے کہا کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ ایک بار پھر یہ کرم ہو جائے۔ حضور قبلہ عالم نے پوچھا صرف زیارت یا کچھ اور بھی۔تابع صاحب کہنے لگے کہ جناب آپ بہتر سمجھتے ہیں۔اس محفل میں تیسرے روز خواب میں حضور نبی کریم ﷺ کی زیارت ہوئی۔قبلہ عالم فرمانے لگے۔آؤ آگے چلیں، چنانچہ حضور قبلہ عالم تابع صاحب کو خواجہ نواب الدین رحمۃ اللہ علیہ کے پاس لے گئے۔آپ نے تعارف کروایا۔پھر خواجہ نواب الدینؒ آگئے حافظ عبدالکریم رحمۃ اللہ علیہ کے پاس لے گئے، اسی طرح چلتے چلتے حضرت صدیق اکبرؓ کی بارگاہ میں لے گئے، اور آخر میں سرکار کی بارگاہ میں فرمایا کہ تابع کوئی مسئلہ ہے عرض کی کہ میرے بیٹے کی پیٹھ میں دو سال سے درد ہے اور وہ صحیح نہیں ہو رہا۔حضور نے فرمایا کہ اس کو لے کر آؤ، چنانچہ اس لڑکے کے جسم پر اپنا دست مبارک پھیرا اور کہا کہ اب یہ ٹھیک ہے۔اس کو لے جاؤ۔حضور فرمانے لگے سنگیو آؤ اور آگے چلو۔چنانچہ تابع صاحب کہتے ہیں کہ ہم لوگ انوار و تجلیات میں رونے لگے۔ابھی میرے دل میں خیال آ ہی رہے تھے کہ اچانک آنکھ کھل گئی، اور صبح اُٹھا تو میرے بیٹے کا درد ٹھیک تھا۔یہ سب میرے حضور قبلہ عالمؒ کا صدقہ ہے۔

(4) 1965ء میں ان کا بھائی صوفی سردار عالم حضور قبلہ عالمؒ سے ملے اور بعد میں کہنے لگے کہ میرا دل بیٹھا جا رہا ہے ایک بار پھر خواجہ صاحب سے ملنا چاہتا ہوں۔چنانچہ سردار عالم کمالیہ سے چلا اور رات کو فیصل آباد رہا اس نے کہا کہ آج رات فارغ ہو جاؤں تو سینما بھی دیکھ لوں گا۔یہاں مجھے کون دیکھنے والا ہے۔چنانچہ سردار عالم سینما ہال کی طرف چل پڑا راستے میں اچانک ایک آواز آئی کہ وہ آنکھیں جو دیدار مصطفیٰ ﷺ کی خواہش مند ہوں وہ سینما نہیں دیکھتیں۔میرے کانوں میں اس طرح کی آواز پھر آئی۔میں پھر چلتا رہا، تیسری مرتبہ بہت صاف و واضح طور پر یہ آواز آئی جو آنکھیں دیدار مصطفیٰ ﷺ کی خواہاں

ہوں وہ سینما نہیں دیکھتیں۔ چنانچہ میں واپس آ گیا اور صبح دربار شریف حاضر ہوا تو حضور قبلہ عالمؒ فرمانے لگے، کچھ لوگ یہ چاہتے ہیں کہ دیدار مصطفی ﷺ نصیب ہو لیکن وہ سینما دیکھنے سے باز نہیں آتے تو میرا بھائی سردار عالم کہنے لگا حضور بالکل یہ ہی آواز تھی جو میں نے سنی تھی۔ معلوم ہوا کہ حضور قبلہ عالمؒ ہر جگہ سنگیوں کو دیکھتے ہیں۔

(5) جھنگ میں ایک بہت مشہور پامسٹ پروفیسر عبدالحمید تھے جن سے میرے بھائی صوفی سردار عالم سپرنٹنڈنٹ نے اپنا حساب لگوایا تھا۔ اس نے کہا کہ آپ کے ہاں ایک بچی ہوگی اور وہ فلاں فلاں دن اور فلاں فلاں وقت ہو گی، اس پامسٹ پروفیسر کا اندازہ بالکل صحیح ثابت ہوتا تھا۔ اس وجہ سے لوگوں کا اس پر اعتقاد تھا۔ چند دنوں بعد حضور قبلہ عالمؒ کمالیہ تشریف لائے تو سردار عالم نے کہا حضور دعا فرمایئے کہ اللہ پاک مجھے اولاد نرینہ (بیٹا) عطا فرمائے۔ آپ نے فرمایا کہ صوفی صاحب اللہ تعالیٰ تمہیں بیٹا عطا کرے گا اور ضرور کرے گا اور اللہ بہتر کرے گا۔ اور ایک ہفتے کے بعد صوفی سردار عالم کے ہاں اللہ تعالیٰ نے بیٹا عطا فرمایا (ماشاءاللہ)۔

سوانح حیات

حضرت خواجہ منیر حسین رحمۃ اللہ علیہ

ارشادات وفرمودات

حضرت خواجہ منیر حسین رحمۃ اللہ علیہ کے حالات زندگی

ولادت:

حضرت خواجہ صوفی منیر حسین رحمۃ اللہ علیہ کسٹر یلہ شریف تاریخ پیدائش ضلع جہلم میں پیدا ہوئے۔آپ کے والدگرامی ایک عظیم صوفی اور عالمی مبلغ اسلام حضرت خواجہ صوفی کرامت حسین رحمۃ اللہ علیہ تھے۔آپ نے ابتدائی تعلیم پاکیزہ و روحانی ماحول میں جہلم شہر میں حاصل کی۔بچپن میں ہی والدمحترم کی صحبت خاص میں پرورش پائی،نیز مفتیان وقت اور متعدد علمائے کرام سے علمی پیاس بجھائی،تکمیل علم کے ساتھ ساتھ ہی شیخ کامل نے آپ کوسلوک کی منازل طے کروانے اور باطنی علوم سے قلب معطر کومنور کرنے کیلئے قرب خاص سے نوازا۔ اورتقریباً تمام تبلیغی ادوار میں اپنے ساتھ رکھااور روحانی تربیت کا رنگ خوب چڑھایا۔اس طرح آپ ایک کامل ومکمل مرشد بن گئے۔

بچپن کا واقعہ:

خواجہ منیر حسینؒ اپنے بچپن کا واقعہ خود بیان کرتے ہیں کہ جب میں جہلم شہر میں زیر تعلیم تھا، ایک روزسکول سے تفریح (Recess) کے وقت باہر آیا۔اور ایک گاڑی کھڑی دیکھی۔ ڈرائیور سے پوچھا کہ اس گاڑی میں کون صاحب تشریف لائے ہیں۔ڈرائیور نے بتایا کہ سلطان العارفین حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کے چشم وچراغ سجادہ نشین حضرت حبیب سلطان تشریف لائے ہیں۔خواجہ سرکار کے دل میں ان کی ملاقات کا شوق پیدا ہوگیا۔اور ان کی زیارت اور ملاقات کیلئے کھڑے ہوگئے۔جب حبیب سلطان تشریف لائے ڈرائیور نے میرے متعلق فرمایا کہ یہ بچہ کافی دیر سے آپ کے انتظار میں کھڑا ہے۔یہ سن کر حبیب سلطان بہت خوش ہوئے اور مجھے پیار وشفقت سے سینہ سے لگایا جس سے مجھے ایک عجیب روحانی کیفیت محسوس ہوئی۔

حضرت خواجہ کرامت حسین رحمۃ اللہ علیہ جب تبلیغی دورہ پر جھنگ تشریف لے گئے تو خواجہ سرکار بھی آپ کے ہمراہ تھے۔آپ نے حضرت سلطان باہو کے مزار پر کافی دیر مراقبہ فرمایا اس کے بعد خواجہ صاحب نے حضرت خواجہ منیر حسین سے پوچھا کہ بچپن میں تمہارے ساتھ کوئی واقعہ پیش آیا تھا۔خواجہ سرکار نے بچپن کا وہ واقعہ ارشاد فرمایا۔یہ سن کر قبلہ عالم نے فرمایا کہ کافی دیر مراقبہ کے بعد حضرت حبیب سلطان تمہارے گرد چکر لگا رہے تھے۔کہ بچپن میں جو چیز فقیر نے عطا کی تھی۔اب وہ مکمل تیار ہو چکی تھی۔قبلہ عالم آپ کو حبیب کے نام سے یاد فرمایا کرتے تھے۔اور مختلف اضلاع کے دورہ پر آپ کو اپنے ہمراہ رکھتے تھے۔

آستانہ عالیہ پر ان کی خدمات:

دربار عالیہ پر شب و روز مہمانوں کی بھیڑ لگی رہتی تھی۔طالبان حق جوق در جوق حاضر ہوتے۔مہمانوں کی دیکھ بھال اور خدمت آپ کی ذمہ داری تھی۔مہمانوں کے ہاتھ دھلانا، دستر خوان بچھانا،مہمانوں کیلئے کھانا خود لگانا،خدام کی موجودگی میں تقسیم لنگر پر نگاہ خاص رکھنا۔اس قدر عاجزی خلوص اور محبت سے خدمت خلق کرنا ،بارگاہ ربوبیت کرنا میں قدر مقبول ہوا کہ آپ کے وجود انور سے ولائیت کے انوار نظر آنے لگے۔آپ کے وجود انور سے اللہ اللہ کا رنگ نظر آنے لگا۔آپ اپنے شیخ کے نقیب،وزیر مشیر،حبیب بھی تھے۔خدمت کے بیس سال بعد جب حضرت خواجہ کرامت حسین صاحب نے آپ کو جانشین مقرر فرمایا تو زمانے نے دیکھا کہ آپ کی روحانی توجہ سے کتنے چشمے پھوٹے۔

سارنگ لائے گی اک نہ اک دن کبھی
ان فقیروں کی خدمت بڑی چیز ہے

دوران سفر خدمت:

خواجہ سرکار قبلہ عالم کے ساتھ تبلیغی سفر میں ساتھ ساتھ رہتے، جہاں بھی محفل کا پروگرام ہوتا خواجہ سرکار ہی محفل پاک میں ختم خواجگان اور شجرہ شریف پڑھتے ،کبھی کبھی آپ سے مخصوص انداز میں اشعار بھی سنتے۔خواجہ سرکار فرماتے کہ سلسلے کے ابتدائی وقت میں نے بہت سے

مشکلات کا سامنا کیا ہے، کپڑوں کے ایک ہی سوٹ سے کئی کئی مہینوں کا تبلیغی سفر کیا ہے، آپ قبلہ عالم کے ادب واحترام کا بہت خیال رکھتے، اور ہر حکم پر سر تسلیم خم کرتے۔ تیاری سفر میں سوئی دھاگہ تک ساتھ رکھتے، تاکہ راستے میں جب بھی جہاں بھی ضرورت پیش آئے تو اس کو پورا کیا جائے۔

ایک روز قبلہ عالم سے آپ نے چند روز گھر آنے کی مہلت (چھٹی) مانگی آپ نے فرمایا چلے جاؤ لیکن گیڈری گاؤں میں فلاں تاریخ کو پہنچ جانا۔ جب رخصت ہوئے دربار شریف پہنچے مقررہ ایام گذرنے پر واپسی جانا تھا شدید بخار کا عالم ہوگیا۔ اس کے باوجود جانے کی تیاری کی۔ راستے میں بخار کو حائل نہ ہونے دیا۔ بے بی صاحبہ (والدہ محترمہ) نے فرمایا کہ ابھی تمہاری صحت علیل ہے اس لئے گیڈری گاؤں کا پروگرام منسوخ کردو۔ تندرست ہونے پر چلے جانا۔ تو عرض کی کہ حضور قبلہ عالم سے میں نے وعدہ کیا ہے، اس لئے ضرور جاؤں گا۔ غیر حاضری نہیں کرسکتا۔ سخت بخار میں گیڈری گاؤں کی طرف روانہ ہوئے۔ جب محفل پاک میں پہنچے تو حضرت صاحب نے شجرہ شریف پڑھنے کا حکم فرمایا۔ شجرہ شریف کے بعد حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے محسوس کیا تو فرمایا کہ تمہیں تو سخت بخار ہے اور بخار کی حالت میں ہی آگئے ہو۔ چند روز آرام کرلیتے عرض کیا حضور! آپ کے حکم کی تعمیل ضروری تھی۔ آپ یہ سن کر بہت خوش ہوئے اور دعاؤں سے نوازا۔

صوفی محمد یونس صاحب کی زبانی یہ واقعہ سنا ہے کہ ایک دفعہ آپ حضور قبلہ عالم کے ساتھ سفر مبارک میں تھے، کافی دن گزر گئے فرمایا۔ فلاں فلاں تاریخ یا دن کو تم دربار شریف چکر لگانا۔ اخراجات یا دیگر امور کیلئے اسپیشل اجازت فرمائی۔ خواجہ منیر حسین رحمۃ اللہ علیہ حسب حکم تیاری کرنے لگے۔ اور آخری دفعہ اجازت طلب کی تو آپ سنگیوں کی موجودگی میں فرمانے لگے، کیوں گیا اور کہاں گیا؟ یعنی جانے کی اجازت نہیں چاہیے تو یہ تھا کہ آپ فرماتے حضور خود ہی اجازت دی ہے اور آپ کے پیغام وہدایات لیکر دربار عالیہ جانے کا پروگرام بنایا ہے۔ خود ہی تیار کیا ہے اور خود ہی اب روک رہے ہو۔ لیکن ذوق وعشق اور آداب عشق

یہ تھا کہ حضور غلطی ہوگئی، آئندہ ایسی غلطی نہ کروں گا۔اس کو اپنے لئے کوئی خفت اہانت یا بے عزتی پر محمول نہیں کیا۔بلکہ

سر تسلیم خم ہے جو مزاج یار میں آئے

کچھ دیر کے بعد حضرت قبلہ عالم نے خود ہی بلا کر جانے کی اجازت مرحمت فرمائی۔

حرمین شریفین کی حاضری:

خواجہ سرکار کو حضور قبلہ عالمؒ کے ساتھ حج کی ادائیگی کا 1978ء میں جانے کا شرف حاصل ہوا۔دوران حج اللہ تعالیٰ نے آپ کو باطنی دولت سے مالا مال فرمایا۔حضور قبلہ عالم کے فرمان کے مطابق رات کے پچھلے حصے میں روضہ رسول ﷺ پر حاضری کیلئے گئے ،صوفی بنیا مین بھی ساتھ تھے۔وہ بیان کرتے ہیں کہ روضہ رسول ﷺ پر حاضری کے وقت سرکار مدینہ ﷺ نے خصوصی کرم فرمایا۔اور قبلہ عالم کے ذریعے دستار خلافت کی اجازت فرمائی۔

عملی میدان میں خدمات:

سلسلے کی خدمت جب آپ کو سونپی گئی تو کتنا عظیم منصب تھا جو آپ کو تفویض ہوا۔آپ نے مرشد کامل کے مشن کو ایسے حسین انداز میں آگے بڑھایا ،ایسی محبت اور ایسے انداز سے کہ کسی کو ذرہ بھر محسوس نہ ہونے دیا۔کہ حضور قبلہ عالم کا وصال ہو چکا ہے۔اور یونہی محسوس ہوتا کہ حضور قبلہ عالم ابھی دنیا میں ہی ہیں۔

دلوں ،روحوں اور ضمیروں کو ہیرے کی طرح روشن فرما رہے تھے۔حضور قبلہ عالم نے جس سنگی کی تربیت کو جس مقام پر چھوڑا تھا اور سلوک وطریقت کا جتنا راستہ طے کروایا تھا اسے وہی سے ترقی دی،اور پھر ان سالکان طریقت کی تعداد میں بے شمار اضافہ بھی فرمایا۔آپ پورے سال میں پورے ملک میں تبلیغی دورے فرمانے لگے،ذکر الٰہی کی محافل منعقد کی جاتیں رہیں۔جن سے مخلوق کے دلوں کو گرمایا جاتا ،اور تازگی اور جلا دی جاتی ۔آپ کی محافل میں لوگ دور دراز کا سفر کر کے آتے ،اور ایک روحانی انقلاب کے ساتھ گھروں کو واپس لوٹتے۔

ذکر اللہ ہو کی جب ضربیں لگاتے تو میلے دل بھی ذکر الٰہی کی برکت سے چمک جاتے ،

آپ نے پاکستان کے تقریباً تمام علاقوں کا تبلیغی سفر کیا، لاہور، کوئٹہ، فیصل آباد، راولپنڈی، گوجرانوالہ، ملتان، نارووال، شکر گڑھ، سیالکوٹ، اسلام آباد، جہلم اٹک، مظفر گڑھ، ڈی جی خان، سرگودھا، ساہیوال، پاکپتن شریف اور کوہ مری الغرض کراچی سے پشاور تک حضور قبلہ عالم کے مشن کو جاری رکھا۔ آپ نے سلسلہ عالیہ کے فروغ کیلئے دن رات محنت کی، اور مسلسل کئی کئی دن مصروف رہتے، اسی محنت شاقہ سے آپ کی طبیعت ناساز گار ہوگئی، ڈاکٹروں نے آرام کا مشورہ دیا۔ تاکہ صحت بحال ہو جائے لیکن آپ نے اپنے عقیدت مندوں کی تربیت کی خاطر اپنی صحت کی پرواہ نہ کی، اور مسلسل تبلیغی دورے جاری رکھے۔

گوجرانوالہ شہر سے ڈاکٹر شفیق الرحمن جو آپکے خصوصی معالج تھے، انہوں نے آپکی جسمانی حالت کا چیک اپ کیا، اور کہا کہ آپ کا نورانی جسم اللہ تعالیٰ کے ذکر سے سرشار ہے اور ذکر میں مصروف ہے، ٹونٹی کے ذریعے آپ کے ہر عضو سے اللہ ہو کے ذکر کی آواز سنائی دیتی ہے، ڈاکٹر صاحب یہ معاملہ دیکھ کر بہت متاثر ہوئے، آپ نے اپنے حلقہ احباب کو اس قدر پیار و شفقت دیا کہ آپ کے حلقہ میں بے شمار لوگ داخل ہو گئے۔ پاکستان کے کوشے کوشے میں اپنے فیوض روحانی کے چشمے جاری کیے، اور کمال حکمت سے ہر شہر میں تربیتی مراکز قائم کیے۔

مرکزی سالانہ عرس مبارک کے موقع پر ملک بھر سے زائرین کی خیریت وعافیت پوچھتے اور ان کے حال کے مطابق انہیں نصیحت فرماتے، ملک کی نامور شخصیات مذہبی سیاسی حلقوں سے تعلق رکھنے والے حضرات آپ کی زیر نگرانی اپنا اپنا حصہ فیض لوٹ کر جاتے نیز ثناء خواں حضرات، قراء حضرات مقتدر علمائے کرام خصوصی حاضری کو اپنے لئے فخر اور ذریعہ نجات تصور کرتے انسانوں کے ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر میں آپ یوں نمایاں نظر آتے جیسے چاند ستاروں میں نمودار اور چمکتا ہوا نظر آتا ہے۔ عرس مبارک کے موقع پر جب اپنے پورے جاہ جلال کے ساتھ تشریف لاتے تو چہرہ پر نظر نہ ٹکتی۔

محفل میں پیر مغاں نے رخسار سے گیسو سر کائے
تو پروانہ پر پروانہ کوئی یہاں گرا کوئی وہاں گرا

جلوہ نورِ ولایت کو پہچاننے کیلئے صرف عقل ہی کافی نہیں ہوتی یہ کہیں نہ کہیں دھوکہ دے جاتی ہے، یہاں پر عشق کو اگر امام بنادیا جائے تو پھر سرخروئی اور کامیابی کے آثار نظر آتے ہیں کہتے ہیں کہ

آنکھ والا تیرے جوبن کا تماشا دیکھے
دیدہ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے

شہنشاہ ولائیت، حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ اپنی تصنیف کشف المحجوب میں اپنے پیرو مرشد حضرت ابوالفضل حسن ختلی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ

من ہیچ مہیب تر ازروئے ندیدم
''میں نے ان سے زیادہ مہیب شخص کوئی نہیں دیکھا''

یہ حسن و جمال اور رعب و دبدبہ انہیں خدا تعالیٰ کی طرف سے ودیعت ہوتی ہے۔ اس تعلق باللہ اور نسبت قرب کی وجہ سے حاصل ہوتی ہے، جو خدائے بزرگ و برتر کی طرف سے عطا ہوتی ہے۔

صوفی محمد یونس صاحب اپنا مشاہدہ بیان کرتے ہیں کہ آپ ہی وہ جلیل القدر بزرگ ہیں جن کو دیکھ کر ملاقاتی کی طبیعت پر واقعتاً ہیبت طاری ہو جاتی حالانکہ آپ کی طرف سے شفقت ہی شفقت، محبت ہی محبت ہوتی، مگر طالب کا یہ حال ہوتا کہ آپ کو دیکھتے ہی وہ لرزنے لگتا، خواہ انفرادی ملاقات ہو یا مجموعی، تمام حاضرین کی یہی کیفیت ہوتی، وہ آپ کو دیکھتے ہی کانپ جاتا۔

بلند حوصلگی، اعلیٰ ظرفی اور نورِ بصیرت کا یہ حال، سبحان اللہ اس قدر عظیم روحانی مقام و مرتبہ اللہ تعالیٰ کی خاص قربت اور بے پناہ عنایات مصطفوی اور آئینہ بصیرت سے سب کچھ دیکھنے کے باوجود خاموشی اور پردہ پوشی اس فقیر کا جذبہ کمال تھا، کبھی کسی بیان کو اپنا ذاتی قرار نہیں

دیا۔اگر کبھی خاص دوستوں میں کسی خاص مصلحت کے تحت بیان ہوا بھی ہوتو اسی جملہ پر ختم ہوتا کہ یہ سب کچھ میرے شیخ کے کرم سے ہوا ہے۔ہمیشہ راز داری سے کام لیتے۔

کہہ رہا ہے شور دریا سے سمندر کا سکوت
جس کا جتنا ظرف ہے اتنا ہی خاموش ہے

ورنہ آجکل دیکھنے میں آرہا ہے تصوف کے نام پر ذاتی اغراض و مقاصد کیلئے زور شور کے ساتھ پروپیگنڈا جاری رہتا ہے۔آپ ان تمام تعصّبات و بناوٹ سے سخت بیزار تھے۔آپ کی طبیعت حقیقت پسند تھی۔

سادگی ودرویشی:

آپ کی سادگی و درویشی نے مخلوق کوختم نہ ہونے والا تاثر دیا۔درویشی کا یہ عالم تھا کہ جس وقت چاہتے نگاہ کرم اوراللہ کے فضل وکرم سے مقام خاص تک پہنچا دیتے۔

تمنا درد دل کی ہو تو کرخدمت فقیروں کی
نہیں ملتا یہ گوہر بادشاہوں کے خزینوں سے

کتنے گدا آپ کی دعاؤں سے سخی بنے، کتنے بھٹکے ہوئے آپکی دعا سے زمانے کے ہادی بنے، یہ بس آپ کے تصرف کا کمال تھا، سادگی کا یہ عالم تھا کہ سر مبارک پر چو گوشہ ٹوپی، کندھے پر سفید رومال اس کے نیچے ہمیشہ کرتہ شلوار زیب تن فرماتے ،مریدین میں سادگی وضع قطع میں جلوہ گر فرماتے،کوئی اجنبی یہ پہچان نہیں سکتا تھا کہ ان حضرات میں مرشد کون ہے؟۔جب کوئی خاص پروگرام ہوتا آپ باقاعدہ اپنے پیر ومرشد کی طرح لباس فقر، جبہ ودستار مبارک پہن کر حلقہ احباب میں جلوہ گر ہوتے۔

سائیں کیسے بتاؤں کہ کیا دیکھ رہا ہوں
ہر حسن کے جلوے میں خدا دیکھ رہا ہوں

جب آپ اس حسین انداز سے گھر سے نکلتے تو بڑے بڑے حسینان طرحدار اور اصحاب ذی وقار سادگی اور نفاست کے اس پیکر کے سامنے اپنی ساری آب وتاب کھو بیٹھتے۔

دن میں نکلے بن سنور کے مہ رویاں جمال
سادگی یہ ان کی قربان ساز و سامان جمال

وقت کے بڑے بڑے جید علمائے کرام، مقررین حضرات آپ سے حصول علم لدنی کیلئے زانوئے تلمذتہ کرتے۔ایسے بہت سے بے باک مقرر جو بڑے بڑے مجمعوں پہ حاوی، بڑے بڑے مشائخ کو خاطر میں نہ لاتے، آپ کے سامنے دم بخو دنظر آتے۔تنظیم فروغ سنت میں آپ نے کافی کام کیا۔حضور قبلہ عالم کے طریقہ کے مطابق شادیاں سنت کے مطابق فرمائیں۔اپنے صاحبزادگان، اولاد اور مریدین میں سے بے شمار شادیاں اس طریقہ سے فرمائی

بیرونی ممالک کا تبلیغی سفر:

آپ نے نہ صرف پاکستان بلکہ بیرون ممالک میں بھی تبلیغی دورے کیئے۔تا کہ وہ لوگ بھی آپ کے فیض سے مستفیض ہو سکیں۔خواجہ سرکار نے ان ذمہ داریوں کو جس احسن طریقوں سے نبھایا اور سلسلہ عالیہ کی توسیع واشاعت کا کام جس عمدگی سے انجام دیا وہ اپنی مثال آپ ہے۔

۔تبلیغی وروحانی انداز:

آپ کی نگاہ سے چور، ڈاکو، اور بے شمار راہزن راہ راست سے بھٹکے ہوئے لوگ متقی پرہیز گار بن جاتے۔خود فراموش لوگوں کو خدا کی یاد کی طرف راغب کرنے کیلئے شب و روز سخت محنت اور مجاہدہ کرتے۔

نا معلوم کتنی پیشانیاں ذوق سجدہ سے آشنا ہوئیں۔کتنے لوگ اعلیٰ بلندیوں پر فائز ہوئے۔کتنے ہی ناقص درجہ کمال تک پہنچے۔اخلاق و کردار سے عاری اور وہ لوگ جنہوں نے سکولز کالجز اور یونیورسٹیوں کی خاک چھانی ہے کچھ نہ کچھ مساجد سے بھی لگاؤ رکھا، اور کسی حد تک دینی کتب کا مطالعہ بھی کیا۔اور وہ دیانتداری سے کہتے ہیں کہ ہمارے ایمان میں جتنی بھی قوت ہے آپ کے وجود مسعود اور کرم سے ہے۔اور اسلام سے جو بھی قلبی تعلق ہے وہ آپ کے تصرف روحانی سے ہے۔اگر خدانخواستہ آپ کا دامن ہمیں نہ ملتا تو نہ جانے ہم ضلالت و

غوایت کی کن تاریک وادیوں میں بھٹکتے پھرتے۔

خدا جانے کیہہ حال ہونا سی ساڈا
دے دکھاں وچوں سانوں بچاؤندے نہ مرشد
بینارے تو ڈگ کے کدوں جان بچدی
بخارے چوں چل کہ جے نہ آندے مرشد

ایک عارف کامل کی حیثیت سے آپ گوناگوں اخلاقی و روحانی کمالات سے مالا مال تھے۔مثلاً ایسے زاہد شب زندہ دار تھے جن پر کبھی غفلت طاری نہ ہوتی ایسے حامی و بے کساں تھے جن کا ایک ہی تبسم تمام دکھ درد مٹا دیتا۔علم وعرفاں کا ایسا پیکر تھے جن کی ادنی سی توجہ سینے کھول دیتی تھی۔اور ایسے صاحب بصیرت تھے جن کے نورانی مصلحتوں سے زمانے کی گتھیاں سلجھائیں

آپ کی سیرت کا مرکزی نقطہ اشاعت دین کا اعلیٰ اخلاق تھا۔جسے آپ نے کبھی فراموش نہیں کیا۔بداخلاقی نہ کبھی کسی کو کرنے دی بلکہ خوش اخلاقی کا ہی درس دیا۔جوں جوں وقت گزرتا گیا یہ جذبہ جوان ہوتا گیا۔

دوران تبلیغ/تبلیغی سفر ملتان شریف کی سخت گرمی میں بھی چین سے نہ بیٹھتے۔آپ کے جوان ہم سفر ساتھی تھک کر راستے ہی میں بیٹھ جاتے مگر آپ پر اس تھکاوٹ کا کوئی اثر نمایاں نہ ہوتا اور نہ ہی تھکاوٹ آپ کے راستے میں حائل ہوتی۔شاید علامہ اقبالؒ نے اپنے کلام میں اسی محنت، ہمت، اور جان پرسوزی کی طرف اشارہ کیا ہے۔

یہی ہے رخت سفر میر کاروں کیلئے

آپ کے موثر دلنشین انداز تبلیغ کو احاطہ تحریر میں لانا مشکل ہے۔

واہ اللہ رے چشم یار کی نازک خرامیاں
ہر اک کو یہ گماں کہ مخاطب مجھی سے ہے

آپ کا انداز تبلیغ ووعظ نہایت موثر و دلنشین ہوتا،ایک ایک بات دل کی اتھاہ گہرائیو ں سے

نکلتی اور عمل کے سانچے میں ڈھل کر سامنے آجاتی آپ استحصال انگیز اور دل سوز انداز تبلیغ دین کیلئے انتہائی مضر سمجھتے تھے۔

آپ کی حیات مبارکہ مظہر تعلیمات اسلامیہ اور تعلیمات پاکان امت کی دلیل تھا۔فیضان پاکستان سے بیرون ممالک پہنچ گیا اور وہاں سے عقیدت مند آپ کی خدمت میں حاضر ہونے لگے۔اور روحانی فیض پاکر شریعت اور طریقت کے حامل بنے۔آپکے حلقہ میں نہ صرف مسلمان تھے بلکہ بہت بگڑے ہوئے ڈاکو، راہزن اور غیر مسلم بھی آپکے ہاتھ پر تائب ہوئے اور اللہ اللہ کرنے لگے

اجرائے فیض:

آپ کی روحانیت کا یہ عالم تھا کہ جب آپ محفل میں تشریف لاتے تو آپ کے نورانی چہرہ کو دیکھ کر لوگوں کے دلوں میں اسقدر کیفیت طاری ہوجاتی کہ ذکر کرتے کرتے بیہوش ہوجاتے۔جب آپ گفتگو فرماتے تو محفل میں موجود علماء بھی دیکھتے رہ جاتے۔آپ کا بیان شرکاء پر بڑا اثر انداز ہوتا اور ہر کوئی یہ خیال کرتا کہ یہ بیان میرے خیال سے مطابقت رکھتا ہے سامعین کے دل اس نور معرفت کی شمع سے جگمگا اُٹھتے۔آپ نے طالبان طریقت کی رہنمائی بڑے پیار اور شفقت سے فرمائی۔اور فرمایا کرتے تھے کہ ''پیری مریدی نہیں کی بس یاری نبھائی ہے۔'' آپکا حسن سلوک سنت رسول ﷺ کے مطابق ہر ایک کے ساتھ یکساں رہا۔بے شمار غیر مسلموں نے بھی آپ کے دست حق پر اسلام قبول کیا، آپکے مریدین گناہ کرتے وقت بہت شرماتے تھے، کیونکہ وہ سمجھتے تھے آپ روحانی طور پر اس جگہ موجود ہے۔آپ کے فیض صحبت سے بوڑھے جوان، مرد، عورت اور بچے پابند صوم وصلوۃ ہوگئے۔

خواجہ منیر حسین رحمۃ اللہ علیہ کی عملی زندگی:

سجادہ نشینی کے بعد حضرت خواجہ منیر حسین رحمۃ اللہ علیہ کو جب حضرت خواجہ صوفی کرامت حسین رحمۃ اللہ علیہ نے سفر مبارک پر روانہ کرتے ہوئے فرمایا کہ پاکپتن شریف کی محفل میں بھی حاضری دینا۔حضرت خواجہ منیر حسین لاہور سے پاکپتن شریف کی طرف ٹرین کے

ذریعے روانہ ہوئے اور کافی سنگی ہمراہ تھے۔داتا حضورؒ سے بابا حضور کا سفر روحانی لذتوں اور لطافتوں کا سفر تھا۔لاہور سے کافی احباب ہم سفر تھے دیگر احباب نے ریلوے اسٹیشن سے الوداع کیا۔ذکر الٰہی کی گونج سے دلوں کی غفلت محبت الٰہی میں بدل رہی تھی ۔ایک عجیب سماں تھا۔حضرت خواجہ منیر حسینؒ چونکہ بیس سال پہلے قبلہ عالم کے ہمسفر رہے پہلی مرتبہ یہ سفر اکیلے کرنا تھا۔خلفاء،صوفیاء اور سنگیوں کی کثیر تعداد ہمراہ تھی۔اور آپ کے چہرہ مبارک پر نور ولایت نمایاں تھا ساتھ ساتھ کسی کی یاد نے بھی بے تاب کر رکھا تھا۔جب حضور نے خطاب شروع کیا تو سنگیوں پر ایک عجیب کیفیت تھی خصوصاً صوفی مظفر صاحب (بابا جی) پر آپ کی گفتگو کے دوران عجیب کیفیت طاری ہوگئی ، ذکر الٰہی میں وجدان صوفی صاحب بے قابو خواجہ صاحب کے قدموں پر گر پڑے خواجہ صاحب نے دوران ذکر الٰہی مراقبے میں دیکھا اور فرمایا حضرت بابا فرید گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ سفید گھوڑے پر آرہے ہیں ۔

کچھ دیر بعد حضور منیر حسین صاحب نے فرمایا لوگ کہتے ہیں پاکپتن سے باہر بابا فرید گنج شکر کا پہرا ہوتا ہے یعنی بابا جی سرکار 3 میل دور آکر اپنے مہمانوں کا استقبال کرتے ہیں ۔اور فیض سے نوازتے ہیں آپ نے فرمایا آج میں نے دیکھا ہے کہ سے دربار 9 میل باہر آپ علاقہ فیض میں داخل کر لیتے ہیں اور نوازتے ہیں، بڑے ادب واحترام سے حضور بابا فریدالدین مسعود گنج شکر کے دربار میں حاضری ہوئی ۔فاتحہ خوانی وسلام کے بعد جنتی دروازے والے حال میں محفل ذکر الٰہی شروع ہوگئی ۔دور دراز علاقوں سے سنگی بڑے ذوق وشوق سے آتے اور خوب ذکر ہوتا ،دوران محفل ایک بابا جی آئے اور انہوں نے آپ کو دیکھا اور پنجابی میں فرمایا۔

''بڑا سوہنا اے نواں نواں گھوڑی چڑھیا اے''

تمام دوستوں پر وجدانی کیفیت طاری تھی۔حضور قبلہ عالم نے فرمایا تھا میں بھی پاک پتن آؤں گا، جبکہ آپ چند احباب کے ہمراہ دربار گوجرانوالہ شریف میں تھے۔رات 11 بجے حضور قبلہ عالم نے فرمایا کہ محفل ختم ہوگئی ہے آپ تمام لوگ آرام کرو۔دربار شریف والے سنگیوں نے جب پاکپتن شریف والے سنگیوں سے محفل کے اختتام کا وقت معلوم کیا واقعی محفل گیارہ بجے ختم ہوئی تھی ۔

گویا حدیث رسول ﷺ ہے "مومن کی فراست سے بچو کیونکہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے"
گویا حضور قبلہ عالم دربار شریف بیٹھے ہوئے نورانی فضیلت سے سب کچھ دیکھ رہے تھے۔

حرمین شریفین میں آپ کا اچانک ظہور:

آپ کے پیارے دوست علی اصغر مان صاحب فوج میں میجر تھے۔سرکاری ڈیوٹی پر سعودی عرب میں تھے۔ 31 دسمبر 1983ء کو بیت اللہ شریف کا طواف فرما رہے تھے۔انہوں نے اچانک حضور کو بیت اللہ شریف میں طواف کرتے دیکھا، دل میں خیال پیدا ہوا کہ طواف مکمل کر کے حضور سے ملوں گا،طواف مکمل کرتے ہی تیزی سے حضرت صاحب کی طرف بڑھے لیکن آپ دیکھتے ہی دیکھتے غائب ہو گئے۔

مان صاحب مسجد نبوی شریف میں نماز جمعۃ المبارک ادا کر رہے تھے،دیکھا کہ اگلی صف میں خواجہ منیر حسین صاحب بھی نماز جمعہ میں شامل ہیں دل میں سوچا بیت اللہ شریف میں بھی ملاقات نہ ہوسکی اب تو نماز کے فوراً بعد ہی ملاقات کرلوں گا۔جب سلام پھیرا تو دیکھا کہ حضرت صاحب غائب ہیں،عجیب کیفیت ہوگئی۔مان صاحب نے (تبوک) سعودیہ سے آپ کو خط لکھا کہ میں نے خواب میں نہیں بلکہ حقیقت میں آپ کو بیت اللہ شریف اور مسجد نبوی میں دیکھا ہے آپ غائب ہوگئے، 31 دسمبر تا 6 جنوری کو آپ کہاں تھے،آپ نے جواب میں لکھا کہ فقیر ان دنوں گوجرانوالہ شریف میں تھا، جو آپ نے دیکھا ہے وہ میرے رب کا فضل ہے۔مان صاحب نے عرض کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہت بڑا مقام عطا فرمایا ہے آپ ہمارے لئے خصوصی دعا فرمائیں آپ کی دعائیں قبول ہوتی ہیں۔

دکھی بڑھیا کی فریاد:

گوجرانوالہ شریف شہر میں ایک مائی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہنے لگی شادی ہوئے 18 سال گزر چکے ہیں اولاد نہ ہوئی اس کے خاوند نے اولاد نہ ہونے کی وجہ سے طلاق دینے کا ارادہ کرلیا ہے۔اس مائی کے والدین فوت ہو چکے ہیں اس کا کوئی رشتہ دار اسے اپنے پاس رکھنے کو تیار نہیں۔اس مائی نے حضرت صاحب کی خدمت میں عرض کیا حضور

آ پکی دعا سے میری مشکل حل ہوسکتی ہے۔آپ کی درویشی کی شہرت سن کر آئی ہوں سب نے مجھے آپ کی چوکھٹ کی طرف اشارہ کیا ہے،میرے ماں باپ اور بھائی فوت ہو چکے ہیں دنیا میں میرا کوئی وارث نہیں اگر آپ کی دعا سے اللہ مجھے بیٹا عطا فرمائے تو میں اس پریشانی سے بچ سکتی ہوں۔ورنہ میرا کون ہوگا جو مجھے سنبھالے گا۔آپ نے اس وقت دعا فرمائی اور ساتھ فرمایا،مائی خدا تجھے خوش کرے گا۔تو پریشان نہ ہو۔اس کے بعد اس مائی کو اتنا یقین ہوگیا کہ اس نے اس یقین کا چرچا شروع کر دیا۔اللہ تعالیٰ نے حضور منیر حسین کی دعا سے اس کو اگلے سال بیٹا عطا فرمایا۔

صوفی محمد شریف کی خواب:(حرمین شریفین کی زیارت)

حضرت صوفی محمد شریف صاحب بصیر پور ریلوے پولیس ملازم خواب بتاتے ہیں میں سارا دن ڈیوٹی کے بعد رات کو اپنے کمرے میں آیا دیوار پر آپ کی تصویر لگی تھی دیکھ کر دل میں سوچا حضور مجھے بیت اللہ شریف کا طواف کروا دیں اسی رات خواجہ منیر صاحب خواب میں تشریف لائے تو فرمایا تیاری کرو صوفی صاحب بیت اللہ شریف کا طواف کرنا ہے میں نے اس وقت صاف ستھرے کپڑے پہنے اور حضور نے مجھے طواف کرا دیا دوسری رات بھی میں نے دل میں سوچا حضور مجھے مدینہ شریف کی زیارت کروا دیں رات کو خواب میں منیر حسین صاحب آئے اور فرمایا تیاری کرو مدینہ شریف حاضری کے لیئے جانا ہے آپ نے مجھے خواب میں روضہ انور کی زیارت کروا دی اور اس کے ساتھ ہی میری آنکھ کھل گئی الغرض میرا دل میں سوچنا،حضور کو خبر ہو جانا،اور پھر میری دلی مراد پوری کرنا آپ کی بہت بڑی کرامت ہے،اور اتنی پیاری کرامت کہ حرمین شریفین کی زیارت خواب میں کروا دی۔

صوفی محمد اشرف صاحب ڈوگر:(گوجرانوالہ)

حضور خواجہ منیر حسین رحمۃ اللہ علیہ ان کے گھر تشریف لے گئے،عرض کیا حضور چھ بچیاں ہیں بیٹا کوئی نہیں،لوگ طعنے دیتے ہیں کہ تم اتنے بڑے کامل پیر کے مرید ہو،ان کی دعاؤں سے بھی تمہارے ہاں کوئی بیٹا نہیں ہوا، میں تو اس سے نہیں گھبراتا جو بھی اللہ کی رضا ہو۔مگر لوگ

بہت باتیں کرتے ہیں، آپ نے فرمایا کہ اللہ خیر کرے گا گھبرائیں نہیں اللہ کی رضا پر راضی رہیں کچھ ہی دن بعد آپ عمرہ پر تشریف لے گئے، روضہ رسول ﷺ پر حاضری کے وقت دعا فرمائی ۔محمد اشرف کو فرمایا کہ روضہ رسول ﷺ پر دعا کر کے آیا ہوں اللہ آپ کے دل کی مراد پوری فرمائے گا۔اسی سال اللہ نے بیٹا عطا فرمایا۔

صوفی محمد علی میاں چنوں کی درخواست پر دعا:

انہوں نے عرض کی حضور پانچ بچیاں ہیں ،لوگ کہتے ہیں کہ آپ کا پیر تو کامل ہے پھر تمہارے ہاں بیٹا کیوں نہیں ہوتا ،(اگر چہ لوگوں کا ایسا کہنا درست نہیں کیونکہ یہ اللہ کی مرضی اوراس کی رضا ہے)دعا فرمائیں اللہ ہمیں بیٹا عطا فرمائے ۔خواجہ صاحب نے فرمایا کہ پیر بیٹوں یا دنیاوی کاموں کیلئے نہیں یہ لوگ تو صرف خدا کے بندوں کو خدا کا پیغام پہنچانے اور خدا کی طرف راغب کرنے کیلئے ہوتے ہیں، آپ تسلی رکھیں اللہ خیر کرے گا۔آپ نے سفر مبارک میں ایک محفل میں دعا فرمائی یا اللہ یہ تیرا بندہ تیرا ذکر کرتا ہے تیرے پیارے حبیب ﷺ کی محفل سجاتا ہے تو بھی اس کو اپنے خزانے سے خیرات عطا فرما۔اگلے سال اللہ نے رحمت فرمائی اوراسکو اللہ نے بیٹا عطا کیا جس کا نام تنویر حسین رکھا۔

قتل کے مقدمہ سے رہائی:

صوفی محمد شاہ صاحب ہاشمی پنڈی شیخ موسیٰ ضلع فیصل آباد قتل کے مقدمہ میں جیل بند ہوگئے ۔رہائی کیلئے بہت کوششیں کیں، ناکام ہوگئیں ۔حضرت صاحب کی خواہش تھی کہ علاقہ سمندری میں شاہ صاحب ذکر کی محفلیں اور دینی معاملات میں پوری ذمہ داری سنبھالیں گے،مگر شاہ صاحب جیل میں تھے،خواجہ سرکار عمرہ کی سعادت کیلئے تشریف لے گئے حضور نے بیت اللہ شریف میں دعا کی یا اللہ !شاہ صاحب کو دین کے کام کی انجام دہی کیلئے بری فرما مدینہ شریف میں روضہ رسول ﷺ پر بھی دعا فرمائی ،پوری رات دعا کی لیکن کوئی جواب نہ ملا،فرمایا دوسری رات صرف حاضری دی اور دل میں خیال آیا کہ جب تک شاہ صاحب بری نہ ہوں گے، روضہ رسول سے نہ جاؤں گا یہاں ہی بیٹھا رہوں گا۔سرکار مدینہ ﷺ نے

نگاہ کرم فرمائی، فقیر کی لاج رکھ لی۔ روضہ انور پر دعا قبول ہوگئی، اگلے روز خواجہ سرکارؒ نے دربار عالیہ گوجرانوالہ شریف میں خواجہ مشتاق صاحب کوفون پر فرمایا کہ دعا قبول ہوگئی ہے۔ چند روز کے بعد ملزمان اور مدعیان دونوں پارٹی میں صلح ہوگئی، حضور پاک ﷺ کے دربار اقدس کے توسط سے شاہ صاحب بری ہو چکے ہیں۔

اللہ والوں کی دعاؤں سے مقدمہ قتل میں بری ہونا اللہ کے ولیوں کی کرامت ہے، اب الحمد اللہ شاہ صاحب حضور خواجہ سرکار کے خلیفہ مجاز ہیں علاقے میں سلسلے کی خدمت کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ استقامت عطا فرمائے۔ آمین!

ملتان شریف میں صوفی عبدالرزاق صاحب کے گھر حضرت صوفی صادق علی ڈوگر چند ریلوے پولیس ملازمین کو آپ کی ملاقات کیلئے ہمراہ لیکر حاضر خدمت ہوئے، ایک پولیس انسپکٹر جو کہ رشوت خور اور ہر گناہ کا عادی تھا۔ مجلس میں ہمراہ لائے تا کہ گناہوں سے توبہ کر لے۔ عبدالمجید گجر سپاہی بھی ہمراہ تھا، مجلس میں خلاف ادب حرکتیں کر رہا تھا جس کی وجہ سے خواجہ صاحب کی زیادہ توجہ اس کی طرف ہوگئی تھوڑی دیر کے بعد وہ بیعت ہوگیا، داڑھی رکھ لی، نماز پنجگانہ، ذکر الٰہی پر پابندی اپنا لی۔ دوستوں نے عرض کی حضور ہم تو انسپکٹر صاحب کو ہمراہ لائے تھے لیکن مجید صاحب ساتھ ویسے ہی آگئے، آپ نے فرمایا کہ موقع پر اس کی تربیت ضروری ہوگئی بس فقیر کی نگاہ نے اس کا انتخاب کرلیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے ہدایت عطا فرمادی۔ ایسے ہی پولیس ملازمین بیعت سے پہلے راشی اور گناہ کے عادی تھے، مگر بیعت کے بعد ظاہر و باطن میں دین نظر آتا، بلکہ کئی مقام خلافت پر بھی پہنچے۔ یہ حضور کی بہت بڑی کرامت ہے جو صحبت میں آتا اس کے دل کو نور ولایت سے منور فرما دیتے۔

صوفی محمد انور مدنی (موڑ کھنڈا والے)

صوفی صاحب عرصہ دراز (تقریباً 30 سال) سے مدینہ شریف میں مقیم ہیں حضرت خواجہ کرامت حسین رحمۃ اللہ علیہ کی دعاؤں کے صدقہ انہیں ویزا نصیب ہوا، خواجہ منیر حسینؒ سے خلافت عطا ہوئی، اور اجازت بیعت خواجہ نوید حسین صاحب سے ہوئی۔ دربار شریف کے

سچے خادم اور تربیت یافتہ خلیفہ مجاز ہیں۔صوفی صاحب بیان کرتے ہیں کہ مجھے دوران سعودیہ قیام کوئی پریشانی بنی۔بارگاہ رسالت مآب ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اپنی پریشانی کی درخواست پیش کی، آنکھوں میں آنسو کی جھڑیاں تھیں۔دست بستہ حضور کی بارگاہ میں عرض کر رہا تھا۔میرے آقا میرے مولا آپ کی رحمتوں کا دریا وسیع وموجزن ہے۔ایک قطرہ اس سائل کو نصیب فرمادیں۔سرکار مدینہ ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی، آپ ﷺ نے فرمایا کہ گوجرانوالہ پاکستان میں خواجہ منیر حسینؒ سے دعا کرواؤ۔تمہاری مشکل آسان ہو جائیگی۔ صوفی صاحب پاکستان واپس آئے خواجہ منیر حسین کی خدمت میں خواب سنائی۔صوفی صاحب کی بات سن کر خواجہ منیر حسینؒ نے فرمایا کہ ہم سرکار مدینہ ﷺ کے غلاموں کے غلام ہیں ساری دعائیں سرکار مدینہ ﷺ کے صدقے شرف قبولیت پاتی ہیں۔صوفی صاحب پیر خانے حاضری کا اشارہ آپ کیلئے استقامت ہے۔اور میری عبادت ریاضت اور مجاہدہ کوئی ایسا عمل نہیں جس پر اتنا کرم یا انعام نصیب ہو۔میں ہرگز اس قابل نہیں ہوں اس کرم نوازی کی ایک ہی وجہ ہوسکتی ہے جو میں نے اپنے پیر ومرشد حضرت خواجہ کرامت حسین رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت کی ہے۔بارگاہ نبوت سے یہ کرم میرے مرشد کی دعاؤں کا صدقہ ہے۔اس کے بعد آپ نے دعا کی۔اللہ تعالیٰ نے وہ مشکل آسان فرمائی۔

ہر مشکل دی کنجی یارو ہتھ مرداں دے آئی
مرد نگاہ کرے جس ویلے مشکل روئے نہ کائی

گستاخی کا انجام:

محلّہ فقیر پورہ گوجرانوالہ کے ایک سنّی صوفی رشید حضرت خواجہ منیر حسین رحمۃ اللہ علیہ کے دست اقدس پر بیعت تھا۔اس نے اپنے گھر کے ایک کمرے میں حضرت خواجہ منیر حسین رحمۃ اللہ علیہ کی تصویر لگائی تھی۔اس کا برادر نسبتی (Brother in Law) شبیر احمد اس صوفی اِزم اور سارے پروگرام کے خلاف تھا۔ایک دفعہ گھر میں آ کر اس نے کمرہ میں تصویر کو دیکھ کر بلا وجہ سخت سست کہنا شروع کر دیا اور گستاخیاں کیں۔مقصد یہ تھا کہ اگر یہ بزرگ

سچے ولی ہیں تو مجھے پتہ چل جائے۔ چنانچہ اسی وقت اس کی زبان بند ہوگئی صوفی صاحب کی بیوی جو اپنے بھائی کی اس تکلیف کو دیکھ کر برداشت نہ کرسکی کہنے لگی کہ اسے حضور کے پاس لے چلو اور معافی دلوا دو۔ اس نے یقیناً غلطی کی ہے۔ اسے لے جا کر عرض کی کہ حضور اس کیلئے دعا کریں اور معاف کر دیں۔ آپ نے ازراہ کرم معاف کر دیا۔ قوت گویائی لوٹ آئی۔ دوسرے دن اس نے جان بوجھ کر وہی عمل دہرایا اسکی زبان اسی طرح بند ہوگئی۔ بیوی نے پھر منت سماجت کی اور کہا کہ اسے دربار شریف لے چلو اور معافی دلوا دو۔ چنانچہ صوفی صاحب انہیں حضرت صاحب کے پاس لیکر آئے آپ نے بات سنی اور معاف کر دیا۔ اسکی قوت گویائی واپس ہوگئی اور زبان چلنا شروع ہوگئی۔ تیسری مرتبہ اس نے جان بوجھ کر آزمائش کے طور پر پھر اس عمل کو دہرایا گستاخیاں کیں پھر زبان بند ہوگئی۔ بیوی نے منت سماجت کی صوفی رشید صاحب مجبوراً انہیں دربار عالیہ لیکر آئے تو آپ نے فرمایا۔ اب ذرا غور سے سن لے۔ تیسری مرتبہ اخیر ہوتی ہے بس اگر تو نے ایسی حرکت دوبارہ کی تو معافی نہ ہوگی اور ساری زندگی ایسے ہی گزارے گا۔ اس پر شبیر احمد نے سچے دل سے توبہ کی۔ اپنے عقیدہ باطلہ سے قربہ کی آپ کے دست حق پر بیعت ہوا اور ایک سچا مرید بن گیا۔ دربار عالیہ اور دیگر حلقہ کی محافل کی زینت بن گیا اور الحمد اللہ اپنی زندگی ایک صالح مومن کی طرح گزار رہا ہے۔

﴿تعلیمات وارشادات﴾

حضرت خواجہ منیر حسین رحمۃ اللہ علیہ مولا علی مرتضیٰ شیر خدا کے قول "**کلمو الناس علی عقدر عقولهم**" کے سختی سے قائل تھے ،یعنی لوگوں سے ان کی عقلوں کے مطابق بات کرتے ۔انتہائی مختصر اور جامع گفتگو فرماتے اور دوران مجلس ہی کوئی نصیحت فرمادیتے ،جس کا اثر تا دیر رہتا اور سنگیوں اور سامعین کے دلوں پر ان کا خوب اثر ہوتا ۔چند ارشادات بطور تبرک ھدیہ قارئین ہیں ۔

(۱) مشائخ عظام اور علمائے کرام سے ملو، کچھ نہ کچھ نصیحت ضرور حاصل ہوگی ۔
(۲) خدا کے نبی کے عشق میں گم ہو جاؤ، منزلیں خود تمہیں تلاش کریں گی
(۳) شریعت کی پابندی کرو، طریقت ومعرفت خود حاصل ہو جائے گی ۔
(۴) اپنے مرشد کو راضی رکھو، ہمیشہ استقامت نصیب رہے گی ۔
(۵) ولی کامل کو پرکھنے کا تصور نہ قائم کیا جائے بلکہ یہ نظر یہ رکھو وہ مجھے بس ایک نظر دیکھ لے تا کہ میرا بیڑا پار ہو جائے ۔
(۶) سب سے اچھا خلق وہ ہے کہ تیرے ہاتھوں مخلوق کو تکلیف نہ پہنچے ۔
(۷) کرامت سے استقامت افضل ہے اور اسوۃ حسنہ کا عملی نمونہ بن کر مجسمہ کرامت بن جاؤ ۔
(۸) ہر حال ہر لمحہ ذکر الٰہی سے زبان کو تر رکھو ۔
(۹) درود پاک سے کوئی افضل وظیفہ نہیں اس کو کثرت کے ساتھ پڑھنا چاہئے ۔
(۱۰) شادیاں سنت رسول کریم ﷺ کے مطابق کرو گے تو ہمیشہ خوشحال رہو گے ۔
(۱۱) اولیائے کرام ایسا چراغ ہوتے ہیں جن سے جہالت کے اندھیرے دور ہو جاتے ہیں ۔

(۱۲) عزیزو، دوستو! اللہ کا ذکر بہت بڑی دولت ہے اس کو حاصل کرنے میں کوتاہی مت کیا کرو۔

(۱۳) تم لوگ کئی وہم (الہام) وخیالات لیکر آتے ہو، اور میرا سارا وقت تمہارے باطنی ظرف کو دھونے اور صاف کرنے میں لگ جاتا ہے یعنی تم بھی اپنے برتن صاف کر کے لایا کرو تا کہ ان برتنوں میں کچھ ڈال دوں۔

آپ حضور قبلہ عالم کرامت حسین رحمۃ اللہ علیہ کی طرح یہ شعر پڑھا کرتے

رنگا رنگ سہلیاں رنگا رنگ گھڑے
بھریا اوس دا جانیے جس دا توڑ چڑھے

آخری محفل پاک:

آپ بھی حضور قبلہ عالمؒ کی طرح تبلیغی پروگرام کی محافل میں اکثر فرمایا کرتے تھے کہ جس نے فقیر کو دیکھا نہیں وہ بھی پچھتائے گا اور جس نے فقیر کو دیکھا ہے وہ بھی پچھتائے گا، فقیر کو دیکھنے والے کہیں گے کہ ہمیں آپ کی رفاقت کو تھوڑا وقت میسر ہوا ہے۔ اس لئے پچھتائے گا، جنھوں نے فقیر کو دیکھا نہیں وہ نہ دیکھنے کی وجہ سے پچھتائے گا، اور اس کو حسرت ہی رہیگی۔ 1997ء کے سالانہ عرس مبارک کے بعد آپ زیادہ علیل ہو گئے، اور مختلف ہسپتالوں میں زیر علاج رہے آپ نے چند روز پہلے اپنے جدا ہونے کی اطلاع حلقہ احباب کو کر دی، اور پاکستان کے مختلف علاقوں سے مریدین ملاقات کیلئے آتے رہے، آپ نے سخت علالت کے باوجود سنگیوں سے ملاقات اور شفقت کا سلسلہ جاری رکھا، اور ہر سنگی کو اپنی جدائی اور قضائے الٰہی پر صبر کی تلقین فرماتے رہے۔

سجادہ نشینی کا تقرر:

آپ نے 7 ستمبر 1997ء کو آخری محفل کے موقع پر اعلان فرمایا اور اپنے تمام خلفاء کرام اور تمام حلقہ احباب کی موجودگی میں حضرت صاحبزادہ خواجہ نوید حسین مدظلہ العالی کو دستار خلافت اور جبہ ولایت عطا فرمایا اور اپنا جانشین مقرر فرمایا۔

وصال:

آپ 27 اکتوبر 1997ء بروز پیر بوقت ظہر اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ڈاکٹر محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ پاکپتن شریف نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ آپ اپنے والد گرامی حضرت خواجہ کرامت حسین رحمۃ اللہ علیہ کے پہلو میں آرام فرما ہیں۔

اولاد و احفاد:

حضرت خواجہ منیر حسین نے اپنے پیچھے چار صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں چھوڑیں۔ آپ کے بڑے صاحبزادے تنویر حسین شادی کے تھوڑے ہی عرصہ بعد جوانی کے عالم میں مری سے واپسی پر گوجرانوالہ آ رہے تھے۔ راستہ میں پیٹ کا شدید درد شروع ہوا گوجرانوالہ ہسپتال میں داخل کیا گیا لیکن صحت یاب نہ ہوئے اور اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ ان کی قبر دربار شریف کے احاطہ میں ان کی والدہ کے پہلو میں ہے۔

دوسرے صاحبزادے شفیق حسین صاحب جن کا گوجرانوالہ شہر میں اپنا ذاتی کاروبار ہے، دربار شریف کے معاملات میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں۔ تیسرے صاحبزادے خواجہ نوید حسین مدظلہ العالی ہیں اور آپ ہی سجادہ نشین ہیں۔

خواجہ نوید حسین صاحب مدظلہ العالی

ولادت باسعادت:

آپ 3 مارچ 1976ء بروز بدھ، کوجرانوالہ شریف میں حضرت خواجہ منیر حسین رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں پیدا ہوئے۔

نسب نامہ:

آپ کے والد گرامی حضرت خواجہ منیر حسین ہیں، جو آفتاب ولایت قبلہ عالم حضرت خواجہ کرامت حسین رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے صاحبزادے اور دربار عالیہ کے سجادہ نشین تھے۔ آپ کے دادا حضور، حضرت خواجہ صوفی کرامت حسین رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی پیدائش پر بہت مسرت کا اظہار فرمایا۔

آپ مدظلہ کی ولادت کی بشارات:

آپ کی پیدائش سے قبل ہی حضرت خواجہ کرامت حسین رحمۃ اللہ علیہ کو مختلف سلسلہ ہائے طریقت کے بزرگان مثلاً شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اور ہندالولی خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے خواب میں مبارک بادیاں پیش کیں کہ آپؒ کے ہاں ایک پوتا پیدا ہوگا جو دین کی خدمت کرے گا اور اس سلسلے کو آگے چلانے میں معاون ومددگار ہوگا اور اس کا نام پوری دنیا میں روشن ہوگا۔ سو جب آپ کی پیدائش ہوئی تو حضور قبلہ عالمؒ بہت خوش ہوئے۔ آپؒ اس پوتے سے دوسری اولاد کی نسبت کچھ زیادہ ہی پیار کیا کرتے تھے۔ اپنے کندھوں پر بھی بٹھاتے، مسند پر بیٹھے ہوتے تو اپنی گود میں بیٹھا لیتے اور پیار کرنے کے ساتھ ساتھ باطنی طور پر آپ کو فیض یاب بھی فرماتے۔ حاضرین اور زائرین سمجھتے کہ شاید اتنا پیار پوتے سے ہورہا ہے لیکن اصل میں کوئی اور بات تھی۔ جو سب پر عیاں نہ تھی۔ اصل راز یہ تھا کہ حضور قبلہ عالمؒ انہیں روحانی منزلیں طے کروارہے تھے۔

لقب:

آپ کے دادا حضور قبلہ عالم آپ کو پیار سے ”رومی صاحب“ کے نام سے پکارتے اور فرماتے کہ میرا یہ پوتا مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کی طرح اللہ تعالیٰ کی ایک برگزیدہ ہستی ہوگا۔

حضور قبلہ عالم کی آپ پر خصوصی نگاہ عنایت:

صوفی محمد انور صاحب نارووال والے فرماتے ہیں کہ میں (صوفی محمد انور) حضور قبلہ عالم کے حضور حاضر تھا، آپ ان کو گود میں لے کر کھلا رہے تھے، اور فرما رہے تھے ”اوہ رومی تیری داڑھی تے میری داڑھی نالوں وی وڈی اے“۔ بظاہر یہ ایک پیار کی بات ہے حالانکہ ابھی تک آپ کے چہرے مبارک پر داڑھی چھوٹی بھی نہ تھی، کیونکہ ابھی آپ نے زندگی کے چار سال ہی گزارے ہونگے لیکن باطن میں یہ ایک بہت بڑی دعا تھی کہ اللہ کے کرم سے تیری داڑھی میری داڑھی سے بھی لمبی ہو دوسرے لفظوں میں اللہ تعالیٰ آپ کو مجھ سے بھی زیادہ دین کی خدمت کرنے کی توفیق سے نوازے گا۔ معرفت میں داڑھی سے مراد صرف داڑھی ہی نہیں بلکہ مکمل طور پر مذہب اسلام کی بات تھی۔ چونکہ فقیروں کی باتوں میں راز کا سمندر ٹھاٹھیں مارتا ہوتا ہے ان کی سمجھ بعد میں آتی ہے۔ خواجہ نوید حسین مدظلہ العالیٰ کی تبلیغی خدمات اور حلقہ کیلئے کوششوں اور تیزی میں اصل راز یہی کارفرما نظر آتا ہے۔

صوفی محمد شاہ صاحب ہاشمی آنکھوں دیکھا حال بیان کرتے ہیں کہ وہ حضور قبلہ عالمؒ کی خدمت میں حاضر تھے کہ اچانک قبلہ عالم باہر کمرے کے دروازے پر تشریف لائے اور انہیں بلا کر اپنی گود میں بٹھالیا۔ آپ سے پیار کیا اور ہماری طرف پوری توجہ سے دیکھ کر فرمایا۔

”ایک دن آئے گا خواجہ نوید پوری طرح میری کاپی ہوگا“۔ فقیر کے اس فقرے پر غور کریں کاپی سے مراد کیا ہے؟ تو محسوس یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دربار سے جو نعمت اس فقیر کو ملی ہے وقت آنے پر یہی نعمت خواجہ نوید حسین کو عطا ہوگی۔ باطن میں قرب رسول ﷺ کا عروج اور ظاہر میں پیارے نبی کریم ﷺ کی سنتوں کا جمال و پیکر نظر آئیں گے۔ گویا بھٹکی ہوئی مخلوق کا اللہ وحدہ لاشریک کی ذات پاک سے قلبی رشتہ جوڑ کر اطاعت واتباع کے سانچے

میں ڈھال دیں گے۔

حضور قبلہ عالم کے اس فرمان کو اگر بنظر غور اور دیانتداری سے دیکھا جائے تو معلوم یہ ہوتا ہے کہ جس وقت آپ نے اپنے پوتے نوید حسین کو گود میں بٹھا کر ظاہر و باطن کو دیکھتے ہوئے یہ فرمایا کہ آپ میری کاپی ہونگے، اس وقت آپ کو اس روحانی توجہ اور مقام پر پہنچا بھی دیا تھا جس کی آپ خود دعا اور بشارت دے رہے تھے۔

حج سے جبہ لانا:

حضرت خواجہ مشتاق حسین صاحب جگر گوشہ حضرت خواجہ کرامت حسین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضور قبلہ عالم 1978ء میں جب فریضہ حج و زیارت روضہ رسول اللہ ﷺ کیلئے تشریف لے گئے تو واپسی پر آپ مدظلہ العالی کیلئے مدینہ طیبہ سے ایک خوبصورت جبہ مبارک لے کر آئے، اس وقت ان کی عمر تقریباً چار سال کی تھی۔ حضور قبلہ عالمؒ آپ کو اپنی شہادت کی انگلی پکڑا کر چہل قدمی کراتے، اور آپس میں پیار و محبت کی باتیں کرتے۔ ایک روز اپنے پوتے رومی صاحب کو جبہ اور دستار مبارک پہنائی اہل خانہ کو جمع کیا نیز محلے کے بچوں کو بھی اکٹھا کیا اور حلقہ کی صورت بنا کر رومی صاحب کو فرمایا کہ تم اب ان کو ذکر کراؤ اب رومی صاحب نے احسن طریقہ سے "اللہ ھو" کا ذکر کروانا شروع کیا اور دیگر بچوں نے بھی بڑی دلچسپی سے "اللہ ھو" کا ذکر کرنا شروع کیا۔ حضور قبلہ عالمؒ نے فرمایا کہ آج ہم نے خواجہ نوید کو پیر بنا کر دیکھ لیا ہے رسول ﷺ کے شہر سے جبہ شریف کا لانا یہ حضور سرکار مدینہ ﷺ کی رضا تھی کیونکہ آپ وہی کام کیا کرتے تھے جو تاجدار مدینہ ﷺ کی رضا ہوتی، پھر جبہ پہنانا بھی حضور کی رضا تھی اس کے ساتھ "نوید حسین" کو پیر بنا کر بھی دیکھ لینا رضائے رسول ﷺ تھی"۔ بظاہر تو یہ آپ کا بچپن تھا، اور ایک ولی کامل کے انداز اللہ کو پسند آنے والے تھے کہ آنے والے وقت کو ایسا ہی ہوگا۔ (انشاءاللہ)

حضور قبلہ عالمؒ آئے دن آپ کو اپنی رفاقت میں رکھتے اور معرفت اور توحید کے جام نظروں سے پلاتے رہتے، حضور قبلہ عالم فرمایا کرتے کہ "فقیر اگر مذاق سے بھی کوئی کام سرانجام

دے تو وہ بھی حقیقت اور پائیداری کی صورت اختیار کر لیتا ہے، پھر آپ نے مثال یہ بیان کی حضرت خواجہ نواب الدین رحمۃ اللہ علیہ اپنے ایک دوست کو کا کا بھائی کہہ کر پکارتے تھے ایک روز آپ اسے مذاق اور شغل کے طور پر کہنے لگے کا کا بھائی تجھے سپاہی نہ پکڑ کر لے جائیں، اتفاق سے دوسرے ہی دن گاؤں میں معمولی سی بات ہوئی اور پولیس کا کا بھائی کو پکڑ کر لے گئی، اس پر آپ فرمانے لگے! اب تو مولا کریم کی ذات مذاق اور شغل بھی نہیں کرنے دیتی ۔ہر بات اللہ کے دربار میں قبول ہو جاتی ہے ۔یہ قربِ خداوندی ہے ۔فضل الٰہی ہے ۔

تعلیم و تربیت:

داداجان جو آپ سے بہت زیادہ پیار و محبت کرتے تھے، ان کا وصال آپ کی اوائل عمری میں ہی ہو گیا ۔آپ کی والدہ ماجدہ نے آپ کی ابتدائی تعلیم و تربیت میں بہت زیادہ دلچسپی لی اور ہمیشہ یہی دعا کیا کرتی تھی کہ خدایا میرے نوید حسین کو مخلوق خدا کیلئے راہنما بنادے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم کے مراحل ختم کر لئے ۔آپ کی والدہ ماجدہ کا بھی وصال ہو گیا تو آپ کے والد ماجد خواجہ منیر حسین سرکارؒ نے آپ مدظلہ کی تعلیم و تربیت کی طرف خصوصی توجہ فرمائی ،سکول کی ابتدائی تعلیم دلانے کے بعد درس نظامی کیلئے مولانا محمد سعید احمد مجددی رحمۃ اللہ علیہ کی زیر نگرانی قائم جامعہ امینیہ گوجرانوالہ میں بھیجا ۔حضرت ابوالبیان رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت ہی ادب و احترام اور کمال محنت سے اس نگینہ کو صیقل کرنے کی کوشش کی ۔ظاہری تعلیم کے ساتھ ساتھ توجہات باطنی اور توجہات علمیہ بھی فرماتے رہے ۔یوں اس سپوت روحانی کو طالب علم سمجھ کر نہیں بلکہ ایک روحانی مہمان سمجھ کر ان کی خدمت کی اور قابل اساتذہ کی توجہات کا بھی مرکز بنایا ۔آپ کے فقیری مزاج نے ظاہری تعلیم کی بجائے خدمت شعاری کو ترجیح دی ۔

تمنا دردِ دل کی ہو تو کر خدمت فقیروں کی
نہیں ملتا یہ گوہر بادشاہوں کے خزینوں سے

مرشد گرامی کی خدمات:

جب والد گرامی اور مرشد کریم نے آپ کو اپنی خدمت میں قبول فرمایا ،تو عالم شباب تھا۔رات دن سرکار کی خدمت میں مہمانوں کا آنا جانا ایک معمول تھا،مہمانوں کی مکمل دیکھ بھال آپ کی ذمہ داری تھی ،حضرت صاحب سے ملاقات ان سے دعا کروانا ان کی دلجوئی کرنا ان کا شعار بن گیا۔ان کو ہر طرح سے مطمئن کرتے رہتے۔دربار عالیہ قیام میں ہر معاملہ ہر پروگرام میں ختم خواجگان ،شجرہ شریف مستانہ وار ذکرالٰہی خود بھی کرتے اور سنگیوں کی بھی تربیت کرتے ،نعت شریف والہانہ انداز میں پڑھتے سفر کے دوران سواری کے ساتھ ساتھ چلتے ، جب سفر میں کسی سواری کا انتظام ہو بھی جاتا تو خواجہ سرکار پیدل چلنے کا حکم دیتے ، کیونکہ سلوک کی منزلیں تکلیف میں زیادہ جلدی طے ہوتیں ہیں۔

آپ نے اپنے مرشد کی خدمت تمام مریدوں سے زیادہ بڑھ کر کی ،پورا عرصہ ہر طرح مرشد کے آداب کا نہ صرف خیال ہی رکھا بلکہ ایک مثال قائم کردی۔یہ ایک عجیب راز تھا کہ اگر کسی مرید سے کوئی غلطی ہو جاتی تو حضرت صاحب مرید کی تربیت اور اس کو سمجھانے کیلئے آپ سے اظہار ناراضگی فرماتے مرید سمجھ جاتا کہ یہ غلطی میری ہے۔مجھے آئندہ محتاط رہنا چاہئے۔ فقیروں کی خدمت میں مسلسل رہنا آسان کام نہیں ،فقیروں کے مزاج اپنے ،موج اپنی ہوتی ہے ،ان کو سمجھنا اور برداشت کرنا بڑا مشکل ہوتا ہے۔مرشد کے جلال سے ہر وقت ڈرتے رہنا۔تمام ذمہ داریوں کو سرانجام دینا۔تمام دوستوں سے رابطہ کرنا ،سفر مبارک دربار شریف میں محفلوں اور عرس مبارک کی ڈاک خود لکھتے۔سنگیوں کے ہر معاملے اور تمام پریشانیوں میں حضرت صاحب سے دعائیں کرواتے اور مرشد کو راضی کرنے کے ڈھنگ بتاتے۔گویا یہ عمل بظاہر تو خدمت کہلاتا لیکن حقیقت میں یہ روحانی تربیت کا حصہ ہوتا ہے۔
بقول اقبال:

اگر کوئی شعیب آئے میسر
تو شبانی سے کلیمی دو قدم ہے

ہر لمحہ آپ مدظلہ العالی کے ذہن ،توجہ فکر وعمل اور دل کی دھڑکنوں میں ایک ہی جذبہ تھا کہ مرشد کو کس طرح راضی کروں ۔ہر لمحہ اس جستجو میں رہنا آپ کا مقصد حیات اور منزل مراد ہو گیا۔

خواجہ سرکار (خواجہ منیر حسین) کی علالت:

فروری 1997 میں خواجہ سرکارؒ (خواجہ منیر حسین) کی طبیعت ناساز گار ہو گئی ،مگر اس کے باوجود خواجہ سرکار نے 2ماہ کا تبلیغی سفر مبارک مکمل کیا، ماہ اپریل میں آپ لاہور اتفاق ہسپتال میں داخل ہو گئے ۔خواجہ نوید حسین شب وروز آپ کی خدمت میں حاضر رہے ،اس دوران بھی خواجہ منیر حسین صاحبزادہ نوید حسین کو اپنی باطنی توجہات سے نوازتے رہے۔
بہت علاج معالجے کے باوجود خواجہ سرکار کی طبیعت دن بدن علیل ہوتی گئی۔

مریدین خلفائے عظام نے خواجہ سرکار کی خرابی صحت کے پیش نظر سلسلے کی ترقی اور وسعت کے پیش نظر دست بستہ عرض کیا، آپ خواجہ نوید حسین کو جانشین مقرر فرما دیں کئی دن آپ نے خاموشی اختیار کی اور بعد میں فرمایا، میں وہی کروں گا جو مجھے حکم دیا جائے گا کیونکہ فقیر کے معاملات اور فیصلہ جات اپنے نہیں ہوتے بلکہ سرکار مدینہ ﷺ کی بارگاہ سے جو احکامات صادر ہوتے ہیں فقیر ان کا پابند ہوتا ہے ۔فقیر اپنی طرف سے کوئی فیصلہ نہیں کرتا ،باقی آپ دوست نہ گھبرائیں جن کے سائیں آقا زندہ ہوتے ہیں وہ خود ہی بہتر انتظام کر لیتے ہیں۔
یہ فیصلہ کرنا میرا اور آپ کا کام نہیں، جو اللہ والے اس سلسلے کے وارث ہیں وہ خود بہتر انتظام کر لیں گے ۔اسی محفل پاک میں حضرت خواجہ منیر حسین رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت صاحبزادہ نوید حسین صاحب کو اپنی بیعت میں لیا اور خلافت سے نوازا۔ ساتھ ہی جبہ ولائت بھی خود پہنایا دستار مبارک بھی خود باندھی اور اپنا جانشین مقرر فرمایا۔

اس کے بعد خود خطاب میں فرمایا کہ اگر فقیر کے فیصلے سے کسی کو اعتراض ہو تو بات کرے حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے مزار اُن سے روحانی مراقبہ میں ملاقات کرا دوں گا۔وہ بھی میرے فیصلے کو حق مانیں گے کیونکہ یہ سب کچھ انہی کے حکم اور رضا سے ہوا ہے ۔یہ ان کی مہربانی اور اُن کی خدمت اور دعا کا نتیجہ ہے۔

تقرربطور جانشینی:

کچھ ہی عرصہ بعد حضرت خواجہ منیر حسین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ صاحبزادہ نوید حسین کی خدمت کو اللہ تعالٰی نے قبول فرمالیا ہے اور ان کے متعلق اشارہ ہوگیا ہے۔

7 ستمبر 1997ء بروز اتوار بوقت ظہر خواجہ منیر حسین نے خواجہ کرامت حسین رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کے سامنے عظیم الشان اجتماع میں خواجہ مشتاق حسین جگر گوشہ خواجہ کرامت حسین رحمۃ اللہ علیہ حضور قبلہ عالم کا وہ فرمان کہ ڈیوٹی پر کھڑا سپاہی ڈی۔ایس۔پی کی گاڑی کو روک سکتا ہے۔ پڑھ کر سنایا۔ یہ محفل خواجہ سرکار کی دربار شریف میں آخری محفل تھی جس میں خواجہ سرکارؒ صاحبزادہ نوید حسین پر بہت خوش تھے اور خوب دعائیں دیں۔

خواجہ منیر حسین کی 40 سالہ خدمات کے صلہ میں آپ کے جگر گوشہ کی مسند ولایت پر بیٹھ جانا اور عقیدت مندوں کے ضمیر کو مزید روشن کرنا اور دربار شریف کے ماحول کو چاند چاند لگانا۔ اور مریدین بجائے وسوسات کا شکار ہوں ان کی عقیدت اور محبت کا مزید نکھر جانا، آپ کیلئے منزل حیات سے ہرگز گم نہ تھا۔ علامہ اقبال نے اس مقام پر کیا خوب کہا ہے

گر کوئی شعیب آئے میسر
تو شبانی سے کلیمی دو قدم ہے۔

دو قدم بہت دیر کی بات ہے حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

طالب بیا طالب بیا طالب بیا
روز اول تا رسیدم با خدا

آپ فرماتے ہیں خدا کے متلاشی تو میرے پاس آجا، آپ کو صحبت فیض کی پہلی گھڑی خدا تک پہنچا دیا جائے گا۔ یہ طالب و مطلوب کے فاصلوں کو ختم کرنے کے اسرار لفظوں میں بیان کرنا، بہت ہی نازک معاملہ ہے یہ باتیں حال کی باتیں ہیں قال کی باتیں نہیں، وقت گزرتا گیا حضرت خواجہ منیر حسین کی صحت مزید علیل ہوگئی، آخر 27ا کتوبر 1997ء بوقت ظہر اتفاق ہسپتال لاہور میں اپنے خالق حقیقی کو جا ملے۔ ''انا اللہ وانا الیہ راجعون''

سلسلہ کی ذمہ داریاں:

حضرت منیر حسین سرکار رحمۃ اللہ علیہ کی اچانک رحلت سے ساری ذمہ داریاں صاحبزادہ نوید حسین صاحب کے سر پر آن پڑیں اتنے بڑے خلا کو پر کرنا کوئی آسان بات نہ تھی، الحمدللہ جملہ اہل دربار اور خلفائے عظام اور تمام احباب نے اس مشن میں بھرپور تعاون کیا، آپ نے اپنی خداداد صلاحیتوں اور نور بصیرت سے شب روز محنت کی جس کے نتیجے میں 30 سال پرانے سنگی بھی جوش وجذبہ سے سرشار ہو گئے۔ اور ایک کارکن منتظم کی حیثیت سے سلسلہ کی خدمت کرنے لگے، اس طرح اہل ذکر کی تعداد میں بھی خوب اضافہ ہو رہا ہے، کوچہ کوچہ، قریہ قریہ، نگری نگری، شہر شہر جنگلوں اور پہاڑی علاقوں میں بھی ذکر الٰہی کی محفلوں کا اہتمام ہوا۔ ذکر کی برکت سے کامیابیوں سے ہمکنار ہوئے۔ اس ذمہ داری کو قبول کرتے ہی سب سے پہلے 20 روزہ دورہ پاکستان کیا۔ اور اس کے فوراً بعد عمرہ شریف کی سعادت حاصل کرنے کیلئے تشریف لے گئے۔ جدہ شریف میں الحاج صوفی صدیق صاحب نے استقبال کیا بعد ازاں صوفی محمد انور صاحب مدنی بھی تشریف لائے اور عرض کرنے لگے عمرہ شریف کے مکمل کرتے ہی فوراً ہمیں مدینہ شریف جانا ہوگا۔ خواجہ سرکار نے فرمایا اتنی جلدی کی کوئی خاص وجہ ہے؟ عرض کی جی حضور! آج قبلہ عالم کی خواب میں زیارت ہوئی ہے عمرہ مبارک کرتے ہی مدینہ شریف آجاؤ۔ مدینہ شریف قیام کے دوران خواجہ صاحب کی کیفیت عجیب تھی۔ حرم پاک سرکار مدینہ ﷺ کے قدمین شریفین میں بیٹھے درود پاک پڑھتے رہے، اور سنگیوں کیلئے دعائیں کرتے رہے۔ اس کے بعد دو عمرے مزید ادا کئے۔ بلکہ تین عمروں میں صوفی محمد یونس صاحب کے اخراجات بھی خود برداشت کئے۔

تبلیغ کیلئے جس سنگی نے جہاں بھی دعوت دی وہیں پہنچ کر ذکر خدا کا ڈنکا بجایا، بیوہ عورتیں، یتیم بچے، نادار لوگ مستحقین کی مالی امداد میں آپ کی ظاہری اور خفیہ بھرپور عملی کوشش ہوتی ہے۔ تنظیم فروغ سنت کے مطابق مستحق بچیوں کی اجتماعی شادیوں کی تقریبات جس میں ہر بچی کو ضرورت کی اشیاء کا جہیز دیا جاتا ہے کی سرپرستی کا سہرا بھی آپ کے سر ہے۔

کل پاکستان کے دورہ کے علاوہ آزاد کشمیر، اور جرمنی، ہالینڈ، فرانس، اٹلی، سوئٹزرلینڈ، بیلجیم، اور دیگر کئی یورپین ممالک میں نیز دوبئی، ابوظہبی، شارجہ، مسقط عرب ممالک کا بھی دورہ کیا۔ محفل ذکر الٰہی کے ذریعے خدا کی مخلوق کو اللہ کی طرف بلانے میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی۔ (حسب استطاعت) جہاں گئے ذکر خدا کا غلبہ طاقت و اطاعت رسول کی تلقین، اولیائے کرام کی عملی اخلاقی روحانی تعلیمات سے دلوں کو روشناس کرتے ہیں۔ محفل پاک، تلاوت قرآن مجید فرقان حمید، نعت مصطفیٰ ﷺ اور علماء حق کے خطابات کے ذریعے روحوں کو تقویت اور دلوں کو مضبوط کیا جاتا ہے، حب محبت رسول ﷺ اور عشق عشق الٰہی میں بیداری آتی ہے تو اتباع و اطاعت کی فصل لہلہانے لگتی ہے، انسان کے باطن میں روحانی انقلاب برپا ہو جاتا ہے، وہی شخص جو مصروف مادیت تھا وہی شخص کسی ولی کی نگاہ کرم سے مصروف عبادت ہو جاتا ہے، اچانک ان کا اسلام نماز روزے کی پابندی داڑھی شریف کی سنت چہرے پر نظر آتی ہے۔ جب کوئی پوچھتا ہے تو جواب ملتا ہے کسی اللہ والے کی نظر کرم سے تقدیر بدل گئی ہے۔ اور جب مزید پوچھا جاتا تو معلوم ہوتا کہ گوجرانوالہ شریف میں ''اللہ ہو'' والے پیر صاحب ہیں ان کا مرید ہو گیا ہوں، آپ کی تبلیغ کا انداز اتنا دلنشین اور موثر ہے کہ دنیادار کو دیندار بننے میں ذرا دیر نہیں لگتی۔

تعمیر دربار شریف:

دربار عالیہ کی تعمیر کا اہم کام بھی آپ کے حصے میں آیا۔ اس بہت بڑے منصوبے میں آپ کی خداداد صلاحیتوں کا خوب اندازہ ہوا ہے، ایک دفعہ عرس مبارک کے خطاب کے دوران فرمایا کہ میں ''یہ دربار اپنے باپ دادا کا سمجھ کر نہیں بنا رہا ہوں بلکہ اپنے پیر و مرشد کا سمجھ کر۔'' آپ کے فرمان کے مطابق اعلان کیا گیا کہ دربار شریف کی تعمیر جاری ہے، جو بھی دوست اپنا حصہ پیش کرنا چاہے وہ خود ہی آئے اور زیارت کرے اور اپنا حصہ آکر جمع کرا دے۔

تمام دوستوں نے اپنی ہمت اور توفیق کے مطابق اپنا اپنا حصہ دیا۔ صوفی محمد انور مدنی، الحاج صوفی صدیق صاحب (جدہ)، محمد یوسف (الریاض)، الحاج صوفی محمد امین صاحب

(الریاض) الحاج صوفی محمد سرور صاحب (العین)، الحاج ملک عبدالرزاق (العین) ابوظہبی، الحاج چوہدری محمد طارق صاحب جرمنی، صوفی غلام مرتضی بار صاحب فرانس، چوہدری محمد مشتاق فرانس، الحاج ملک محمد اقبال ڈگیہ صاحب لاہور، الحاج چوہدری شاہد محمود ایس ڈی او الحاج حضرت میاں محمد یعقوب صاحب لاہور اور دیگر احباب نے بھی اپنا اپنا حصہ بطور خاص پیش کیا۔ دوران تعمیر حضور خواجہ سرکار کی مکمل توجہ تعمیر پر تھی۔ مستریوں کو ہدایت، آرکیٹیکٹ سے مشورہ بعض دفعہ کسی اہم پوائنٹ پر اتنا انتہائی مناسب مشورہ دیتے، کہ سبھی حیران رہ جاتے اور سوچنے پر مجبور ہو جاتے کہ آپ نہ آرکیٹیکٹ ہیں نہ انجینئر نہ مستری کے کام سے واقف ہیں لیکن راہنمائی میں سب سے آگے ہیں۔ تعمیر دربار کے منصوبے کے متعلق میٹریل کوالٹی معلوم کرنے کیلئے لیبارٹری سے مدد لی۔ انجینئر صاحب سے مشورہ کیا کہ دربار شریف کے نقشہ کے متعلق کسی طرح بھی مسجد و دربار کے الحاق میں کوئی شرعی ابہام نہ ہو۔ کئی علماء اور مفتیان سے مشورہ جات اور فتاوی جات بھی لئے۔ سبھی نے خوش ہو کر پاس کیا، خصوصی طور پر شیخ الحدیث مفتی غلام فرید ہزاروی صاحب (ایم پی اے)، مفتی محمد شریف ہزاروی صاحب، حضرت علامہ صاحبزادہ پیر رفیق احمد مجددی صاحب، سجادہ نشین درگاہ حضرت ابوالبیان رحمۃ اللہ علیہ۔ اور راقم الحروف پروفیسر ابرار حسین ساقی گورنمنٹ کالج گوجرانوالہ P.Hd سکالر، نیز حضرت علامہ ابو طاہر محمد عبدالعزیز چشتی مدظلہ العالی شامل مشورہ رہے۔ دوران تعمیر جو خلفاء بھی حاضری دیتے آپ انہیں ہمراہ لیکر دربار شریف پر لے جاتے پھر گلی میں سے زیارت کرواتے، عرس گاہ سے جا کر زیارت کرواتے، مگر پھر بھی ایسے محسوس ہوتا جیسے آپ ابھی بھی لذت دیدار دربار یار سے سیراب نہ ہوئے ہوں۔ دوران تعمیر اگر سفر مبارک پر بھی ہوتے ٹھیکے دار یا مستری صاحب جب بھی بلانا چاہتے۔ باوجود طویل مسافت کے پہنچ جاتے، تعمیر دربار شریف میں تمام دوستوں نے اپنی اپنی محبت اور عقیدت سے خوب ڈیوٹی کی ہے۔ خصوصی طور صوفی اکبر علی صاحب درباری کا نام قابل ذکر ہے۔ جنہوں نے دن رات ایک کر کے بیماری اور صحت سے بے

نیاز ہو کر اپنے آرام واستراحت کا خیال چھوڑ کر وارفتہ پیکر محبت بن کر کام کیا۔ دوران تعمیر ایک ایکسڈنٹ میں صوفی صاحب کی ٹانگ ٹوٹ گئی۔ لیکن یہ حادثہ بھی ان کی محبت وہمت کی راہ میں رکاوٹ نہ بن سکا اور معمولات خدمات حسب سابق جاری وساری رہے۔

دربار شریف کے ساتھ مسجد کا قیام بھی اولیائے عظائم کا معمول رہا ہے۔ آپ اس طریقہ کو نہیں بھولے، بلکہ ایک وسیع وعریض مسجد کی تعمیر بھی ساتھ جاری ہے۔ دربار شریف کے گنبد کا کلس 75 فٹ کی بلندی پر اللہ تعالیٰ کی واحدانیت اور محبوب کریم ﷺ کے فیض کا پرچم بن کر فضاؤں میں ذکر "اللہ ہو" کی صداؤں میں لہراتا ہے، گنبد مبارک شہر کے بعض بیرونی علاقوں سے بھی دیکھا جاتا ہے خصوصاً عرس مبارک کے ایام میں جگمگ کر رہا ہوتا ہے۔ کہ پورے علاقے میں اس کی ظاہری چمک دمک اور حسن وجمال نمایاں ہے۔ دربار شریف کے فن تعمیر میں خواجہ مشتاق حسین صاحب کا شوق محبت اور عشق عیاں ہے۔ دوستوں کے راحت وآرام اور اجتماع کے پیش نظر آنے والے حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے عرس گاہ پر ایک عظیم الشان کمپلیکس تعمیر کروایا، جس سے جگہ میں اضافہ ہوا چونکہ حلقہ طریقت میں آئے روز خوب سے خوب تر اضافہ ہورہا ہے۔ جگہ کی کمی کی وجہ سے کمپلیکس ہال کی تعمیر سے زائرین کیلئے بہت زیادہ گنجائش پیدا ہوگئی ہے۔ اور سیکیورٹی کے لحاظ سے تحفظ بھی فراہم ہوا ہے۔

خواجہ نوید حسین صاحب مریدین واحباب سے انتہائی محبت ہی محبت، پیار ہی پیار اور شفقت ہی شفقت سے پیش آتے ہیں، کسی دوست سے کوئی کوتاہی بھی ہوجائے تو انتہائی محبت سے سمجھاتے ہیں۔ اللہ کریم نے آپ کو بہت بڑے حوصلے سے نوازا ہے، کسی سے بھی غصہ سے پیش نہیں آتے۔ آپ کی محبت ہی دلوں کو فتح کرلیتی ہے۔ آپ کے حوصلے ہمت اور جرأت اور بردباری نے آپ کی شخصیت کو خوب نکھارا ہے۔ ملاقاتی کی بہت ہی حوصلے سے بات سنتے ہیں اور دعا بھی دیتے ہیں۔ نیز حوصلہ اور تسلی بھی دیتے ہیں۔

بیرونی ممالک میں تبلیغی خدمات:

اللہ تعالیٰ نے آپ کو تبلیغ اسلام کیلئے خوب قوت وہمت سے نوازا ہے، بیرونی ممالک میں

اسلام کا پیغام پہنچانے کیلئے آپ جرمنی، ہالینڈ، بیلجیم، سوئزرلینڈ، فرانس، دبئی، ابوظہبی شارجہ، عجمان اور مسقط میں تشریف لے جاتے وہاں کے ملکی قوانین، امن وامان کے مسائل کا احترام فرماتے۔اور ملکی حالات کے مطابق پرامن اور موثر انداز میں تبلیغ فرماتے۔ایسا انداز جس میں کسی شخص کی دل آزاری، دل شکنی یا نکتہ چینی ہوتی ہو اختیار نہیں کرتے۔کیونکہ یہ طریقہ نہ اسلام پسند کرتا ہے اور نہ ہی آپ۔دوسرے الفاظ میں حکمت سے خالی بات نہیں کرتے۔اصل مقصد لوگوں کو موڑنا اور اللہ کی طرف راغب کرنا، نہ کہ توڑ موڑ کرنا اور دین سے دوری۔چونکہ ہمارے مذہب اسلام میں ہر حکم اور ہر عمل انسان کی اصلاح اور نجات کیلئے ہے۔آپ جرمن میں چوہدری محمد طارق کے ہاں قیام فرماتے دیگر ممالک سے آنے والے مہمان بھی آپ کے ہمراہ ہوتے۔چوہدری طارق کے بھائی اور ان کے بچے روحانی پیر بھائیوں کی برکت سے پانچ وقت کے نماز کے پابند اور ذکر الٰہی ختم خواجگان کی محافل میں باقاعدگی سے شریک ہوتے ہیں۔گویا ان کا گھر دینی ماحول کا ایک گنجینہ نظر آتا ہے۔اس کے علاوہ ماہانہ محفل ذکر اور سالانہ محفل میلاد مصطفی ﷺ میں دور دراز سے لوگ بڑے شوق سے شمولیت کرتے ہیں۔لنگر کا وسیع انتظام ہوتا ہے خصوصاً اس ماحول میں جہاں برائی کو برائی نہیں سمجھا جاتا۔ایسا پاکیزہ ماحول بنانا کسی کامل مومن کے سچے کردار کی قوت سے ہی ہو سکتا ہے۔محترم صوفی غلام مرتضٰی صاحب فرانس اور بیلجیم میں ذکر الٰہی کی محفلیں سجاتے ہیں۔لوگ بڑی محبت سے شمولیت کرتے ہیں۔یورپ میں جہاں بھی سنگی ہیں اپنی محنت ومزدوری کے ساتھ خود کو بھی اور دوسروں کو بھی گناہ سے توبہ کرا کے اللہ وحدہ لاشریک کی سچی عبادت کرنیکی تلقین کرتے ہیں، محمد امین صاحب ابوظہبی میں الحاج صوفی محمد سرور صاحب کی رہائش پر ہر جمعرات کو محفل ہوتی ہے جس میں تقریباً 200 احباب محفل میں شرکت کرتے ہیں۔تلاوت ونعت رسول مقبول، ذکر الٰہی کی محفل ہوتی ہے۔لنگر عام تقسیم ہوتا ہے، یہ سارا کام خواجہ صاحب کی نگرانی میں ہو رہا ہے۔اور بیرونی ممالک میں آپ کے تبلیغی ثمرات ہیں حضرت صاحب اگر پاکستان میں بھی ہوں تو یورپ کے لوگ ان سنگیوں

کے کردار واخلاق اور طریقہ ذکر سے متاثر ہوکرفون پر ہی گناہوں سے توبہ کر لیتے ہیں ۔ ملاقات پرعملی طور پربھی بیعت ہوجاتے ہیں ۔

پاکستان میں جب سالانہ سفر مبارک فرماتے ہیں تو بیرونی ممالک سے کئی احباب آپ کے ہمراہ تبلیغی دورہ کرتے ہیں ،اور جب سالانہ عرس مبارک ہوتا ہے تو بھی وطن پہنچ کر بھرپور شرکت کرتے ہیں ۔

تبلیغ کا انوکھا انداز:

حضرت خواجہ نوید حسین کی یہ خواہش ہے کہ قیوم پنجم خواجہ معصوم رحمۃ اللہ علیہ کی طرح کہ انہوں نے سمندر کے پاس کھڑے ہوکر کہا کہ ''اے اللہ فقیر نے تیرے ذکر کی بلندی کیلئے پوری دنیا میں سفر کیا ہے اب آگے سمندر آگیا ہے، تیری زمین ختم ہوگئی ہے'' کی طرح یہ عزم مصمم کررکھا ہے کہ دنیا کے کونے کونے اور کونے کونے میں ذکراللہ ہو کی صدائیں بلند کریں گے ۔اس ضمن میں آجکل جتنے بھی ذرائع ہیں ان کو اختیار کیے ہوئے ہیں، Media کے تمام ذرائع ، Communication کے تمام ذرائع نیز آڈیو وڈیو، اخبارات ،ٹی وی کے مختلف چینلز، سرکاری اور غیر سرکاری رپورٹوں کے ذریعے دربار عالیہ المعروف دربار اللہ ھو اور اس کی جملہ سرگرمیوں کو مشتہر اور عام کرنے میں مصروف ہیں ۔محافل بھی ہوتی ہیں جن میں مخصوص عوام بھی آتے ہیں ۔ بہت سے لوگ مساجد اوران کے ماحول سے نہ صرف بےخبر بلکہ آجکل بےزار نظر آتے ہیں ۔اور دنیا کے دیگر کاموں کی طرح دینی پروگرام ، جلسے جلوس اور دیگر میٹنگز کیلئے عوامی مقامات اور اعلیٰ درجے کے ہوٹلوں کا استعمال کرتے ہیں تا کہ ان کی آواز جلد میڈیا میں پہنچے، اور سامعین میں اعلیٰ معیار کے لوگ ہوں ۔

خواجہ صاحب نے مساجد و مدارس اور خانقاہوں میں پروگراموں کے علاوہ اپنی دعوت ہر طبقہ کے لوگوں میں پہچانے میں اپنے جد مرشد کے فرمان کے مطابق فائیو سٹار ہوٹلوں میں پروگرام کئے اور محفل ذکر میلاد مصطفیٰ ﷺ اور محفل ذکر الٰہی سجانے کا عمل بھی شروع کیا ہے کچھ ہی عرصہ پہلے الحاج مرزا محمد اصغر صاحب کی کوشش سے (SERINA HOTEL)

فیصل آباد میں سریلی درد بھری آوازوں میں ہدیہ نعت اور بین الاقوامی علماء کرام کے خطابات ہوئے یہ پروگرام تقریباً سالانہ ہو گیا ہے۔بے شمار عاشقان مصطفی ﷺ کی یارسول اللہ ﷺ کی آواز فضاء میں گونج رہی ہوتی ہے۔ایسی محافل سے یقیناً قلوب میں انقلاب برپا ہوتا ہے۔اسی طرح مری کے ایک عظیم ہوٹل (ایوبیہ) میں ایک مرکزی سالانہ محفل میلاد مصطفی ﷺ منعقد ہوتی ہے۔جہاں اللہ کی مخلوق ذکر الٰہی سے سینوں کو سیراب کرتی ہے اور گناہوں سے توبہ کی توفیق مانگتی ہے۔

فائیو سٹار پی سی ہوٹل میں بھی الحمرا ہال اور ایوانِ اقبال جیسے مرکزی مقامات پر انٹرنیشنل سکالرز کے خطابات اور اپنے سلسلے کی تعلیمات سے مخلوق کی روحانی تربیت کرنے میں پوری کوشش کی۔

دریا خان میں ایک محفل میں تقریباً 125 دوست بیعت ہوئے ، دوسری محفل میں تقریباً 100 لوگ بیعت ہوئے جن میں اکثر کی تعداد بعداز بیعت نمازی اور پابند شریعت ہیں۔ خواجہ نوید حسین کی رہنمائی پر پختہ یقین کی بدولت کثیر احباب کو اتباع سنت اور اتباع شریعت کی توفیق نصیب ہے۔کئی ایسے دوست بھی ہیں جو خود کہتے ہیں کہ ہمیں آپ کی راہنمائی اور صحبت فیض سے خواب میں نبی کریم ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی ہے۔کئی لاعلاج مریض صحت یاب ہوئے ہیں۔آپ کی دعاؤں سے کئی بے نماز نمازی،کئی بے ادب باادب اور کئی لوگ جھوٹے مقدمات سے بری،کئی بے اولاد صاحب اولاد ہو گئے ہیں۔کئی ناقص آپکی راہنمائی سے درجہ کمال تک پہنچے۔آپ کرامات کی بجائے عملی خدمات کو ترجیح دیتے ہیں۔

کرامات کے بارے میں آپ کا موقف :

اپنے والد گرامی حضرت خواجہ منیر حسین رحمۃ اللہ علیہ کے فرمان کے مطابق **"الاستقامة فوق الكرامة"** استقامت کرامت سے افضل ہے۔فرمایا کرتے ہیں کرامت آج نظر آجائے گی،لیکن دنیا میں رہتے ہوئے خطا ہو سکتی ہے خطا ہو جانے سے کرامت کی نعمت سے محروم کر دیا جاتا ہے۔لیکن اگر استقامت کی دولت نصیب ہے تو وہ ختم نہیں ہونے والی۔اگر

انسان استقامت پر یقین رکھے اللہ و رسول ﷺ کی مسلسل تابعداری و اطاعت کرے تو کرامتیں خود بخود ظاہر ہوتی رہتی ہیں۔کیونکہ کشف و کرامت تو خاصاں کا حصہ ہے۔ہر کرامت خدا کے فضل سے ظاہر ہوتی ہے۔مولائے کریم اپنے بندے کی عظمت و بزرگی اور برتری ظاہر کرنے کیلئے اس کے وجود سے کرامتیں ظاہر کرتا ہے لیکن کسی فقیر سے کرامت کا ظہور یا کرامت کا نہ ہونا ضروری نہیں،اصل بات تو شریعت کے مطابق زندگی گزارنا ہے یہی مشکل اہم اور انتہائی ضروری ہے۔

حضرت شیخ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول آپ اکثر فرمایا کرتے ہیں کہ طریقت، معرفت اور حقیقت شریعت کی لونڈیاں ہیں۔

کشف و کرامت بھی شریعت کی پابندی کا ثمر ہیں،اسی لئے آپ ہر خاص و عام کو شریعت کی پابندی کی تلقین فرماتے ہیں۔جس نے شریعت محمد ﷺ کو چھوڑا اس نے سب کچھ کھو دیا اور محروم ہو گیا۔پابندی شریعت اور عشق رسول ﷺ نے آپ کو بلند مقام پر فائز فرمایا ہے آپ نشست و برخاست،خاموشی،کلام اور قیام و طعام غرضیکہ ہر کام میں سنت رسول ﷺ کا پیکر ہیں اسلاف کی نشانی اور یاد تازہ کرتے نظر آتے ہیں کرامت سے مخلوق خوش نظر آتی ہے جبکہ استقامت سے خالق خوش ہوتا ہے آج پرفتن دور میں صوفی اور مولوی کے الفاظ گالی بن چکے ہیں داڑھی کے تصور سے بھی نوجوان بھاگتے ہیں سینکڑوں کی تعداد میں آپ سے وابستہ نوجوان بڑے فخر سے اپنے آپ کو صوفی کہلاتے ہیں حضور نبی کریم ﷺ کے فیض نور سے انکے چہرے سنت مصطفیٰ ﷺ سے سجے اور منور نظر آتے ہیں اور یہی دربار عالیہ اللہ ہو کی آواز اور دعوت ہے آپ کا ارشاد ہے کہ اگر کوئی خدمت دین ہے تو اس کو اس لئے عام کرو کہ عوام الناس اور مریدین کے لیے مفید ہے اپنی شہرت اس کے لیے مقصود نہ ہو مقصود صرف اللہ کی رضا ہو اخلاص فی العمل اور اخلاص فی النیت از حد ضروری ہے کرامات بزرگوں کی کافی ہیں لیکن فقیر نبی ﷺ کے اسباق کو آگے منتقل اور یاد کرا رہا ہے آگے اللہ رب العزت خود بخود ہی سنوارے گا اور درست کرے گا۔نگی احباب جب بزرگان کے اسباق کو

یاد رکھیں گے اور سنت مطہرہ پر عمل کریں گے تو یقیناً ان پر بھی اثر ہوگا نیز آپ کا یہ موقف ہے کہ مخلوق خدا کی سچی، درست اور بے لوث خدمت ہی سب سے بڑی کرامت ہے اس سے بڑھ کر شاید کوئی کرامت نہیں۔

مخلوق خدا کی خدمت:

حضرت خواجہ نوید حسین مدظلہ العالی شب و روز آنے والے مہمانوں کی خدمت کو ہی اپنی عبادت اور سرمایہ حیات سمجھتے ہیں مخلوق خدا کو گھر بلا کر یا ان کے گھروں میں جا کر اصل مقصد روحانی غذا اور روحانی درجات کی بلندی ہے آپ اس کا بھرپور التزام کرتے ہیں ذکر الٰہی اور محفل کے ذریعے جسمانی غذا کا اہتمام بھی اس کے ساتھ ساتھ ہوتا ہے۔ فیصل آباد میں ایک دوست نے ۲۰ ہزار روپے بطور نذرانہ پیش کیا آپ نے فرمایا یہ تمہاری خدمت ہے اللہ قبول فرمائے آمین۔

آپ نے یہ کہہ کر رقم واپس دے دی کہ اس رقم کا موٹر سائیکل خرید کر دوستوں کو محفلوں کی اطلاع کیا کریں اور اپنے بچوں کے لیے روزی حلال کمایا کریں چوک منڈا میں ایک سنگی نے قیمتی بھینس آپ کی نظر پیش کی مگر آپ نے فرمایا یہ آپ کی محبت ہے اللہ اسے قبول کرے مگر آپ کی بیٹیاں میری بیٹیاں ہیں میں انہیں یہ تحفتاً واپس دیتا ہوں تا کہ وہ دودھ پیئے۔ جرمن سے چوہدری طارق صاحب نے ایک جیپ بک کروائی اور فون میں آپ سے عرض کی کہ اسے قبول فرمالیں آپ نے فرمایا ابھی میری گاڑی ٹھیک کام کر رہی ہے مجھے نئی کی ضرورت نہیں یہ فرما کر جرمن سے آنے والی گاڑی واپس کر دی۔ زلزلہ زدگان کی دل کھول کر مالی خدمت، سیلاب زدگان کی مالی اعانت اور بہت دعائیں فرماتے ہیں نیز عوامی طور پر محلّہ، شہر یا ملک کے لیے جب بھی کوئی ہنگامی صورت حال پیش آتی ہے آپ فوراً اس کا التزام فرماتے ہیں محلّہ سے کوئی بھی دکھیا آپ کے پاس کوئی بھی عرض لے کر آئے تو فوراً اس کی امداد کرتے اور اس کے دکھ سکھ میں شریک ہوتے ہیں ماہ رمضان المبارک میں گھی اور آٹا مفت تقسیم کیا جاتا ہے سینکڑوں غرباء کی خدمت ہوتی ہے الغرض دربار عالیہ کو جرانوالہ

شریف دکھی اور بے سہارا لوگوں کیلئے روحانی اور جسمانی دکھوں کا مداوا اور علاج گاہ ہے۔
شہر گوجرانوالہ شریف اور بیرون شہر سے بے شمار مستحق بچیوں کی شادیوں کیلئے بنیادی گھریلو سامان کے سیٹ بنا کر جو تقریباً 40 ہزار مالیت کے قریب ہوتے خفیہ تقسیم کرتے ہیں جس سے ایک باپ کو اپنی بیٹی کو رخصت کرنے میں آسانی ہو جاتی ہے اس لیے تحریر کر رہے ہیں دیگر علماء پر اِن سلوس بھی اسی طرح کام کریں تا کہ اسلام کی کچھ خدمت ہو سکے۔

لنگر حضرت خواجہ صوفی کرامت حسین کا قیام:

لاہور لٹن روڈ جین مندر کے قریب حضرت خواجہ نوید حسین مدظلہ العالی کی زیر سرپرستی حضور خواجہ صوفی کرامت حسین رحمتہ اللہ علیہ کی یاد میں ایک لنگر خانہ کا انتظام کیا گیا ہے۔ جس کا افتتاح مورخہ 14 اپریل 2011ء کو خود حضرت خواجہ نوید حسین نے فرمایا۔ اس میں مستحق اور غریب عوام الناس، یتیم بچوں اور بیواؤں میں راشن مفت تقسیم کیا جاتا ہے۔ نیز آپ کی سرپرستی میں قصور شہر میں 1300 بچیوں کا اجتماعی نکاح بھی سنت کے مطابق ہوا۔ جس میں انہیں ضرورت کے مطابق مناسب جہیز بھی دیا گیا۔

دربار عالیہ پر ہونے والے پروگرام و سالانہ عرس مبارک:

حضرت صاحبزادہ خواجہ نوید حسین مدظلہ العالی دربار عالیہ گوجرانوالہ شریف میں صبح نماز فجر کے بعد وظائف اور ختم خواجگان نیز ہر پیر کے دن عشاء کی نماز کے بعد محفل ذکر الٰہی اور ماہانہ ختم شریف بڑے ذوق و شوق اور ادب و احترام سے منعقد کرواتے ہیں۔ شمسی سال کے شروع میں جنوری کے پہلے ہفتہ آنے والی اتوار کو حضور خواجہ صوفی کرامت حسینؒ (دادا گرامی) کا عرس مبارک ہوتا ہے۔ ستمبر کے پہلے ہفتہ میں آنے والی اتوار کو (والد گرامی) حضرت خواجہ منیر حسینؒ کا عرس مبارک منایا جاتا ہے جن میں ذکر الٰہی، ذکر رسول ﷺ کے ساتھ سیرت اولیاء کاملین بزرگان نقشبند و دیگر سلاسل کے فقراء اور صوفیاء کے حالات و احوال پر روشنی ڈالی جاتی ہے نیز ان اعراس میں سب سے اہم اور نمایاں جو بات ہوتی ہے وہ ''ذکر اللہ ہو'' اسم جلی ہوتا ہے جس سے سامعین کے قلوب منور و معطر ہوتے ہیں اور

زائرین اسے اپنے قلوب کی غذا سمجھ کر یہاں سے واپس جاتے ہیں ،ان مذکورہ دو پروگراموں کے علاوہ جون کے پہلے یا دوسرے ہفتے میں مرکزی سالانہ عرس مبارک و محفل میلادِ مصطفیٰ محمد مجتبیٰ ﷺ پورے ذوق وشوق اور انتہائی ادب واحترام سے منایا جاتا ہے۔جو انہیں اپنے جد مرشد حافظ عبدالکریم رحمۃ اللہ علیہ سے عطیہ میں ملا۔مرکزی سالانہ عرس مبارک کو محفل نعت، سیرت طیبہ اور خلفائے راشدین کے اذکار کی وجہ سے تاجدارِ مدینہ، خاتم الانبیاء، صاحب لولاک احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ پر تمام وسائل وذرائع بروئے کار لاکر شان وشوکت سے منایا جاتا ہے۔اس کو سرمایہ حیات اور اُخروی نجات سمجھا جاتا ہے۔ملک بھر سے آنے والے خلفاء عظام کی قیادت میں قافلے ذکر کرتے ہوئے جلوس کی شکل میں حاضری دیتے ہیں ہزاروں لوگوں کا اجتماع ہوتا ہے سرکاری طور پر انتظامیہ بھی بہت تعاون کرتی ہے۔دربار عالیہ کی سیکیورٹی بھی ہمہ وقت مامور رہتی ہے۔زائیرین کی آسانی کیلئے ہر ممکن کوشش کی جاتی ہے، پانی کی سبیل انفرادی طور پر، دودھ کی سبیل مجموعی طور پر گجر برادری کی طرف سے لگائی جاتی ہے۔جس میں منوں دودھ تقسیم کیا جاتا ہے۔

ملک کے نامور سیاستدان ، وزراء، اراکین اسمبلی ،وکلاء ،تاجر برادری، ڈاکٹرز سکالرز، پروفیسر حضرات اور سرکاری اور غیر سرکاری اہم شخصیات اپنی حاضری کو سعادت سمجھتے ہیں، عالمی ایوارڈ یافتہ قراء کرام، ثناء خوان رسول ﷺ ،مشائخ عظام، علماء ذوی الاحترام کا جم غفیر ہوتا ہے۔عرس مبارک سے دس روز پہلے مختلف ایام میں مشائخ وعلماء سے حضور قبلہ عالم اور حضور خواجہ سرکار کے مزارات کی چادر پوشی کروائی جاتی ہے۔محفلوں کا سلسلہ جاری ہو جاتا ہے۔مشائخ عظام کے آستانے پر حاضری سعادت مندی ہے۔آپ عرس مبارک کے موقع پر مشائخ عظام اور اہم شخصیات کو دعوت دیتے ہیں۔حضور نبی کریم ﷺ کے میلادِ مصطفیٰ ﷺ کی محافل عرس مبارک کے موقع پر مشائخ عظام اور علماء کرام کی خصوصی آمد سے برکات حاصل ہوتی ہیں۔عرس مبارک پر زائرین کیلئے ۴۰۰من دودھ کی سبیل کا انتظام ہوتا ہے۔شہر گوجرانوالہ شریف کی گجر برادری کی طرف سے یہ دودھ کی سبیل لگائی جاتی ہے اور سکا

افتتاح ہمیشہ چوہدری محمد اقبال صاحب سابق وزیر خوراک پنجاب کرتے ہیں۔

عرس مبارک کی روح پرور محفل میں مشائخ عظام، علماء کرام وخلفاء ذی احتشام اور عاشقان رسول ﷺ کا عظیم الشان اجتماع ذکر الٰہی و ذکر مصطفیٰ ﷺ کے کیف وسرور میں مست ایک عجیب سماں پیش کر رہا ہوتا ہے، اس عظیم الشان پنڈال میں حضرت خواجہ نوید حسین صاحب اپنے ظاہری وباطنی حسن وجمال سے تشنگان دیدار مرشد کی پیاس بجھا رہے ہوتے ہیں۔اس موقع پر قاری قرآن پاک کی تلاوت کرتے ہیں اور ثناء خوان رسول ﷺ کیف ومستی میں ڈوب کر زمزمہ گوئی کرتے ہیں۔علماء کرام رب ذوالجلال کی قدرتوں، عظمتوں اور شان مصطفیٰ ﷺ اور عاشقان مصطفیٰ ﷺ کی باتیں کرتے ہیں تو حاضرین کے قلوب پر وجدان طاری ہو جاتا ہے، ایسی کیفیت سے ایمان مضبوط ہو جاتے ہیں۔

اس سالانہ عرس مبارک کی دو مرکزی نشستیں ہوتی ہیں۔پہلی نشست ہفتہ کو بعد نماز مغرب شروع ہو کر رات گئے تک جاری رہتی ہے۔رات کو تہجد کے نوافل اور آرام کیلئے کچھ وقت دیا جاتا ہے، فجر کی نماز باجماعت اور پھر دیگر وظائف مجموعی طور پر حلقہ بنا کر سنگی حضرات پڑھتے ہیں۔دوسری محفل کا آغاز 9 بجے صبح سے شروع ہو کر تقریباً سہ پہر تک اور نماز ظہر کی ادائیگی کے ساتھ ہی اختتام پذیر ہو جاتا ہے۔

دونوں نشستوں میں تلاوت قرآن پاک، نعت رسول مقبول ﷺ، علمائے کرام کے خطابات خصوصاً صبح کی محفل میں ختم خواجگان میں زائرین وخلفاء کی طرف سے لائی ہوئی تلاوت کلام مجید (جو لاکھوں کی تعداد میں ہوتے ہیں) کلمہ ذکر درود خضری کے عطیات بزرگان دین کی ارواح کو پیش کئے جاتے ہیں ایک مختصر سی دعا کے بعد بقیہ کاروائی جاری ہوتی ہے۔ یہ نشست حلقہ احباب کیلئے خصوصاً اور عوام الناس کیلئے عموماً روحانی غذا کا درجہ رکھتی ہے ہر کوئی اپنے اپنے ظرف اور نصیبے کے مطابق یہاں سے برکتیں اور رحمتیں لے کر لوٹتا ہے۔

عرس مبارک کے اختتام پر تمام زائرین کو پنڈال میں قطاروں میں بٹھا کر بہت احسن طریقے سے لنگر دیا جاتا ہے۔

دربار شریف میں سال بھر میں مہمانوں کے لئے کھانے کے وقت کھانا، چائے کے وقت چائے اور صبح وشام لنگر جاری رہتا ہے۔

آپ ماہ نومبر و دسمبر تبلیغی سفر مبارک کرتے ہیں۔جنوری میں قبلہ عالم کا عرس فروری و مارچ سفر مبارک حصہ دوم ہوتا ہے۔مئی میں ماہانہ محفل ہوتی ہے۔ جولائی یا اگست میں بیرونی ممالک کا دورہ وعمرہ مبارک اور ماہ رمضان المبارک میں شہر گوجرانوالہ کے پروگرام ہوتے ہیں۔پورے سال کا یہی شیڈول ہے۔اس کے علاوہ آپ ہر وقت زائرین کی دلجوئی کیلئے دربار شریف تشریف رکھتے ہیں۔خواجہ مشتاق حسین بھی دربار شریف کے اندرونی معاملات میں ان کی مدد فرماتے ہیں۔ بلکہ دربار عالیہ کے جملہ امور میں آپ بطور ناظم اعلیٰ مصروف کار ہیں۔آپ کی ملاقات کیلئے کوئی بھی خاص تردد نہیں ہوتا خادمین دربار شریف مہمانوں کی خدمت کیلئے ہر وقت موجود ہوتے ہیں۔آپ کو مہمان نوازی کا بڑا شوق ہے۔دربار عالیہ پر باقاعدہ طور پر صبح و دوپہر اور شام لنگر شریف کا وسیع انتظام جاری ہے۔دور دراز یا قریب سے آئے ہوئے مہمانوں کی خوب روحانی وجسمانی تواضع ہوتی ہے۔

ایک دفعہ آپ سجادہ نشین صاحب نے عرس مبارک کے موقع پر ہزاروں دوستوں کو خادمین کے ساتھ قطار میں خود کھڑے ہوکر اپنے ہاتھوں سے لنگر کھلایا۔ہر آنے والے مہمان کے وقت اور پروگرام کے مطابق آپ اس سے ملاقات کرتے ہیں تاکہ اسے سفر میں کوئی دشواری نہ آئے۔

الحمدللہ! شب وروز طالبان حق جوق در جوق حاضری دیتے ہیں اور مخلوق خدا کی خدمت کیلئے ہر وقت تشریف فرما ہیں۔یہ انبیاء اولیاء و صالحین کا سلسلہ ہے۔آپ خود فرماتے ہیں کہ ''مجھے سجادہ نشینی کا شوق نہیں تاجدار مدینہ ﷺ کی امت مبارک کی خدمت اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق کی خدمت کا شوق ہے۔'' اللہ تعالیٰ ان کے جذبے میں مزید قوت دے اور نظر بد سے محفوظ رکھے (آمین)

ساقیا ہر قدم پر تیری خیر ہو
مئے کشی کا سدا دور سلامت رہے
تیری نظر کرم سے رہے واسطے
مست کرنے سے پہلے سنبھالی رہے
الٰہی تاابد آستان یار رہے
یہ آسرا ہے غریبوں کا برقرار رہے۔

اولاد و احفاد

وارث حقیقی یا جانشین (خصوصاً بیٹے) کی طلب فطرت انسانی ہے جبکہ انبیاء کرام بھی "فَهَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِیًّا یرثنی" (مریم:۵) کے خوبصورت الفاظ سے دعائیں کرتے رہے۔ مشیت ایزدی اور رحمت الٰہیہ کے تحت یہ دعائیں قبول بھی ہوتی رہیں۔ سنت انبیاء کے مطابق سلاسل طریقت میں جانشینی کی طلب اور ضرورت اور بھی اہم درجہ رکھتی ہے۔ حضرت خواجہ نوید حسین مدظلہ العالی سجادہ نشین کو اللہ تعالیٰ نے دو بیٹیوں سے نوازا اور یہ رحمت کا باعث ہیں۔ بزرگان کے طریقہ نیز مختلف سیر و سوانح اور میلاد رسول ﷺ کی کتابوں میں یہ ملتا ہے کہ جس کے ہاں اولاد نرینہ نہ ہو وہ آقا علیہ السلام ﷺ کی بارگاہ میں نذرانہ محفل میلاد النبی ﷺ پیش کرے، میلاد مبارک کی اس سہانی رات اپنے آقا و مولا ﷺ کی بارگاہ میں عاجزانہ التجا کرے تو اللہ رب العزت اس سہانی رات کے صدقہ اس انسان کو اولاد نرینہ عطا فرمائے گا۔ 12 ربیع الاول 2009 کو حضرت خواجہ نوید حسین صاحب نے تبرکات اور خصوصاً موئے مبارک کو غسل دیتے ہوئے اور عمامہ شریف کی زیارت کرواتے ہوئے یہ التجا اپنے آقا و مولا ﷺ کی بارگاہ میں پیش کی اور عرض کی کہ حضور اپنے میلاد کا صدقہ اس فقیر کو بھی وارث شرعی (بیٹا) عطا فرما۔ اللہ تعالیٰ کو یہ ادا بڑی پسند آئی اس خالق حقیقی نے ایک بیٹی اور چاند سا فرزند اس وقت عطا فرمایا جب خواجہ صاحب فیصل آباد میں ایک روحانی محفل ذکر میں مشغول تھے۔ اس پر عوام و خواص، مریدین اور خلفاء عظام کے حلقوں میں نہ صرف ایک خوشی کی لہر دوڑ گئی بلکہ ہر زبان پر صدائے اللہ ہوا اور صدائے تشکر کا اظہار رہا۔ اس کا اظہار صدقہ و خیرات اور محافل ذکر کے ذریعے ہونے لگا۔ مشائخ، صوفیاء اور فقراء کی طرف سے ہدیہ تہنیت اور مبارک بادیوں کے پیغامات آنے لگے۔ آپ نے اس عظیم احسان پر رزاق حقیقی کا شکر ادا کرتے ہوئے اس فرزند ارجمند کا نام بھی محمد احمد حبیب رکھا جو اپنے آقا و مولا ﷺ سے انتہائی عقیدت و محبت کی علامت ہے۔ اللہ تعالیٰ اس چاند جیسے فرزند کو کامل طور پر وارث حقیقی بنائے۔ (آمین)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ختم خواجگان بعد از نماز مغرب جو سلسلہ عالیہ کا معمول ہے۔

سورۃ فاتحہ سات بار
درود شریف سو بار
سورۃ المنشرح اُناسی بار
سورۃ اخلاص ایک ہزار بار
سورۃ فاتحہ سات بار
درود شریف سو بار
آیت کریمہ پانچ سو بار
درود شریف سو بار

اس کے بعد تمام اسماء سو سو بار پڑھے ہوں گے۔

لآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ نہیں کوئی معبود سوائے اللہ کے
یَا اللّٰه اے اللہ
یَا عَزِیْزُ اے پیارے
یَا کَرِیْمُ اے کرم کرنے والے
یَا وَدُوْدُ اے دوستی کرنے والے
یَا وَهَّابُ اے بخشش کرنے والے
یَاحَیُّ یَا قَیُّوْمُ اے ہمیشہ زندہ رہنے والے

حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَکِیْلُ نِعْمَ الْمَوْلٰی وَ نِعْمَ النَّصِیْرُ

کافی ہے ہم کو اللہ تعالیٰ کیا خوب ہی کارساز ہے کیسا ہی خوب آقا ہے اور کیا ہی خوب مددگار ہے

یَا قَاضِیَ الْحَاجَات اے حاجتوں کو پورا کرنے والے
یَادَافِعَ الْبَلِیَّاتِ اے بلاؤں کو دور کرنے والے

يَاحَلَّ الْمُشْكِلاَتِ اے مشکلیں آسان کرنے والے
يَاكَافِيَ الْمُهَمَّاتِ اے مہمات میں کفایت کرنے والے
يَاشَافِيَ الْاَمْرَاضِ اے بیماریوں سے صحت دینے والے
يَامُنَزِّلَ الْبَرْكَاتِ اے برکتیں نازل کرنے والے
يَا مُسَبِّبَ الْاَسْبَابِ اے اسباب کو تیار کرنے والے
يَارَافِعَ الدَّرَجَاتِ اے درجات کو بلند کرنے والے
يَا مُجِيْبَ الدَّعْوَاتِ اے فریادوں کو سننے والے
يَا اَمَانَ الْخَائِفِيْنَ اے خوفزدوں کو پناہ دینے والے
يَا خَيْرَ النَّاصِرِيْنَ اے بہترین مددگار
يَادَلِيْلَ الْمُتَحَيِّرِيْنَ اے حیرانوں کے رہنما
يَاغِيَاثَ الْمُسْتَغِيْثِيْنَ اَغِثْنَا اے فریادیوں کے فریاد سننے والے ہماری ہی فریاد سن لے
يَامُفَرِّجَ الْمَحْزُوْنِيْنَ اے غمزدوں کو خوش کرنے والے
رَبِّ اَنِّيْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ اے اللہ میں ہار گیا ہوں، میری مدد فرما
يَا اَللّٰهُ يَا رَحْمٰنُ يَارَحِيْمُ يَااَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ
اے اللہ، اے مہربانی فرمانے والے، اے رحم وشفقت فرمانے والے، اے سب مہربانوں سے زیادہ مہربانی فرمانے والے
سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ الْحَمْدُلِلّٰهِ وَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ
پاک ہے اللہ اور تمام تعریفیں اللہ ہی کیلئے ہیں اور نہیں ہے کوئی معبود اللہ کے سوا
وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ
اور اللہ بہت بڑا ہے
اَللّٰهُمَّ اسْتُرْنِيْ بِسَتْرِكَ الْجَمِيْلِ

اے اللہ مجھے اپنے خوبصورت پردے میں ڈھانپ لے۔

درود شریف سو بار (آمین)

ختم خواجگان جو قبل از نماز فجر یا بعد قبلہ عالم کا معمول ہے

سورۃ فاتحہ سات بار، درود شریف سو بار

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ، اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَبِّیْ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ فَاغْفِرْلِیْ (پانچ سو بار)

پاک ہے اللہ جو بہت بڑا ہے۔ پاک ہے اللہ اپنی ذات سے اور صفات سے میں اللہ سے جو میرا رب ہے، معافی مانگتا ہوں ہر گناہ سے۔ پس اے اللہ مجھے بخش دے۔

درود شریف سو بار

حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيْلُ نِعْمَ الْمَوْلٰى وَ نِعْمَ النَّصِيْرُ

کافی ہے ہم کو اللہ تعالیٰ کیا خوب ہی کارساز ہے کیسا ہی خوب آقا ہے اور کیا ہی خوب مددگار ہے۔

درود شریف سو بار

يَا خَفِیَّ اللُّطْفِ اَدْرِكْنِیْ بِلُطْفِكَ الْخَفِیِّ (پانچ سو بار 500)

اے مخفی طور پر عنایتیں کرنے والے اپنی مخفی عنایتوں سے میری دستگیری فرما

درود شریف سو بار

وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِيْمِ (پانچ سو بار 500)

نہیں کوئی طاقت نہ ہی کوئی قوت مگر اللہ کی جو بلند اور عظمت والا ہے

يَا اَللّٰهُ يَا رَحْمٰنُ يَا رَحِيْمُ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ اِرْحَمْنَا

اے اللہ، اے مہربانی فرمانے والے، اے رحم و شفقت فرمانے والے، اے سب مہربانوں سے زیادہ مہربانی فرمانے والے ہم پر مہربانی فرما

درود شریف سو بار آمین

ہر دو ختم خواجگان کی دعا جو قبلہ عالم مدظلہ کا معمول ہے وہ حسب ذیل ہے

دعا

یا اللہ پاک اس ختم خواجگان دا ثواب حضور علیہ الصلوٰۃ السلام دی خدمت وچ ہدیۃً پیش کیتا جاندا ہے۔ آپ دی طفیل جمیع الانبیاء شہداء صالحین نقشبندیہ، سہروردیہ، چشتیہ، قادریہ، اویسیہ خاندان دے بزرگان دیاں روحاں نوں پہنچاویں۔ جمیع المومنین جمیع المومنات، جمیع المسلمین جمیع المسلمات جو مسلمان مرد، عورت جن ہو گذرے نے یا ہون گے سب دیاں روحاں نوں پہچاویں، یا اللہ اس دی برکت دے نال کُلی مشکلاں آسان فرمائیں، یا اللہ شر شیطان شر ظالماں تھیں محفوظ رکھیں۔ شر نفس، شر دنیا تھیں محفوظ رکھیں یا اللہ غیراں دے دروازے تھیں ہٹا کہ اپنے ہی دروازے کھڑا رکھیں، یا اللہ جو دوست حاضر ہیں جو غائب ہیں ساریاں نوں اپنی منزل مقصود تے پہچائیں، یا اللہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام دی امت دی اصلاح فرمائیں، یا اللہ اس بستی تے حال تے رحم فرمائیں، آپس وچ اتفاق اتحاد نصیب فرمائیں، یا اللہ جو دوست دعا کراندے نے خط لکھدے نے فی اللہ خدمت کردے نے اور دور دراز توں تھیں سفر کر کے تیری رضا دے واسطے آندے نے اور جاندے نے ساریاں نوں ظاہری باطنی مالامال فرمائیں۔

اُنْصُرْنَا فَاِنَّکَ خَیْرُ النَّاصِرِیْنَ وَافْتَحْ لَنَا فَاِنَّکَ خَیْرُ الْفَاتِحِیْنَ وَاغْفِرْلَنَا فَاِنَّکَ خَیْرُ الْغَافِرِیْنَ وَارْحَمْنَا فَاِنَّکَ خَیْرُ الرّٰحِمِیْنَ وَارْزُقْنَا فَاِنَّکَ خَیْرُ الرَّازِقِیْنَ وَاحْفَظْنَا فَاِنَّکَ خَیْرُ الْحَافِظِیْنَ وَاھْدِنَا وَنَجِّنَا مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی حَبِیْبِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ آمِیْن!
بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ

شجرہ شریف

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَاھُمْ یَحْزَنُوْنَ اَلَّذِیْنَ

اٰمَنُوْا وَکَانُوْا یَتَّقُوْن

اے نقشبند عالم نقش مرا بند
نقش چناں بند کہ گویند نقشبند

فضل کر یارب مرے حال زبوں پر رحم کر
ڈال مجھ آلودہ عصیاں پہ رحمت کی نظر

تجھ کو اپنی کبریائی کی قسم ہے بے نیاز
مجھ سراپا معصیت پر کر درا فضال باز

تجھ کو دیتا ہوں تیرے جود و سخا کا واسطہ
فضل کا رحمت کا بخشش کا عطا کا واسطہ

تیری رحمت کے خزانے میں کمی کوئی نہیں
اور تیرے جود و کرم کی انتہا کوئی نہیں

میں کہوں بے واشہ کس منہ سے بخشش کے لئے
کچھ وسیلے پیش کرتا ہوں سفراش کے لئے

کر کرم ہم پر محمد مصطفٰے ﷺ کے واسطے
فخر موجودات شاہ دوسرا کے واسطے

اس رسول بے نظیر و بے بدل کا واسطہ
رازدار خلوت بزم ازل کا واسطہ

رحم فرما حضرت صدیق اکبرؓ کے لئے
عاشق و دلدادہ حسن پیمبر کے واسطے
حضرت سلمان فارسؓ بے ریا کے واسطے
حضرت قاسمؒ امام اولیاء کے واسطے
کر امام جعفرؓ صادق کے صدقے میں عطا
تو نجات دائمی کا مجھ کو در بے بہا
بایزید و بوالحسن اور بو علے فارمدی
یاالٰہی لاج رکھ لے انکے صدقے میں میری
حشر کے دن یوسف ہمدانی کا ساتھ ہو
ان کا دامن مقدس اور میرا ہاتھ ہو
شاہ عبدالخالق و شاہ عارف ریواگری
خواجہ محمد عزیزاں صاحب خلق نبی ﷺ
محترم بابا سماسی حضرت میر کلال
مرشدان با صفا روشن ضمیر و باکمال
صدر بزم نقشبنداں عراف اسرار ہو
محسن ملت شہنشاہ مظہر انوار ہو
جن کا ہے پہلا قدم ہر منتہی کا آخریں
شاہ بہاولدین سخی بر ہمت اور آفریں
یاالٰہی واسطے خواجہ علاؤالدین کے
دین احمد پر رہیں ثابت قدم مسکین کے
حضرت یعقوب چرخی اور عبیداللہ شاہ
حضرت خواجہ محمد زاہد اپنے دین پناہ

ان نفوس پاک کے صدقے میں اے رب الہ
دھو جبین معصیت آلودہ سے داغ گناہ

بخش دے صدقے میں یارب خواجہ درویش کے
خواجہ امکنگی و خواجہ باقی باللہ کے لئے

یاالٰہی واسطہ لایا ہوں میں اس شاہ کا
رد نہیں کیا جن کا کبھی تو نے واسطہ

وہ تیرے محبوب کے محبوب بھی شیدا بھی ہیں
عشق احمد میں وہ فانی ہیں اور باقی بھی ہیں

قطب حق قیوم ملت شیخ احمد کے لئے
بخشدے یارب مجدد الف ثانی کے لئے

عفو فرما سب خطائیں از پے قیوم دین
عروۃ الوثقےٰ مہ سرہند شمس العارفین

نقشبند ثانی حضرت خواجہ حجۃ اللہ او رزبیر
خواجہ اشرف، جمال اللہ مرد اہل خیر

حضرت عیسیٰ محمد فیض اللہ شاہ
حضرت نور محمد اور فقیر بادشاہ

قبلہ عالم جناب حافظ عبد الکریم
حامل حکم شریعت صاحب خلق عظیم

آشنائے سر حق دانائے سر لاالہ
واقف راہ حقیقت فقیر کی جائے پناہ

رحمت حق نے بلا کر لے لیا آغوش میں
جا رہے فردوسیوں کے عالم خاموش میں

رحم فرما از طفیل ہادی دین مبین
صاحب نور بصیرت خواجہ نواب الدین
جن کا سینہ دولت توحید کا گنجینہ ہے
قلب صافی جن کا حسن طور کا آئینہ ہے
جن کی پیشانی کتاب اللہ کی تفسیر ہے
جن کے آئین خودی میں گرمی شبیر ہے
جان ہو میری تصدق کیسا پیارا نام ہے
ہر طرف دنیا میں جاری جن کا فیض عام ہے
حضرت خواجہ کرامت حسینؒ با صفا کے واسطے
دین پر ثابت قدم رکھ مجھ کو اے میرے خدا
صدقہ اپنے اس حبیب پاک کے محبوب کا
دولت کونین سے کر سرفراز اے کبریا
ان کے نور چشم اور لخت جگر روشن ضمیر
پاسبان دین احمد حضرت خواجہ منیر
خود خدائے پاک کا مخلوق کو ہے حکم دید
غوث ابن غوث کے لاڈلے خواجہ نوید مدظلہ
ان کے صدقے میں ہوں عاجز دو جہاں میں سرخرو
برقرار ان کی رہے دنیا و دیں میں آبرو
یاالٰہی سب دعائیں لطف سے مقبول ہوں
جب چلیں دنیا سے تیری یاد میں مشغول ہوں

شجرہ شریف (پنجابی)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَاھُمْ یَحْزَنُوْنَ اَلَّذِیْنَ
اٰمَنُوْا وَکَانُوْا یَتَّقُوْنَ

اے نقشبند عالم نقش مرا بند
نقش چناں بند کہ گویند نقشبند

یا اللہ میں بندہ عاصی نال خطاواں بھریا
فضل کریں تاں بخشش پاواں تیری شان کبریا
تیری ذات کریم خدایا ساڈیاں بخش خطاواں
صدقہ پاک محمد ﷺ سرور صدقہ کل اولیاواں
حضرت ابوبکر صدیقؓ پیارے شاہ سلمان حقانی
امام قاسم تے جعفر صادق خواجہ جی بسطامی
ابوالحسن بوعلی پیارے تے یوسف ہمدانی
عبدالخالق خواجہ عارف شاہ محمود افغانی
عزیزاں علی بابا سماسی میر کلال لاثانی
شاہ بہاؤالدین بخاری واہ محبوب گرامی
سید یعقوب حضرت عبیداللہ محمد زاہد رخشانی
درویش محمد خواجہ امکنگی باقی باللہ لاثانی
حضرت امام مجدد صاحب شاہ معصوم میں واری

حجۃ اللہ زبیر محمد اشرف شاہ بخاری
سید جمال اللہ تے محمد عیسیٰ فیض اللہ تیراہی
حضرت خواجہ نور محمد فقیر محمد چوراہی
میں واری تے صدقے جاواں جندڑی گھول گھماواں
حافظ عبدالکریم پیارے افضل کل اولیاواں
سوہنانام مبارک حضرت خواجہ نواب الدین پیارا
جس دے صدقے محشر اند ہوسی پار کنارہ
میں قربان تے صدقے حضرت خواجہ کرامت حسین دے
عاشق تے متوالے جیہڑے والی کونین دے
نقشبندی سلسلے دے شیر مرد بے نظیر
بخش دے یارب طفیل حضرت خواجہ منیر
نوری مکھڑا دیکھ کے ہوگئی خلقت مرید
شہنشاہ نقشبنداں حضرت خواجہ نوید مدظلہ العالی
دین دنیا دے کم تمامی فضلوں آپ سنواریں
نال انہاں اولیاواں ربا عاجز حشر اٹھاویں

وظیفہ
خیر و برکت کے لئے

نماز فجر سے پہلے یا بعد پڑھیں

ایک سو دفعہ درود شریف

صَلَّی اللّٰهُ عَلٰی حَبِيْبِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصحَابِهٖ وَسَلَّمَ

تین سو دفعہ **یَا حَیُّ یَا قَیُّوْم**

پھر ایک سو مرتبہ درود شریف

صَلَّی اللّٰهُ عَلٰی حَبِيْبِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصحَابِهٖ وَسَلَّمَ

پڑھ کر دایاں ہاتھ چہرے اور قلب پر پھیریں اور دعا مانگیں۔

مصادر و مراجع:

کتب تفاسیر﴿روح المعانی، تفسیر مظہری، السبع والمثانی، تفسیر ضیاء القرآن﴾

کتب احادیث﴿جامع الصحیح البخاری، امام محمد بن اسماعیلؒ، صحیح مسلم، امام مسلم بن حجاجؒ، سنن ابی داؤد، امام ابو داؤدؒ، جامع الترمذی، امام ترمذیؒ، سنن النسائی، امام النسائیؒ، سنن ابن ماجہ، امام ابن ماجہؒ﴾

کشف المحجوب، داتا علی ہجویریؒ

مکتوبات شریف، شیخ احمد سرہندی المعروف مجدد الف ثانیؒ

روض الریاحین فی حکایات الصالحین، امام یافعیؒ

احیاء علوم الدین، امام غزالیؒ

رسالہ قشیریہ، عبدالکریم قشیریؒ

اللمع فی التصوف

کرامات اولیاء، مولانا اشرف علی تھانوی دیوبندی

البینات "شرح مکتوبات"، سراج العارفین عاشق مدینہ الحاج علامہ محمد سعید احمد مجددیؒ

برائے رابطہ

صوفی عمر حیات خادم
دربار شریف گوجرانوالہ 0364-4856212
پروفیسر ابرار حسین ساقی 0333-8114137
hsagheer.h@gmail.com
www.darbar-am

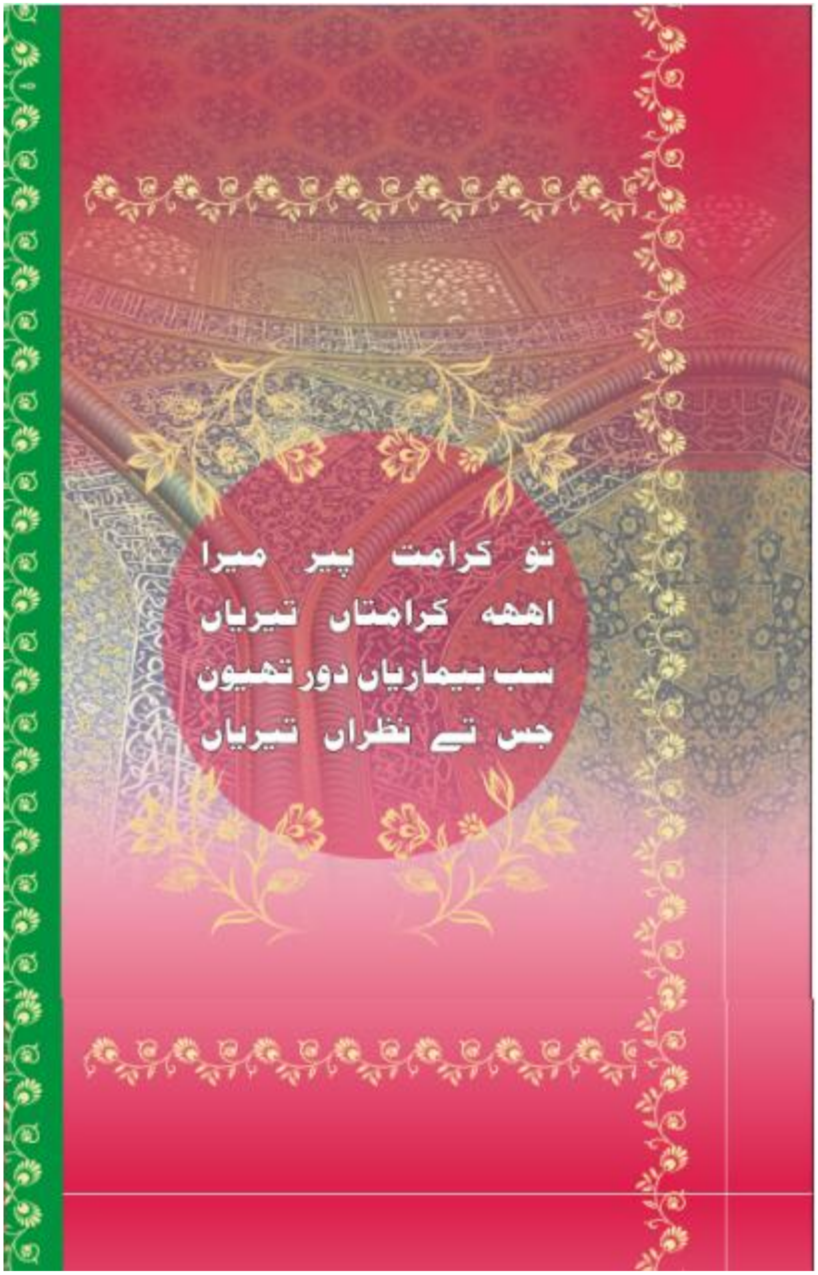

تو کرامت پیر میرا
اهھه کرامتاں تیریاں
سب بیماریاں دور تھیون
جس تے نظراں تیریاں